TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL LIBRARY
OU_222127
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱۵۴۳۳ Accession No. ۷۲۰۲

Author شرر، عبدالحلیم ۔ ج 7202

Title حسن کا ڈاکو

This book should be returned on or before the da[te] last marked below.

Checked 1965

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارھواں باب

Checked 1969.

سکینہ بیگم

حلال نگر کے ایک اُجاڑ اور ویران محلّے میں جو دو چار ٹوٹے پھوٹے مکان ہیں اُن سے الگ اور آبادی سے اس قدر فاصلے پر کہ کوئی ہزار روئے پیٹے اور چیخے چلّائے کسی کے کان تک آواز نہ پہونچے۔ اور کوئی کسی کو قتل بھی کر ڈالے تو کسی کو خبر نہ ہو۔ سنسان اور ہیبت ناک کھنڈروں کا ایک سلسلہ دُور تک چلا گیا ہے۔ کسی زمانے میں یہ نہایت شاندار اور بڑا عالیشان شہر تھا۔ مگر اب دہشت ناک کھنڈروں کا ایک مجموعہ رہ گیا ہے جسے لوگ وحشی جانوروں اور درندوں کا مسکن خیال کرتے اور پاس جاتے ڈرتے ہیں۔

ان کھنڈروں میں بہت سی منہدم دیواروں ملبے اور اینٹوں کے پیچیدہ ڈھیروں اور [illegible] بھول بھلیوں کے اندر صرف ایک کوٹھری اور دالان زمانے کے مٹانے سے بچ رہے ہیں۔ جن کے آس پاس دو ایک اُن سے ملے ہوئے شکستہ دیواروں کے نیم منہدم ٹکڑے رہ گئے ہیں کہ انسان دو ہی ایک جستوں میں کوٹھے سے نیچے اُتر سکتا ہے

رات کا وقت ہے اور اندھیری رات نے آسمانی پرندوں کا شکار کرنے کے لیے صحن فلک میں [illegible] جال بچھا رکھا ہے۔ درمیان میں شمال سے جنوب تک کہکشاں کا دانہ بکھرا ہوا ہے۔ نسر طائر [illegible] جال میں آ پھنسے ہیں آسمانی بکرے (حمل) کی ٹانگیں اور عالم علوی کے سینگ الجھ گئے ہیں۔ اہل شمال کو جو تلہ رکھوں کا بڑا اشتیاق

ہر اور دُبِ اصغر قطب شمالی کے پاس گرفتار ہوتے ہیں
در خوفناک منظر کو حیرت اور خوف کی خاموشی سے دیکھ رہا ہو۔ لیکن
ر دنیا کی طرف متوجہ ہوتی ہو تو یہاں اُنھیں ایک وہان سے بھی زیادہ

لیے کر دو شخص جن مین سے ایک کے سر پہ ایک پٹارا ہو کہین دُور سے دَوڑتے ہوئے
ہوئے آ کے مذکورہ کھنڈرون مین گھسے۔ نہایت خاموشی سے گِر کے منہدم آثار کو
جلد طے کر کے دالانون کے سامنے پہونچے۔ پٹارے کو سر سے اُتار کے زمین پر رکھ دیا۔
اور اُن مین سے ایک نے کہا "کہان گئین بڑی بی؟ لو آؤ" آواز کے ساتھ ہی کوٹھری کا
دروازہ کھلا۔ اور ایک بڑھیا نے باہر آ کے کہا "آ گئے؟ کوئی راستے مین تو نہین ملا؟ لاؤ کنجی لاؤ۔"
وہ شخص جو پٹارا لانے والے کے ساتھ تھا (جیب سے کنجی نکال کے) "لو کنجی لو بس اب ہم
یہاں تمھارا کام جانے۔ ہم نے اپنا کام پورا کر دیا۔"
بڑھیا "مگر تم ابھی جانا نہین۔ یہین ٹھہرو۔ لیکن ہان یہان سے ہٹ کے آڑ مین او
دُور پر بیٹھ جاؤ۔"
حکم پاتے ہی دونون آدمی آڑ مین ہو گئے۔ اُن کے جانے کے بعد بڑھیا کوٹھری سے
ایک چھوٹی دری نکال لائی اُسے پٹارے کے برابر زمین پر بچھایا اور چونکہ ... اتھا ہاتھ سے ٹٹول
ٹٹول کے پٹارے کا قفل دیکھا کہ بند ہے یا نہین۔ پھر کنجی سے قفل کو کھولا اور آہستہ سے ڈھکنا
اُٹھا کے اُلٹ دیا۔ اب اُس نے ایک دیا سلائی کھینچ کے پٹارے کے اندر غور سے دیکھا اور بولی ٹھیک
دیا سلائی پھینک دی اور پٹارے مین سے ایک گٹھری سی نکال کے دری پر رکھی اور دوسری دیا...
مین نظر آیا کہ یہ گٹھری نہین کوئی خوبصورت اور دوشیزہ لڑکی ہے جو دُلھنون کے کپڑے پہنے
کسی نہایت ہوشیار مشاطہ نے اُسے بنا چنا کے اور خوب بناؤ سنگار کر کے دُلھن بنایا
پاؤن تک جواہرات اور سونے چاندی کے دریا مین ڈوبی ہوئی ہے۔
اس نازنین کی صورت اور اُس کے زیور و لباس کو دیکھ کے بڑھیا بہت خوش ہوئی اور
مسکرا کے کہا "خوب! ہاتھ آ گئین!" اور اُس کے منہ سے کپڑا نکالا جو بڑی بیرحمی کیساتھ ٹھونسا گیا
تھا پھر کوٹھری مین سے جا کے لوٹے مین پانی اور ایک گلاب پاش لائی اور اُس ...
لگی۔ چند منٹ ... کے جسم مین حرکت پیدا ہوئی۔ اور ...

بدل کے آنکھین کھولدین۔ مگر اندھیرا اور ہو کا عالم دیکھتے ہی

یہان سے ہٹ کے دالان کے اندر چلی گئی۔ او ر نازنین سے

گئے تھے پھر اپنی مستانہ آنکھین کھولین اور نہایت ہی بدحواسی کے

بدن ہی؟ "اور جب اس کا کچھ جواب نہ ملا تو خوف سے تھر تھر کانپنے

بتا دے کہ مین کس آفت مین پھنس گئی ہون؟ اور کہان ہون؟"

بڑھیا نے بغیر اس کے کہ قریب آئے دور ہی سے جواب دیا "اپنی سسرال مین"

دُلھن۔ (گھبرا کے) "ہاے غضب! ارے میری سسرال یہی ہے جہان ہر طرف سناٹا پڑا ہے؟ اندھیرا چھایا ہوا ہے؟ آدم زاد کا نام و نشان نہین ہے کسی کو اتنا بھی نہین جڑتا کہ ایک چراغ ہی روشن کرکے رکھ دے؟ ہاے! مین تو اس اندھیرے مین گھٹ گھٹ کے مر جاؤن گی"

بڑھیا۔ (تحکمانہ) "بس زیادہ نہ بکو چپکی پڑی رہو۔ کوئی گھبرانے کی بات نہین ہے۔ ذرا ٹھہرو۔ تھوڑی دیر مین اپنے دولھا کے پاس پہونچ جاؤگی"

دُلھن "ہاے کوئی میری فریاد نہین سنتا! مین تو مارے ڈر کے مری جاتی ہون۔ خدا کے لئے بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اور مجھے یہان کس لے لائی ہو؟ میرا قلب الٹا جاتا ہے اور کسی کو ترس آتا۔ دیکھو جلدی بتاؤ۔ نہین تو مین چیختی ہون"

کلمات سنتے ہی بڑھیا دالان سے اس طرح جھپٹی جیسے شیرنی اپنے شکار پر جھپٹتی ہے۔ وہی اس کے منہ سے نکالا تھا پھر ٹھونس دیا۔ نہایت ہی سنگدلی سے نازک اندام لڑکی کو دبوچ لیا اور کہا "زیادہ بکنے اور چیخنے والے کو ہم یون چپ کیا کرتے ہین"

بے رحمی کے الفاظ بڑھیا کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ ناگہان دو شخص کوٹھے پر سے کود پڑے اور چلاتے ہوئے نیچے آئے۔ بڑھیا کے جھونٹے پکڑ کے دوشیزہ نازنین سے الگ کیا اور مشکین کس دین۔ پھر مظلوم و ستم زدہ لڑکی کے منہ سے کپڑا نکالا۔ اور پوچھا "تم کون ہو؟ اور یہ عورت تم پر کیون ظلم کر رہی تھی؟"

کم سن لڑکی جس نے نامحرم مردون کی کبھی صورت نہین دیکھی تھی سہم کے رہ گئی۔ ان نئے آنے والون مین سے ایک نے اپنی لالٹین کا پردہ ہٹا کے اس پر روشنی کی شعاعین ڈالین تو گھبرا گھبرا کے اپنے ڈوپٹے کے آنچل سے منہ چھپانے لگی۔ ان دونون فرشتہ ہاے غیب مین سے ایک نے کہا "تمھاری

دیا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اور کس لیے یہان لائی گئی ہو؟
پوچھنا ہوا اسی عورت سے پوچھیے"
نے اپنی لالٹین کی روشنی بڑھیا کے چہرے پر ڈالی جو اس مظا
ب بے رحم جلّادن اور سنگدل ڈائن بنی ہوئی تھی۔ اور ڈپٹ کے کہ
"یہ نازنین کون ہو؟ اور تو اسے یہان کس لیے لائی ہو؟" اور جب اُس نے جوا
یہ مین ذرا تامل کیا تو زور سے ایک تھپڑ مار کے کہا بتا نہین تو سر مین ایک بال باقی نہ رہے گا
بڑھیا "مجھ پر رحم کرو۔ اور قسم کھاتی ہون کہ پھر کبھی ایسا قصور نہ ہو گا"
شخص (خندۂ غضب کے ساتھ) "جہنم پڑا در رحم! اپنی خیریت چاہتی ہو تو بغیر کسی تسر
بتا کہ یہ نازنین کون ہو؟"
اس کے جواب مین بڑھیا نے نہایت ہی زور سے گلا پھاڑ کے کہا مین کیا جانون کون
ساتھ ہی کچھ آہٹ معلوم ہوئی۔ اُس شخص نے جو بڑھیا سے گفتگو کر رہا تھا اپنی لالٹین کا رخ آہٹ
طرف کیا تو کوئی بیس قدم کے فاصلے پر چند آدمی آتے نظر آئے جنھین دیکھتے ہی بڑھیا
خیال کر کے کہ جو لوگ پٹارے کو لا کے چھپ رہے تھے میری مدد کو آگئے غل مچا مچا کے
کہنے لگی "یہ نہ سمجھنا کہ مین دب جاؤن گی۔ تم سے چورون اور ڈاکوؤن کی مین کچھ حقیقت
نہین سمجھتی۔ اب تھوڑی ہی دیر مین معلوم ہو جائے گا کہ میرے گھر مین گھس آنے کی کیا سزا"
بڑھیا کے الفاظ کا سلسلہ ناتمام تھا کہ وہ لوگ قریب آگئے۔ اور اُس شخص نے جو بڑھیا کو پکڑے
ہوئے تھا ڈپٹ کے کہا "وہین رہو۔ پاس نہ آنا" یہ حکم پاتے ہی وہ لوگ فاصلے پر ادب سے کھڑے
ہو گئے۔ اور کہا "ہم نے یہان کھنڈرون مین ان دو شخصون کو اس حال مین پایا کہ چھپ چھپے
کھڑے تھے اور آپ کی طرف آنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ تارون کی روشنی مین
اور دُور سے ہم نے ان کو باتین کرتے دیکھا۔ ہم نہایت ہی آہستہ آہستہ ان
اور جھپٹ کے گرفتار کر لیا۔ اور اب یہ حضور کے سامنے رسیون مین بندھے ہیں"
وہ شخص جو لالٹین لیے ہوئے تھا یہ سُن کے بولا "شاباش! رحمت خان شاباش! بھا
کا کہا ہو۔ لیکن ابھی غافل نہ ہونا۔ ان کھنڈرون مین اور بدمعاش بھی چھپے ہون گے اور جو
رحمت ان سے اب کوئی بچ کے نہین جا سکتا۔ ہمارے آدمی سب طرف پھیلے
اور جو جو ہو گا وہین گرفتار کر لیا جائے گا"

پہلا شخص (اُن دونوں آدمیوں سے) "بتاؤ تم یہاں کیوں آئے تھے؟"

ایک (بڑھیا کی طرف اشارہ کرکے) "ان بڑی بی سے ملنے کو۔"

دوسرا "جی ہاں - آج یہ ہمیں بلا آئی تھیں۔"

پہلا "اور ان کے لیے تم لائے کیا تھے؟"

ایک "لاتے کیا؟ کچھ نہیں۔ فقط ملاقات کو آئے تھے۔"

پہلا شخص (نوواردوں سے) "یہ یوں نہ بتائیں گے۔ الگ لیجا کے ان کی اچھی طرح مرمت کرو تاکہ اُنھیں اپنی بدمعاشیاں یاد آجائیں۔"

حکم کے ساتھ ہی لوگ اُن دونوں کو یہاں سے ہٹالے گئے۔ اور اُس پہلے شخص نے پھر بڑھیا کی طرف خطاب کرکے کہا "بڑی بی - خیریت اسی میں ہے کہ جو کچھ واقعہ ہو صاف صاف بیان کردو۔"

بڑھیا "بیان کیا کروں؟ کچھ معلوم ہو تو کہوں؟ میں مدت سے یہاں ان کھنڈروں میں رہتی ہوں - آج کوئی دو آدمی آئے اور اس پٹارے کو رکھ کے چلے گئے۔ میں نے اسے کھول کے دیکھا تو اس میں سے یہ عورت نکلی - اب میں کیا جانوں کہ کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے؟"

پہلا شخص (ساتھ والے سے) "محمدو - یہ ایسی آسانی سے نہ قبولے گی - تم اسے ذرا اُدھر آڑ میں لیجا کے سمجھاؤ کہ سچے سچے حالات بتادے - جب تک میں تنہائی میں اس نازنین سے جو غیر مردوں کے ہجوم سے گھبراتی اور شرم وندامت کے دریا میں ڈوبی جاتی ہے اصل کیفیت دریافت کروں۔" حکم پاتے ہی محمدو بڑھیا کو ہٹالے گیا - اور اس شخص نے جو محمدو کا آقا محمد منیر تھا نازنین کی طرف متوجہ ہو کے کہا "اب تم آزادی سے بتاؤ کہ کون ہو؟ اور یہاں کیونکر لائی گئیں؟"

نازنین - (رو رو کے) "اس بے آبروئی تو اچھا تھا کہ میں مرجاتی اور کوئی نام ونشان نہ پوچھتا - کس منہ سے اپنے گھرانے کا نام لوں؟ میرا نام سکینہ بیگم ہے - اور احسن اللہ خان منصف کی بیٹی ہوں - جو فتح گنج میں رہتے ہیں۔ وہ تو چند ہی روز ہوئے جلال نگر میں آئے ہیں۔ شاید ہی آپ نے اُن کا نام سنا ہو۔"

منیر "ہاں خوب جانتا ہوں - لیکن تم یہاں کیونکر آئیں؟"

سکینہ (آنسو پونچھ کے اور جوش گریہ کو جو آواز بند کیے دیتا تھا دبا کے) "آہ! آج ہی شادی تھی۔ نکاح ہوچکا - گھر سے سوار ہو کے سسرال جاتی تھی کہ قسمت یہاں لے آئی۔"

منیر ۔ "کیا تمھارے والد نے نہین سُنا تھا کہ آج کل حلال نگر مین دُلھنین راستے سے غائب ہو جایا کرتی ہین ؟"

سکینہ ۔ "سُنا کیون نہین ؟ سب ہی جانتے تھے ۔ اور اسی لیے ابّا جان آج کل شادی کرنے کے خلاف تھے ۔ مگر اماں کی ضد کے آگے اُن بیچارے کی کیا چل سکتی تھی ؟ ضد کرنے لگین کہ ایسی مبارک تاریخ پھر نہ نصیب ہوگی ۔ چاہے جو ہو شادی ضرور ہو جائے ۔ آخر مجبور ہو کے ابا جان راضی ہو گئے ۔ مگر پھر بھی یہ کیا کہ شادی بہت ہی چپ چھپاتے کی ۔ اور کسی کو معلوم بھی نہ ہونے دیا کہ مین کس دن رخصت ہون گی ۔ اس طرح چھپا کے راتون رات رخصت کیا کہ وہ جانتے تھے کسی کو رخصتی کی خبر ہی نہ ہوگی ۔"

منیر ۔ "اچھا تم پینس مین سوار ہو کے گھر سے چلین ۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا ؟"

سکینہ ۔ "میرے ساتھ کچھ زیادہ بھیڑ نہ تھی ۔ حفاظت کے لیے تھوڑے سے آدمی ساتھ ہو لیے تھے ۔ یکایک راستے مین کچھ غل ہوا ۔ لوگون مین مارپیٹ ہونے لگی ۔ کہار پینس چھوڑ کے بھاگے ۔ اتنے مین میرے گھر کی ماما نے جو ساتھ تھی قریب سر لا کے کہا "بیٹی جلدی پینس سے نکل کے ڈولی مین بیٹھ جاؤ ۔" مین ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی ڈولی مین بیٹھ گئی کہار ڈولی لے کے بھاگے ۔ ایک اندھیری گلی مین لا کے میری ڈولی رکھ دی ۔ اور کسی نے کوئی ایسی چیز سونگھائی کہ مجھے دین و دنیا کا ہوش نہ رہا ۔ پھر اُس کے بعد یہان آنکھ کھلی ہے ۔"

شخص ۔ "تو اچھا اب تم نہ ڈرو ۔ خدا نے بڑا فضل کیا کہ تمھین ۔ ان ظالمون کے پنجے سے چھڑا لیا مین تمھین احتیاط اور حفاظت کے ساتھ تمھارے گھر پہونچا دونگا ۔" یہ کہہ کے اُس نے آواز دی "محمدو ۔" محمدو فوراً بڑھیا کو لے کے واپس آیا ۔ اور کہا "حضور ! یہ تو کسی طرح نہین بتاتی ۔"

شخص (بڑھیا سے) "وزیرن ! مجھے پہچانا بھی کہ نہین ؟"

وزیرن ۔ "جی خوب پہچانا ۔ مگر آپ کو اتنا سیانا نہین جانتی تھی ۔ یہ نہین خبر تھی کہ میان منیر کی یہان تک [illegible] ہو سکے گی ۔"

منیر ۔ "مین تو تجھے ہمیشہ سے [illegible] جانتا تھا ۔ اور اسی لیے اپنے گھر مین تیرا آنا بند کرا دیا تھا ۔ مگر امان جان پر [illegible] ایسا جادو کر دیا تھا کہ وہ تیرے دم مین آ گئین ۔ اچھا اب بتا تو کیا چاہتی ہے [illegible] سمجھ لے کہ تیری جان میرے ہاتھ مین ہے ۔ ممکن ہے

کہ تجھے یہین مار کے ڈال دون اور کسی کو قیامت تک خبر نہ ہو کہ تو کیا ہو گئی۔ ممکن ہے کہ اس مظلوم حسینہ کو اور تجھے عدالت کے سپرد کر دون۔ ثبوت موجود ہی ہے۔ تو اور تیرے رفقا پھانسی پر لٹک جائین۔ اور حلال نگر تم بدمعاشون کے پنجے سے ہمیشہ کے لیے نجات پا جائے اور یہ بھی امکان مین ہے کہ تو میری مہ لقا کو جہان کہین ہو وہان سے لا کے میرے حوالے کر دے۔ آیندہ کے لیے ایسی بدمعاشیون سے توبہ کرے۔ اور مین تجھے چھوڑ دون۔ اور بغیر کسی سزا اور بدنامی کے تجھے آزادی مل جائے۔ بتا ان مین سے کون سی صورت تجھے منظور ہے۔؟"

وزیرن: "آپ کی دُلھن کو مین کہان سے لاؤن؟ مجھے کیا معلوم کہ وہ کہان گئین؟ اور کس کے پاس ہین؟ ہان یہ ہو سکتا ہے کہ اُن کے عوض آپ اِس لڑکی کو اپنی پیاری دُلھن بنائین۔ اور زیور جو یہ پہنے ہے میرا ہو۔"

منیسر: میرے مزاج مین زیادہ سختی نہین ہے۔ ہر معاملے مین جہان تک بنتا ہے نرمی ہی اختیار کرتا ہون۔ مگر تو مجھے سخت بنا دے گی۔ مجھے اس مین ذرا بھی شک نہین ہے کہ حلال نگر مین جتنی لڑکیان غائب ہوئین سب تیری ہی شرارت سے غائب ہوئین۔ اور سب کے غائب کرنے مین تو شریک تھی۔ اس کا مجھے پتہ لگ گیا کہ میری مہ لقا ایک رات تیرے گھر مین رہ کے گئی۔"

وزیرن۔ (بگڑ کے) "مین جانتی بھی نہین کہ وہ کیونکر گئین؟ کسی نے جھوٹ موٹ کہہ دیا اور آپ کو یقین آ گیا۔ جس نے کہا ہو اُس کا میرا سامنا تو کرائیے۔"

منیسر: سامنا بھی ہو جائے گا۔ مین نے تو یہ عہد کیا ہے کہ جب تک تمام مجرمون کا پتہ نہ لگا لونگا دم نہ لونگا۔ خیر اب معلوم ہو گیا کہ تو سیدھی طرح سے نہ قبولے گی۔" (محمود سے) "محمود۔ بس سب لوگون کو بلاؤ۔" حکم کے ساتھ ہی محمود نے ایک سیٹی جیب سے نکال کے بجائی۔ جس کی آواز سنتے ہی مختلف لوگون کے غول چارون طرف سے آ کے جمع ہو گئے جن مین وہ لوگ بھی تھے جنھون نے دو آدمیون کو گرفتار کیا تھا۔ اور اُنھین رسیون مین باندھے ہوئے اپنے ساتھ لائے تھے۔ اِن سب کی مجموعی تعداد پچیس آدمیون سے کم نہ تھی جو اتنی دُور ٹھہرا دئے گئے کہ مظلوم دُلھن تک اُن کی نظر نہین پہونچ سکتی تھی۔

ان سب لوگون کو یکجا جمع اور خوش خوش دیکھ کے نہایت اطمینان کے ساتھ قریب کے منیسر نے کہا تم لوگون نے نہایت ہی بہادری اور لیاقت سے کام کیا۔ اِن کھنڈرون کو

ایسی خوبی سے گھیر لیا کہ کسی کو آہٹ بھی نہین معلوم ہو سکی - اب اس بڑھیا کے منھ مین کپڑا ٹھونس کے اسی پٹارے مین بند کرو - اور دیکھو تو کوٹھری مین اگر کوئی بڑا صندوق ل جائے تو اُس مین ان دونون بدمعاشون کو بھی جو گرفتار ہوئے ہین منھون مین کپڑا ٹھونس ٹھونس کے بند کرو - مگر ایک پالکی کی ضرورت ہے - وہ یہان کہان ملے گی ؟"

رحمت خان "خداوند پالکی موجود ہے - مگر احتیاط کے لیے ہم کہارون کو نہین لائے - ہمارے دو سپاہی اپنے کندھون پر اُٹھا لائے ہین "

منیر "بہت اچھا کیا (محمود سے) تو اُسی پالکی مین تم اس مظلوم لڑکی کو بٹھاؤ اور جس قدر جلد ہو سکے سب کو گھر کی طرف روانہ کرو "

محمود "ابھی" یہ کہہ کے اُس نے وزیرن کو ایک گھونسا دے کے کہا "بتا تیری کوٹھری مین کوئی صندوق ہے یا نہین ؟ "

وزیرن "تو مارتے کیون ہو ؟ مین صندوق لائے دیتی ہون " یہ کہہ کے محمود اور ایک سپاہی اُس کی کوٹھری مین گھسے تو کیا دیکھتے ہین کہ اُس مین ایک الماری جس کے پٹ کھلے ہین چراغ روشن ہے - اور اُسی مین ہر قسم کے اسلحہ - چھریان - قرولیان کٹاریں تلوارین - ترتیب سے سجائی ہوئی ہین - زمین کھودنے کے آلات - پھاوڑا - کدال - گدالا کھرپی - اور بیلچہ - وغیرہ بھی ایک طرف جمع ہین - اور اُنھین کے برابر اوسط درجے کے چار صندوق رکھے ہین - یہ سامان دیکھ کے محمود نے پکار کے کہا "حضور ذرا یہان آکے تو ملاحظہ فرمائین " سنتے ہی منیر اندر گیا تو اِن سب چیزون کو دیکھ کے متحیر ہو گیا اور کہا "جی ہان انسان کشی اور سنگین جرائم کا پورا سامان جمع ہے - اور دیکھو تو اس طرح چھپا کے رکھا ہے کہ اُس کی ایک شعاع بھی باہر نہین آ سکتی - اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسے صدہا سال سے یہان کبھی روشنی نہین ہوئی تھی خیر اب دیکھون صندوقون مین کیا ہے " محمود نے وزیرن سے کنجیان لے کے صندوق کھولے تو اُن مین صدہا وضعون کے مختلف زنانے اور مردانے کپڑے نکلے جن کے ذریعے سے انسان جیسا بھیس چاہے بدل سکے - منیر نے ہر ہر لباس کو غور سے دیکھا - پھر صندوقون کے کپڑے الماری مین رکھوا کے انھین خالی کرا لیا اور

وہ دونون آدمی جو گرفتار کیے گئے تھے اُن کے منھون مین کپڑا ٹھونسوا کے اور اُنھین رسیون مین جکڑ جکڑ کے گٹھریان بنایا۔ اُن صندوقون مین ڈال کے بند کیا۔ پھر اُن دونون صندوقون کو باہر لاکے وزیرن کو پٹارے مین بند کیا۔ خوف زدہ عروس مسکین کو جو ان لوگون کو دیکھ دیکھ کے سہمی جاتی تھی پالکی مین سوار کیا۔ اور سپاہی پالکی پٹارے اور صندوقون کو اُٹھاکے اُن کھنڈرون سے نکلے اور آبادی کی طرف روانہ ہوے جنھین منیر نے تاکید کر دی تھی کہ ایک ساتھ غول باندھ کے شہر مین نہ جائین۔ بلکہ سب منتشر ہو کے آگے پیچھے روانہ ہون۔

بارھوان باب

صورت سنگھ

مرغ سحر نے آواز دی۔ اور آخر شب کے سوے ہوے زاہد نے آنکھ کھلتے ہی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کے خدا کا نام لیا۔ تارون کی خمار آلود آنکھین جھپکنا شروع ہوئین۔ اور شاہدان فلک کے چہرے اتر گئے۔ اسی حالت مین ایک نازک اندام حسینہ جس کی آنکھ ساری رات جاگنے اور تنہائی مین خوف و دہشت کے ساتھ کروٹین بدلنے کے بعد ابھی ابھی ذرا یونھین سی جھپک گئی تھی گھبرائی اور اُبی ہوئی سانسین لیتے لیتے زور سے چیخنے اور غل مچانے لگی۔ اُس کی بھیانک آواز سے منیر جو اُس کے برابر ہی دوسرے کمرے مین سو رہا تھا چونک پڑا۔ بے اختیار اُس کی طرف دوڑا۔ اور پکارنے لگا "سکینہ بیگم! کلمہ پڑھو!" اُس کے بار بار جگانے سے نازنین کی آنکھ کھلی مگر نازک چہرہ وفور خوف سے زرد تھا مارے سہمی ہوئی تھی۔ اور دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ جاگنے پر بھی اُس کا ... دور نہ ہوا تو منیر نے شفقت کے لہجے مین پوچھا "کیا ڈر گئین؟"

سکینہ "جی ہان ایسی ڈری کہ ابھی تک ہوش نہین ٹھکانے ہین"

منیر "تم تنہائی کی وجہ سے ڈرین۔ اکیلے رہنے کا کبھی کیون اتفاق ہونے لگا تھا؟"

سکینہ (حواس درست کر کے) "مجھے نیند تھوڑے ہی آئی۔ ساری رات اُلجھتے ہی ... ہے۔ ابھی ابھی صبح ہوتے ایک دم کے دم کو ذرا آنکھ جھپک گئی تھی کہ یہ آفت ... گھڑی ... آپ کیا کیجیے؟ میری قسمت ہی ایسی ہے"

منیر:- مجھے رات ہی کو تمھاری تنہائی کا خیال آیا تھا۔ مگر اُس وقت کوئی تدبیر نہ بن پڑی کسی غیر عورت کو تمھارے پاس سُلانا مناسب نہین معلوم ہوا۔ اور خود مین یہان سوتا تو اُس مین میری تمھاری دونون کی بدنامی تھی۔"

سکینہ:- آپ کے احسانون کا تو بدلہ ہو ہی نہین سکتا۔ آپ نہ ہوتے تو خدا جانے اب تک مین زندہ ہوتی یا مردہ؟ اور زندہ بھی ہوتی تو کسے خبر ہو کہ کہان ہوتی اور کس حال مین ہوتی؟ خدا کا ہزار ہزار شکر ہو کہ میری بےکسی پر ترس کھا کے آپ کو اُس بھیانک مقام مین پہونچا دیا۔ اور ایسے نیک اور شریف آدمی کو میرا محسن بنایا جسے میری آبرو کا اس قدر پاس ہو۔"

منیر:- صبح ہو گئی! اور الحمد للہ کہ خدا نے یہ قیامت کی رات خیریت سے کاٹ دی۔ اب کوئی ڈرنے اور گھبرانے کا مقام نہین ہو۔ ذرا دن چڑھ لے تو مین تمھارے گھر پہونچا دون۔ اب اجازت دو تو مین نماز پڑھ آؤن۔ اور جو اکیلی ڈرتی ہو تو خیر یہین پڑھ لون۔"

سکینہ:- آپ شوق سے جا کے نماز پڑھین۔ یہی نہ کہ مین ڈرون گی۔ اسے آپ کیا کیجیے گا؟ یہ تو میری قسمت ہی مین ہو۔ کیا کہون۔ مجھ پر تو ایسی قیامت گزری ہو کہ آج ہی نہین زندگی بھر یونہین ڈر ڈر کے چونک پڑا کرون گی۔"

منیر:- تو پھر مین یہین نماز پڑھ لون گا۔" یہ کہتے ہی محمدو کو آواز دی۔ مگر وہ پچھلے کو آتے ہی پڑ کے ایسا غافل سو گیا تھا کہ آنکھ نہ کھلی۔ احمد خان جو یہین گھر مین رہتا تھا چونک کے بولا "حاضر" اور اپنے آقا کے حکم کے مطابق آفتابہ سلفچی لا کے وضو کرایا۔ جانماز بچھا دی۔ اور قرآن مجید بھی لا کے قریب رکھ دیا اس لیے کہ نماز فجر کے بعد منیر کی تلاوت کبھی ناغہ نہ ہوتی تھی۔

وضو کے بعد تولیے سے منھ پونچھتے ہوے منیر نے سکینہ بیگم سے کہا "اب تم دل مضبوط رکھنا۔ مین تمھارے پاس ہی نماز پڑھتا ہون۔"

سکینہ:- پڑھیے۔ اس سے میرے دل کو اور قوت ہو گی۔ بلکہ نماز کے بعد آپ مجھ پر دم کر دیں گے تو میرا سارا ڈر جاتا رہے گا۔"

منیر:- خدا کرے میری پھونک مین ایسا اثر ہو۔"

سکینہ:- آپ کی پھونک مین بڑا اثر ہو۔ میرے حق مین تو آپ کا دم دمِ عیسیٰ بن گیا۔"

سکینہ کی زبان سے یہ فقرہ سُن سکے بیٹر نے دل مین کہا "یہ لڑکی پڑھی لکھی اور قابل معلوم ہوتی ہے۔ کوئی جاہل لڑکی ایسا فقرہ زبان پر لانا کیسا اسے سمجھ بھی نہ سکتی۔" اب بیٹر نے تکبیر کہہ کے نماز شروع کی اور سکینہ خاموشی کے ساتھ عالم خیال مین خدا جانے کہان کہان کی ٹھوکرین کھاتی پھرتی تھی۔ کبھی وہ اپنے گھر مین ہوتی۔ اپنی ماں بہنون اور باپ بھائیون سے باتین کرتی۔ کبھی سُسرال مین ہوتی جہان دولھا کی اُس خیالی تصویر کے سامنے جو اُس کی آرزون اور اُس کے مذاق وخیال کی کھینچی ہوئی ہوتی شرما کے منھ چھپاتی۔ کبھی ساس اور نند بھاوجون کے لفظون پر غور کرتی کہ اُن مین کوئی طعن وتشنیع کی بات تو نہین ہے۔ اور آخر دونون گھرون سے نکل کے اُسی اُجاڑ کھنڈر مین جا پہونچتی اور خواب کی طرح بیداری ہی مین چونک پڑتی۔

دیر تک ان خیالی سرگردانیون مین مبتلا رہنے کے بعد اُسی گھر مین آگئی جس مین ہے اور سوچنے لگی کہ اب میرا کیا انجام ہوگا؟ دل مین کہنے لگی "یہ محسن کہتے ہین کہ تھوڑی دیر مین مجھے میرے گھر پہونچا دین گے۔ مگر مین وہان کیا منھ لے کے جاؤن گی؟ یہ صورت اب کسی کو دکھانے کے قابل رہی ہے؟ اب میرا گھر ہی کہان؟ جس گھر مین پیدا ہوئی اور پل کے اتنی بڑی ہوئی وہ اُسی وقت چھوٹ گیا جب مین رخصت کر کے سوار کرا دی گئی۔ اب وہان اپنا گھر سمجھ کے نہین جا سکتی۔ اور نہ سوا دو چار دن مہمان رہنے کے وہان زیادہ ٹھہر سکتی ہون۔ دوسرا مکان جسے اپنا گھر بنایا تھا وہ البتہ میرا گھر ہوتا بشرطیکہ وہان پہونچتی۔ اور عزت وآبرو سے اُتاری جاتی۔ مگر ایسی قسمت کہان تھی؟ راستے ہی مین خدا جانے کہان سے کہان پہونچ گئی؟ آہ! عورت تو بڑی بدنصیب ہے! اگر مرد ہوتا تو اُس کے ساتھ چاہے جیسے جھگڑے پیش آتے عیب نہ تھا۔ مگر عورت میکے اور سُسرال سے ایک گھڑی کے لیے بھی ہٹی اور زندگی بھر کے لیے گئی گزری ہوئی۔ اب مین اپنے ماں باپ کے وہان جاؤن یا ساس سسر کے وہان کہین سے مین نہین بچ سکتی۔ میری مجبوری اور بے بسی کو کوئی نہ دیکھے گا۔ عیب لگانے اور نام رکھنے کو سب تیار ہو جائین گے۔ یہی کہین گے کہ جب ہماری نظر سے اوجھل ہوئی تو کسے خبر ہے کہ کہان رہی اور کس کے پاس رات کاٹی آہ! میرے لیے یہی اچھا تھا کہ اسی کھنڈر مین مار ڈالی جاتی۔ اور پھر کبھی دنیا مین کوئی میرا نام نہ سنتا۔" ان خیالات نے

سکینہ کی۔ آیندہ زندگی کو ایک ایسا معمہ بنا دیا تھا جسے وہ کسی طرح نہ حل کر سکتی۔

آخر نامرادیون اور مایوسیون کے ہجوم سے آنکھون مین آنسو بھر آئے اور ہر طرف در و دیوار کو خوف اور حسرت کی نگاہون سے دیکھنے لگی۔ منیر نے تلاوت قرآن مین اُس کی اِس حالت کو کئی بار دیکھا۔ مگر چونکہ قرآن پڑھنے مین کبھی بات نہین کرتا تھا اس لیے خاموش رہا تھوڑی دیر کے بعد اُس نے قرآن کو گردان کے جُزدان مین رکھا۔ اور سکینہ سے جو پاس ہی پلنگ پر یاس و حسرت کی مجسم تصویر بنی بیٹھی تھی کہا "تم مجھے اب بھی بہت پریشان معلوم ہوتی ہو۔ حالانکہ اب تمھین اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھنا چاہیے"

یہ فقرہ سنتے ہی سکینہ چونک سی پڑی۔ اور خوف و دہشت کی نگاہون سے منیر کی صورت دیکھنے لگی۔ یون تو کل سے ساتھ رہا تھا مگر منیر نے اس وقت اُس کی صورت غور سے دیکھی اور اُس کے لباس پر ذرا تفصیلی نظر ڈالی۔ ایسی پری جمال اور ماہوش نازنین کبھی نظر سے نہین گزری تھی۔ مہ لقا اگرچہ اُس کے دل پر قابض تھی مگر اُس کا حُسن سکینہ بیگم کی رعنائی و دلربائی کے سامنے کوئی چیز نہ تھا۔ شہزادی کے بازاری حسن نے بھی اپنی زبردستیون سے اُس کے دل مین کسی حد تک جگہ پیدا کر لی تھی۔ مگر اُس کا شوخ و بیباک چہرہ بھی سکینہ کے متین اور حورانِ جنت کی سی پاک دامنی ظاہر کرنے والے رخ زیبا کے آگے گہنایا ہوا چاند تھا۔ اِس حسن و جمال مین عروسانہ لباس اور مرصع زیور نے جلا دے دی تھی۔ اور سہاگ کے عطر کی لپٹین اُسے پری بنائے لیے اُڑتی تھین۔ پُر نشان جبین ناز پر چاند ٹیکہ اور گلوئے مصفا مین جگنو اور دُھکدُھکی نے یہ سمان پیدا کر دیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا ستارے بدر کامل پر عاشق ہو کے چارون طرف سے دوڑ دوڑ کے پاس سمٹ آئے ہین۔ اور عاشقانہ بیتابی کے ساتھ پیشانی اور گالون گلے اور غبغب کے بوسے لے رہے ہین۔ یہ عالم حسن دیکھتے ہی قریب تھا کہ منیر بے اختیار ایک ٹھنڈی سانس لے یا اپنی پری جبینہ کے حسن کی تعریف مین کوئی کلمہ زبان سے نکالے مگر اُسے اپنی طرف خوف و حیرت کی سہمی ہوئی نظر سے دیکھتے دیکھ کے سمجھا کہ میرے اِسی فقرے نے کہ "اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو" اس مہ جبین کے دل مین بدگمانی پیدا کر دی ہے۔ اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا "تم اگر یہان گھبراتی ہو تو اِسی وقت ڈولی منگوا دون اپنے گھر چلی جاؤ"

سکینہ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) آہ! میرا گھر کہان؟ خانمان برباد ہون۔"

منیر (حیرت سے) "رات کو تم نے بتایا تھا کہ احسن اللہ خان صاحب منصف کی بیٹی ہون۔"

سکینہ "جی ہان اُن کی بیٹی تو ہون مگر اُن کا گھر اب میرا گھر نہین جس گھر سے مین زندگی بھر کے لیے شریعت شریف کے موافق رخصت کر دی گئی اُس گھر سے مجھے کیا واسطہ رہا؟"

منیر "تو شاید تم اپنی سسرال جانا چاہتی ہو؟"

سکینہ "گھر سے تو وہین جانے کے لیے سوار ہوئی تھی مگر پہونچنا مقدر مین نہ تھا ساتھ والون سے چھوٹ کے رات بھر جدا رہی۔ اور جس کی ہونے والی تھی اُس کی ہو نہ سکی۔ پھر اب وہان کیا منھ لے کے جاؤن؟ اور کیونکر کسی سے چار آنکھین کرون؟ وہ لوگ شاہجہان پور سے بیاہنے کو آئے تھے۔ کل ہی پرسون واپس چلے جائین گے۔ اور پروا بھی نہ کرین گے کہ سکینہ کون تھی، اور کیا ہوئی۔ وہ شخص جس سے نکاح ہوا یہین رہتا ہی اس لیے کہ پولیس کے دفتر مین نوکر ہی۔ اُسے بھی مین کیون یاد آنے لگی تھی؟"

منیر "تو پھر کہان جانا چاہتی ہو؟"

سکینہ "مجھے آپ وہان پہونچا دیجیے جہان سے لائے ہین۔ وہ لوگ یہ زیور لے کے مجھے ہمیشہ کے لیے ناپید کر دین گے اور پھر اس ناپاک صورت کو کوئی نہ دیکھے گا۔"

منیر "اس قدر مایوس ہو گئی ہو۔ ان پاک دامنی و عصمت شعاری کے شریفانہ خیالات نے بھرے دل پر برا اثر کیا ہی۔ اور حقیقت مین جس لڑکی کی حالت تمھاری سی ہو بڑی واجب الرحم ہی۔"

سکینہ "اور اس کے ساتھ رحم یہی ہو کہ چھریان بھونک کے اُس کا کام تمام کر دیا جائے تاکہ قیامت تک اپنی بدنامیون اور رسوائیون کو گلے سے لگائے خاک مین دبی پڑی رہی۔"

منیر (آبدیدہ ہو کے) "سکینہ بیگم ایسی باتین نہ کرو کہ سننے والے کا کلیجہ پھٹ جائے آہ! مین خود ستم زدہ ہون۔ دل و جگر مین زخم پڑے ہوئے ہین۔ اور افسوس تم اُن زخمون کو پھر تازہ کیے دیتی ہو۔"

سکینہ (تعجب سے) "معاف کیجیے۔ مجھے نہین معلوم تھا کہ میری ان باتون سے آپ کے دل کو صدمہ پہونچے گا۔"

منیر کا دل بھرا ہوا تھا ہی ایک ہمدرد پا کے طبیعت ایسی اختیار سے باہر ہو گئی کہ زار و قطار رونے لگا اُسے اس حال مین دیکھ کے سکینہ اپنی مصیبت بھول گئی۔

اور بے اختیار کہنے لگی "بہن! آپ ہین تو اتنا بھی ضبط نہین جتنا مجھ مین ہی! اب تو نہیے اپنا دکھ کہتے بھی ڈر لگے گا۔ آخر کچھ معلوم تو ہو کہ آپ کیون اس قدر حیران ہین؟"
منیر (آنسو پونچھ کے) "تمھارا میرا درد ایک ہی طرح کا ہی۔ اور ہم دونون واقعی ایک دوسرے کے ہمدرد ہین۔ مین بڑا ضابط ہون۔ کبھی کسی کے سامنے اُف تک نہین کرتا۔ مگر تمھاری حالت دیکھ کے نہ رہا گیا۔ دل مین ایسی چوٹ لگی کہ اختیار سے باہر ہو گیا اور تم سے کہتا ہون کہ

بنال بلبل اگر با منت سر یاری است ٭ کہ ما دو عاشق زاریم و کار ما زاری است

یقین ہی تم اس شعر کا مطلب سمجھ گئی ہوگی"
سکینہ "ہان اتنی فارسی سمجھ لیتی ہون۔ مگر خدا کے لیے کچھ اپنا حال تو بیان کیجیے"
منیر "افسوس تم میری حالت سُن ہی نہ سکو گی ؏ سناؤن حال دل طاقت اگر ہو سننے والے مین۔ تمھارے دُکھے ہوئے دل کو دُکھانے سے کیا فائدہ؟"
سکینہ "نہین۔ مین دل کو مضبوط کر کے سنون گی۔ آپ فرمائین تو سہی"
منیر "میری شادی کو ابھی مہینہ نہین گزرا ہی۔ میری معشوقہ مہ لقا بیگم میری خالہ کی بیٹی تھی جس سے مجھے بچپن سے عشق تھا۔ اُس سے زیادہ قابل۔ لکھی پڑھی۔ پری جمال۔ اور باکمال لڑکی سارے شہر مین نہ ملے گی۔ ایک انگریزن کی تعلیم نے ہندوستان کی عام عورتون کے خلاف اُس مین ایسا عجیب حوصلہ پیدا کر دیا تھا کہ جب حلال نگر مین بازار حسن پر ڈاکہ پڑنے کا حال سُنا اور دیکھا کہ مجرم کسی طرح نہین گرفتار ہوتے تو آمادہ ہو گئی کہ اپنی بہنون کی ہمدردی کے لیے خود اپنے آپ کو آفت مین پھنسا دے۔ مجھ سے کہا کہ مین ایک جہاد کرون گی۔ جس مین یا تو فتحیاب اور کامیاب ہو کے واپس آؤن گی۔ یا اسی کوشش مین جان دون گی۔ شہر مین دلھنین غائب ہونے کی خبرین سُن کے مین نے شادی کو روک دیا۔ مگر اُس نے ایک نہ سُنی اور کچھ اس طرح ضد کی کہ مین نے اپنے والدین کو شادی پر آمادہ کر دیا۔ شادی کی تاریخ مقرر ہوئی۔ مین دولھا بن کے بیاہنے کو گیا اُسے رخصت کرایا۔ اور برات بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے آتی تھی کہ راستے مین میری پیاری مہ لقا بیگم غائب ہو گئی۔ مین نے اُس سے عہد کیا تھا اور اُسی عہد پر آج تک قائم ہون کہ اپنی مہ لقا کی جستجو مین ساری زندگی صرف

کروں گا۔ اور جب تک وہ نہ ملے گی چین نہ لوں گا۔ مین نے دنیا کے سارے کام چھوڑ دیے ہین۔ اور اسی دُھن مین لگا رہتا ہون۔ یہی دُھن تھی جس کی بدولت اُس کھنڈر مین پہونچا اور تمھین اُن ظالمون کے ہاتھ سے چھڑایا۔"

سکینہ "بے شک آپ کا غم میرے غم سے بڑھا ہوا ہے۔ کاش میرے عوض آپ کو مہ لقا بیگم مل جائین۔ آپ اُن کی صورت دیکھ چکے ہین اور وہ آپ کو دیکھ چکی ہین۔ جو صدمہ آپ دونون کے دلون کو ہو سکتا ہے مجھے نہین ہو سکتا۔ مین تو ایسے کے ساتھ جاتی تھی جسے نہ کبھی مین نے دیکھا اور نہ کبھی اُس نے مجھے دیکھا۔ ملنے کے بعد شاید محبت ہو جاتی۔ مگر ابھی تو اُسے پروا بھی نہ ہوگی۔ دل مین کہتا ہوگا کہ گئی تو بلا سے کسی دوسری کو بیاہ لاؤن گا؟"

منیر "ایسا نہ کہو۔ شریف جس کا ہاتھ پکڑتے ہین چاہے صورت دیکھی ہو یا نہ دیکھی ہو اُسے اپنی عزت و آبرو سمجھتے۔ اور اُس کی حمایت مین جان دے دیتے ہین۔"

سکینہ "یہ سچ ہے۔ مگر یہ بھی تو خود غرضی ہی ٹھہری نہ؟ اپنی آبرو پر بے شک جان دے دیتے ہین۔ مگر اُس کی صورت سے تو دل کو لگاؤ نہین ہوتا؟ مجھے تو آپ کی دلھن مہ لقا بیگم کا حال سُن کے اُن کے نام سے عشق ہو گیا۔ جو بی بی ساری قوم کی عورتون کے لیے اپنی جان دینے پر آمادہ ہو جائے اُس سے جس قدر محبت کی جائے کم ہے۔ مجھے وہ ملتین تو اُن کے قدم دھو دھو کے پیتی۔ مگر یہ تو بتایئے کہ رات کو اُن کھنڈرون مین آپ کیونکر اور کس خیال سے پہونچے؟ ایسی اندھیری رات مین کسی کو وہان جانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

منیر "یہ تو مین کہہ چکا ہون کہ رات دن اِسی جستجو مین رہا کرتا ہون کہ یہ لڑکیان کیونکر غائب ہو جاتی ہین۔ اور انھین کون لے جاتا ہے۔ وزیر ن پر مجھے کسی قدر بدگمانی تھی۔ مہ لقا نے بدگمانی کو جانے سے پہلے اور قوی کر دیا تھا۔ بعد کو اُڑتی سی خبر ملی کہ اس جرم مین وہ شریک ہے۔ اب مین نے اُس سے سازگانٹھ شروع کیا۔ مگر وہ اتنی سیانی تھی کہ کبھی کسی بات کا پتہ نہین دیا۔ لیکن میرا خدمتگار محمد واُس سے بھی زیادہ سیانا نکلا۔ اُس نے اپنے دو چار دوستون کو لگا دیا کہ اُس کی نگرانی کرتے رہین۔ آخر اُن کے ذریعے سے پتہ چلا کہ شہر مین ایک دفعہ کسی لڑکی کے غائب ہونے کے دن یہ اُن کھنڈرون مین گئی تھی۔ مین منتظر ہوا کہ کوئی شادی ہو تو اُس وقت وہان جا کے اُس کی حرکتون کا اندازہ کرون۔ شہر مین دُلھنون کے غائب ہونے کی وجہ سے ایسی آفت مچی ہوئی ہو کہ آجکل بہت کم شادیان

ہوتی ہین۔ آخر اُسی وزیرن سے پرسون تمھاری شادی کا حال معلوم ہوا“

سکینہ ”اُسے کیونکر پتہ لگا؟ ابا جان نے تو اس قدر پوشیدہ رکھا تھا کہ خود عزیزون اور پاس پڑوس والون تک کو خبر نہ تھی“

منیر ”مگر جس طرح ہو وزیرن نے پتہ لگا لیا۔ اور کل ہی مجھے ایک جاسوس سے یہ خبر لگی کہ صبح یہ دو گھڑی کے لیے اُن کھنڈرون مین گئی تھی۔ یہ سُن کے مجھے فکر ہوئی کہ دیکھون آج وزیرن کہان رہتی ہے؟ دو گھڑی رات گئے محمود کو اپنے ایک جاسوس سے معلوم ہوا کہ شام ہی سے وزیرن کھنڈرون مین گئی ہے۔ محمود نے ارادہ کیا کہ محمود کو ساتھ لے کے اکیلا وہان جاؤن اور دیکھون یہ کیا کرتی ہے۔ مگر محمود نے کہا اکیلے جانا ٹھیک نہین ہے۔ اور مجھ سے اجازت لے کے پچیس جیالے سپاہیون کو بلا کے کہہ دیا کہ اُن کھنڈرون مین ادھر اُدھر لگے رہین اور جدھر سے کسی سیٹی کی آواز سُنین دوڑ پڑین۔ اس قرارداد کے مطابق رات کو مین اُن کھنڈرون مین گیا۔ غنیمت یہ ہوا کہ ایک ہفتہ پہلے مین اُن کو دن مین دیکھ آیا تھا۔ اور اُن دالانون کا راستہ خوب سمجھ لیا تھا۔ اور یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ اُنھین دالانون کے اندر ایک کوٹھری مین قفل پڑا ہے جسے مین نے خیال کیا کہ غالباً وزیرن کا ہے۔ غرض کل ہم دونون وہان وزیرن کے بعد پہونچے اور دونون اس طرح خاموشی سے کہ کسی کو آہٹ بھی نہ معلوم ہو دالانون کی چھت پر چڑھ گئے۔ اور وہان سے بیٹھ کے دیکھنے لگے کہ وزیرن تنہائی مین کیا کرتی ہے۔ اور باقی سب لوگ ادھر اُدھر چھپ رہے۔ مجھے پہونچے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک پٹارا سر پر لیے ہوئے ایک شخص آیا جس کے ہمراہ ایک اور شخص بھی تھا۔ اُنھون نے پٹارا رکھ کے وزیرن کو پکارا۔ اُسنے آکے اُن سے پٹارے کی کنجی لی اور دونون سے کہا کہ یہان سے دُور جا کے بیٹھو۔ اُن کے جانے کے بعد وزیرن نے پٹارا کھول کے تمھین نکالا۔ ہوش مین لائی اور تمھاری آہ و زاری پر جور و تشدد کرنے لگی تو ہم سے نہ رہا گیا۔ ہم دونون نے فوراً آکے تمھین اُس کے ہاتھ سے چھڑا لیا اور اُسے گرفتار کر لیا۔ پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا تم نے دیکھا ہی ہے“

سکینہ ”اور میرے لانے کے لیے آپ کو وہان پالکی کہان سے مل گئی؟“

منیر ”یہ آدمیون کی ہوشیاری تھی کہ سپاہیون کے کندھے پر رکھوا کے ایک پالکی بھی ساتھ لیتے گئے تھے“

سکینہ:- "اچھا اب وزیرن اور اُس کے دونون ساتھی کہان ہین؟"
منیر:- "میرے پاس گرفتار ہین۔ مین نے اُن کو اپنے گھر مین ایک کوٹھری کے اندر بند کر رکھا ہے اُنھین کے ذریعے سے مین اُن ڈاکون کا پتہ لگاؤن گا جو حسن و جمال پر پڑ رہے ہین۔ شاید اسی سلسلے مین میری مہ لقا بھی مل جائے؟"
سکینہ:- "مگر ہوشیاری سے رکھیے گا۔ ایسا نہ ہو وہ بھاگ جائین"
منیر:- "اب بھلا کیا بھاگ سکتے ہین؟ خیر اب تم بتاؤ کہ تمھین کہان پہنچا دیا جائے؟"
سکینہ:- "میری جو کچھ تمنا ہے اُسے سُن کے آپ خفا تو نہ ہون گے؟"
منیر:- "خفا ہونا کیسا؟ جہان تک بنے گا مین تمھاری تمنا بر لانے کی کوشش کرون گا"
سکینہ:- "میرا جی چاہتا ہے کہ جس طرح مہ لقا بیگم نے بیڑا اٹھایا ہے کہ مظلوم اور بے بس لڑکیون کو اس آفت سے نجات دلائین اُسی طرح مین بیڑا اُٹھالون کہ جب تک مہ لقا بیگم کی یہ آرزو پوری ہو ہتن اُن کی اور آپ کی مدد کرنے کے سوا نہ دنیا کا کوئی کام کرون اور نہ کسی عزیز سے ملون"
منیر:- (تعجب سے) "یہ بھلا تم سے ہو سکے گا؟"
سکینہ:- "مین کس قابل ہون کہ مجھ سے کچھ ہو سکے گا؟ مگر جہان تک بنے گا آپ کو مدد دون گی۔ آپ جو حکم دین گے اُسے بجا لاؤن گی۔ اور آپ کی لونڈی بنی رہون گی"
منیر:- "تم سے مدد تو بہت مل سکتی مگر یہ مشکل معاملہ ہے۔ اول تو تمھارا کہین آنا جانا دشوار ہے جہان جاؤ گی پہچان لی جاؤ گی۔ دوسرے میرے ساتھ رہنے مین ہماری تمھاری دونون کی بدنامی ہے۔ ہزار پاکبازی سے ملین دنیا بدگمانی ہی کی نظر سے دیکھے گی"
سکینہ:- "اس کے لیے مین یہ سوچی ہون کہ مردانہ بھیس کر کے باہر نکلنے لگون گی۔ جہان بھیجیے گا چلی جاؤن گی۔ جہان رکھیے گا رہون گی۔ اور اگر ضرورت ہو گی تو عورت بن کے زنانے مکانون مین بھی چلی جاؤن گی"
منیر:- "اچھا فرض کرو کہ تم عورت کا بھیس کر کے کسی زنانے مکان مین گئین۔ اور کسی نے پہچان لیا تو کیا کرو گی؟"
سکینہ:- "سوا چند گھر والون کے کوئی عورت مجھے پہچانتی ہی نہین۔ ابا جان کو یہان آئے تھوڑے ہی دن ہوئے ہین۔ اور اُن کا قاعدہ ہے کہ اپنی عورتون کو کسی کے یہان آنے جانے

نہیں دیتے - اور چاہے کوئی کیسا ہی شریف اور معزز گھرانا ہو اُس سے وہ اتنی رسم و راہ نہیں بڑھاتے کہ عورتوں کی آمد و رفت ہو- اس لیے یہاں سوا میری ماں بہنوں اور ایک خالہ کے جو گھر میں ہیں شہر بھر کی کسی عورت نے مجھے نہیں دیکھا ہے"

منیر "اگر تم اپنے اس ارادے پر پوری طرح قائم رہیں تو یقین ہے کہ مدعا بہت جلد مل جائے گی - اور میں تمہارا نہایت ہی احسان مند ہوں گا - لیکن پھر بھی مجھے یہ دشوار نظر آتا ہے"

سکینہ "اگر آپ اسے پسند کرتے ہیں تو پھر کوئی دشواری نہیں ہے"

منیر "پہلی یہی دشواری ہے کہ میرے نوکروں کو تمہارے آنے کا حال معلوم ہو چکا ہے وہ تمہیں پہچان گئے ہیں - اُنھیں تمہاری کیفیت معلوم رہے گی اور اُن سے سارے شہر میں مشہور ہو جائے گا"

سکینہ "اچھا تو ایک کام کیجیے - میں ایک مردانہ جوڑا آپ سے لوں اور اسی وقت ڈولی پر بیٹھ کے چلی جاؤں - اور سب لوگ جان جائیں کہ آپ نے مجھے میرے گھر پہونچا دیا - آپ کا آدمی محمد جو مجھے پہچان چکا ہے ساتھ جا کے مجھے کسی خالی مکان میں اتروا دے اور کہاروں کو رخصت کر کے دم بھر دروازے کے اوپر ٹھہرا رہے - تب تک میں مردانے کپڑے پہن کے اور مردوں کا بھیس کر کے پیدل اُس کے ساتھ واپس آؤں - اور اس سے الگ ہو کے آپ کا کوئی رشتہ دار بن کے یہاں آؤں اور آپ کے ساتھ رہنے لگوں"

منیر (سوچ کے) "ہے تو ٹھیک - اور محمد پر مجھے بھروسا بھی ہے کہ اس راز کو ظاہر ہونے نہ دے گا - مگر عزیز داری کا ظاہر کرنا مشکل ہے - والدہ اور والد نہ کہیں گے کہ یہ کون سا عزیز لڑکا پیدا ہو گیا جسے ہم نہیں جانتے؟"

سکینہ "اچھا تو میں آپ کی دوستی کا دعوی کروں گی - اور کہوں گی کہ ہم دونوں اسکول میں ہم سبق رہے تھے"

منیر "ہاں اس میں مضائقہ نہیں ہے - مگر خوب سوچ لو - ایسا نہ ہو کہ بعد کو پچھتاؤ - اور ماں باپ کو یاد کر کے پریشان ہو"

سکینہ "نہیں - میں نہ پچھتاؤں گی - مگر آپ وعدہ کر لیں کہ دوستی کو آخر تک نباہ دیں گے - اور میری آبرو بچانے کے ذمہ دار رہیں گے"

منیر:- یہ سب ہو جائے گا۔ مگر تم اِن لمبے بالون اور ناک کان کے بے اون (سوراخون) کو کیونکر چھپاؤ گی؟"

سکینہ:- "مین بال کٹوا ڈالون گی۔ اور بے اون کے نشان بھی جہاتنک بنے گا مٹا دونگی"

منیر:- تم اِن سب باتون کے لیے تیار ہو تو بے شک نبھ جائے گی۔ لیکن بالون کے کٹوانے مین ابھی جلدی نہ کرنا۔ پھر جو مناسب ہوگا کیا جائے گا۔ سر دست ایک سکھ دوست بن جاؤ۔

غرض یہی تجویز قرار پا گئی۔ سکینہ نے فوراً زیور اور لباس عروسی اُتار کے منیر کے حوالے کیا اُس سے ایک سفید گھٹنا شروانی۔ معمولی ٹوپی۔ اور ایک پگڑی لے لی۔ اور چاء اور ناشتے سے فارغ ہوتے ہی ڈولی پر سوار ہو کے محمد و کے ساتھ روانہ ہوئی جسے منیر نے سارے راز اور تمام باتون سے آگاہ کر دیا تھا۔

اُس کے جانے کے بعد منیر نے اپنے خلوت کے کمرے مین آ کے صندوقچہ کھولا۔ اور مہ لقا کی وہ تحریر جو اُس نے جاتے وقت خط گلستان مین لکھ کے ڈاک کے ذریعے سے بھیجی تھی نکالی۔ اُسے بار بار پڑھتا۔ اور ٹھنڈی سانسین لے لے کے چومتا تھا کہ شہزادی آ گئی جو اُس کے والد مولوی محمد نصیر صاحب کا اشارہ پانے سے اکثر وقت بے وقت آ جایا کرتی تھی۔ اور منیر کو بھی اِس خیال سے کہ اُس سے کام لینا ہے اُس کا آنا ظاہر مین بہ خوشی گوارا کرنا پڑتا تھا۔ منیر کو اِس کاغذ مین مصروف دیکھ کے شہزادی نے کہا "ان گل بوٹون مین کیا رکھا ہے جو اِس طرح غور سے دیکھ رہے ہو؟ ہٹاؤ بھی"

منیر:- ہان مین رکھے دیتا ہون۔ مگر بہتر ہو کہ تم اپنے آنے کا کوئی وقت مقرر کر لو۔ اب بنے صبح آ کے نازل ہو گئین۔ آخر سوچو تو سہی کہ مجھے بھی بہت سے کام ہین"

شہزادی:- "مین تو سنتی تھی کہ سارے کام کاج چھوڑ دیے ہین۔ ای آج وہ نگوڑا کون سا کام نکل آیا کہ تمھین میرا آنا بھی کھل گیا؟ مگر چاہے خفا ہو یا خوش مین تو کسی بات کی پابندی نہ کرون گی۔ جب جی چاہیگا یونہین چلی آؤنگی" اتنے مین محمد و کی صورت دکھائی دی جسے دیکھتے ہی منیر نے پوچھا "پہونچا آئے؟" محمد و نے کہا "جی حضور پہونچا آیا"

شہزادی:- "کسے؟ کیا کوئی اور بھی آئی تھین؟"

منیر (مسکرا کے) "ہان ایک نیکبخت تھین۔ تم دیر کو آئین ورنہ اُن سے ملاقات ہو جاتی"

شہزادی (ٹھنک کے) "مین نہ مانون گی۔ تم بھلا کسی کو کیا بلاؤ گے؟"

منیر۔ "تمھین یقین نہین آتا تو نہ سہی"

شہزادی۔ "تمھین ہماری جان کی قسم سچ سچ بتاؤ کون تھا؟"

منیر۔ "بتا تو دیا کہ ایک نیکبخت تھین۔ اور نام تو مجھے بھی نہین معلوم"

اس پر شاہزادی کچھ کہنے کو تھی کہ احمد خان نے آ کے کہا "خداوند! کوئی صاحبزادے سے گاڑی پر بیٹھ کے آئے ہین۔ اور حضور سے ملنا چاہتے ہین"

منیر (تامل سے) "کون ہین؟ تم نہین پہچانتے؟ اچھا تو یہان لے آؤ"

احمد خان گیا اور اُس کے ساتھ ایک نوعمر اور خوبرو لڑکے نے آ کے سلام کیا جس کے سر پر پنجابیون کی وضع کی بانکی پگڑی تھی۔ منیر تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا "مین نے آپ کو نہین پہچانا"

لڑکا۔ (نوعمر لڑکون کی سی مہین آواز مین) "اجی اتنی جلدی بھول گئے؟ اسکول مین برسون ساتھ رہا۔ مگر چار برس کی جدائی مین ایسی بیریت ہو گئی کہ صورت تک نہین یاد ہے"

منیر نے غور سے صورت دیکھی۔ اور بولا "ہان یہ صورت تو نہین یاد آتی"

لڑکا۔ "تو کیا صورت کا لفظ بھی نہین یاد رہا؟ (مسکرا کے) اسکول مین صورت سنگھ نام کا کوئی لڑکا تھا؟"

منیر۔ (اپنی جگہ سے اُچھل کے) "آہا! صورت سنگھ! خدا کی قسم نہین پہچانا۔ وہم و گمان مین بھی تو نہ تھا کہ پھر کبھی تم سے ملاقات ہو گی؟" یہ کہتے ہی اُٹھ کے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔

صورت سنگھ۔ "آپ تو اتنی جلدی بھول گئے کہ میری ساری امیدون پر پانی پڑ گیا"

منیر۔ "ہان بھئی معاف کرنا۔ مین آج کل کچھ ایسی پریشانیون مین ہون کہ خود اپنے ہی کو بھولا ہوا ہون"

صورت سنگھ۔ "تب تو مجھے اور زیادہ مایوس ہونا چاہیے۔ ان دنون والد کا تبادلہ ایک ایسے گاؤن مین ہو گیا جہان میرا پڑھنا نہین ہو سکتا۔ اُن کو میری تعلیم کا تو کچھ خیال ہی نہین۔ کیونکہ دو برس ہوئے میری مان مر گئین۔ اور اُنھون نے دوسرا نکاح کر لیا۔ یہ سوتیلی مان میری دشمن ہو رہی ہین۔ اور ہمیشہ اُنھین میرے خلاف بھڑکایا کرتی ہین۔ ایسی بیکسی کی حالت مین مجھے تمھارے سوا اپنا کوئی دوست نہین نظر آیا۔ ابا جان سے لڑ بھڑ کر چلا آیا۔ اور ارادہ ہے کہ اب آپ ہی کے پاس رہون۔ میری ان کے

عزیزون مین بھی کوئی زندہ نہین ہی کہ اُس کے پاس چلا جاؤن "
منیہر " یہ تو مجھے اچھا نہین معلوم ہوا کہ تم اپنے والد کو ناراض کر کے آئے ہو۔ مگر اس کا شکرگزار ہون کہ تم نے ایسے وقت مین مجھے یاد کیا۔ تم یہان خوشی سے رہو۔ پڑھو لکھو۔ جو چاہو کرو۔ انشاء اللہ کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی۔ اور جہان تک بنے گا مین تمھارے والد کے اور تمھارے تعلقات بھی صاف کرا دون گا۔ اسباب منگواؤ "
صورت سنگھ " جس حال مین آپ دیکھتے ہین یونہین بہ یک بینی و دو گوش آیا ہون۔ اسباب و سباب کچھ نہین "
منیہر " خیر مضائقہ نہین "
شہزادی۔ (صورت سنگھ سے) " آپ سکھ ہین۔ مین نے کبھی کسی سکھ کو آپ کی سی صاف اور اچھی اُردو بولتے نہین دیکھا تھا "
صورت سنگھ " ہان مین بچپن سے انھین شہرون مین رہا۔ اور مسلمان لوگون سے رات دن صحبت رہی۔ کیا اتنی بھی تمیز نہ آتی ؟ "
شہزادی " اہی تمیز اور بدتمیزی کو اِس سے کیا تعلق ہم اپنے اپنے ملک کی زبان ہی "
منیہر (شاہزادی سے) " اب مین تم سے رخصت ہوتا ہون۔ اپنے ان دوست کے رہنے سہنے کا بندوبست کرنا ہی۔ اور ایک جگہ جانا بھی ہی "
شہزادی " تو مین کیا تمھین پکڑے لیتی ہون ؟ "
منیہر " تمھارے پاس بیٹھ کے پھر کسی کام کو جی ہی نہین چاہتا "
شہزادی " اچھا تو پھر رات کو آؤن ؟ "
منیہر " آج نہین کل رات کو آنا۔ مگر تم نے تو آج تک میرا کوئی کام نہین کیا۔ نہ یہ بتایا کہ نصیبن کے کون کون دوست ہین۔ اور نہ مولانا سعد اللہ صاحب کو بلوایا "
شہزادی " نصیبن کو تو تین دن سے بُلا بلا بھیجتی ہون۔ موئی آتی ہی نہین۔ اچھا آج پھر آدمی بھیجون گی۔ اور مولانا بھی پرسون تک آئین گے۔ آج کل انھین فرصت نہین ہی "
اس کے بعد شہزادی اپنے گھر سوار ہو گئی۔ جس کے جاتے ہی منیہر نے صورت سنگھ سے ہنس کے کہا " تم نے اپنا آج کا کام بہت ہی ہوشیاری اور لیاقت سے پورا کیا۔ سکھ بن کے

تم نے اپنے بال ہمیشہ کے لئے بچالیے۔ اور نام بھی صورت سنگھ سے اچھا نہین نصیب ہو سکتا۔"
سکینہ (صورت سنگھ کے بھیس مین وہی ہی) سکھ بننے کی تدبیر تو مجھے آپ ہی نے بتائی۔ مگر نام مین نے خود ہی سوچ لیا۔"
مینر "جو کچھ ہوا خوب ہوا"
اب مینر سکینہ کو لے کے اُس کمرے مین گیا جس مین سکینہ رات کو رہی تھی اور اُس کے رہنے کا بندوبست کرنے لگا۔

تیرھوان باب

نواب حرام پور کا دربار

رات کے تین بجے ہین۔ آسمان کی طرح زمین پر بھی خاموشی طاری ہی۔ نورانی پیکران فلک کی آنکھین اگرچہ جھپکنے لگی ہین مگر اُسی سر شام کی سی توجہ۔ اُسی شوق۔ اُسی استقلال۔ اور اُسی بیداری سے زمین پر جمی ہوئی ہین۔ اور دربار گردون مین جو ہی بیدار نظر آتا ہی۔ مگر زمین والے سو گئے ہین۔ میونسپلٹی کی لالٹینون کے سوا سارے چراغ گل ہین۔ اور جسے دیکھیے محو خواب ہی۔ اگر بیدار ہی تو زاہد شب زندہ دار جو کنج عزلت مین ہونے کے باعث سب کی نظر سے دور ہی۔ یا عاشق حرمان نصیب جو شب فراق کی شکایت کرتے کرتے ایک پہلو پر پڑ کے غافل سو گیا ہی۔

مگر اس اندھیری پچھلی رات مین بیداری کے اصلی ثبوت دینے والے وہ سیاہ کار مجرم ہین جو اپنے گناہون کو اپنی نظر سے بھی چھپانا چاہتے ہین۔ چور چوری کو نکلا ہی کہ جہان موقع ملے مکانون مین سیندھ دے کے مال و اسباب چرا لئے۔ ڈاکو غیر آباد سڑک پر درختون کی آڑ مین کھڑا انتظار کر رہا ہی کہ کوئی راہ گیر گزرے تو حملہ کر کے اُسے لوٹ مارے۔ خونی خنجر باندھ کے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا جا رہا ہی کہ اپنے بیگناہ دشمن کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ مگر اس سے بھی بڑا مجرم وہ ناپاک ریاکار زانی ہی جو اس وقت سب کی آنکھین بچا کے چلا ہی کہ کسی بیہ خطا نے مین شہوت پرستی کی ہوس پوری کر کے خود اپنے کانشنس کا خون کرے۔ اور حسن جمال پر ڈاکہ ڈالنے والا ایجیا لوٹیرا اس ارادے مین گھر سے نکلا ہی کہ کسی بہو بیٹی کو اُس کے گھر سے نکال کے خراب کرے

لیکن سب سے بڑا جرم کدہ اس وقت حرام پور کے نواب صاحب کا دربار ہے جو پچھلی رات میں خوب رونق پر ہے۔ اور جہان کی مجرمانہ چہل پہل دنیا کے تمام جرائم پر غالب ہے۔ نواب صاحب اپنے نکلس دار محل کی پشت پر برآمدے میں ایک پر تکلف آرام کرسی پر رونق افروز ہیں حوالی موالی اور تمام اہل دربار کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ اور چوبدار دست بستہ کھڑے ہیں۔ نواب صاحب کے پیروں میں پھولدار اطلس کا چست گھٹنا ہے۔ بدن میں مہین کرتے پر جامدانی کی اچکن ہے۔ اور سر پر کارچوبی کام کی گول ٹوپی ہے۔ عورتوں کی صحبت نے صورت پر ناگوار زنانہ پن پیدا کر دیا ہے۔ مگر حکومت و امارت زنانوں کو بھی زبانی بہادری سکھا دیا کرتی ہے۔ جس کا یہاں یہ نمونہ نظر آ رہا ہے کہ صحبت میں اگرچہ ہر فن کے قابل اور فرید زمانہ عالم موجود ہیں۔ مگر ہمارے نواب صاحب ہر مسئلے میں سب کو قائل کر دیا کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی شامت زدہ شخص قائل ہو تو بجبر قائل کرایا جاتا ہے۔ اور اسی برتے پر نواب صاحب اپنی حقیر پیکری دار ین زنانہ مزاجی زبان سے یہی کہہ رہے ہیں کہ ع

ہر فن میں ہیں ہوں طاق مجھے کیا نہیں آتا؟

مذہبی معاملات میں نواب صاحب کی ہمہ دانی اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے۔ ملازمت کی کشش نے صحبت میں مختلف المذہب اور جدا جدا عقائد کے لوگ جمع کر دیے ہیں ہمارے نواب صاحب باوجودیکہ حد درجے کے بے عقل ہیں مگر دولت کی قوت سے اتنے بڑے متبحر مناظر اور زبردست متکلم واقع ہو گئے ہیں کہ ہر مذہب اور ہر عقیدے پر بے تکان اعتراض کر دیتے ہیں۔ اور اس مذہب و عقیدے کے اہل دربار چاہے دل میں نواب صاحب کی حماقت پر ہنسی ہی اڑاتے ہوں مگر بظاہر گفتگو میں اس آسانی سے قائل ہو جاتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے نواب صاحب کے سامنے طفل مکتب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ نواب صاحب کے خیالات کو دیکھیے اور ان کی باتیں سنیے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی مذہب و عقیدے کے پابند نہیں سب کو مانتے ہیں اور سب پر اعتراض کرتے ہیں کبھی سنی ہیں۔ کبھی شیعہ۔ کبھی ملحد ہیں کبھی صوفی کبھی وہابی ہیں کبھی بدعتی۔ غرض کوئی مذہب نہیں جسے آپ مانتے نہیں۔ اور کوئی عقیدہ نہیں اس پر آسانی سے اعتراض نہ جڑ دیتے ہوں ع کس کی ملت میں گنوں آپ کو بتلا اے شیخ؟

مولوی سعد اللہ۔ شاہ منظور۔ مولانا ہدایت۔ شیخ مقبول اور اسی طرح کے بہت سے بے ننگ اس دربار میں جمع ہیں جن کی صورتوں سے تو عالمانہ وقار ظاہر ہے۔ اور دیکھ کے پہلی

نظر مین خیال گزرتا ہے کہ نہایت ہی متین اور فاضلانہ صحبت ہوگی۔ لیکن نواب صاحب کی زبان ہلتے ہی کھل گیا کہ علم کے دامن مین جہالت اور تہذیب کے پردے مین بدتمیزی اس نوابی دربار سے زیادہ دنیا مین کہین نہین نظر آسکتی۔ نواب صاحب نے بیٹھے بیٹھے سوچ کے ایک نہایت ہی فحش و بیحیائی و بے شرمی کا مصرعہ پڑھا اور فرمایا سب لوگ اس پر مصرع لگائین۔ بس کیا تھا؟ ہر طرف سے گالیون کی ایسی بوچھار ہونے لگی کہ فحاشی و بے شرمی خود پناہ مانگتی تھی اب نہ مولانا سعد اللہ کو اپنے جبہ و عمامہ کا پاس و لحاظ ہے نہ شاہ منظور کو اپنے دلق سالوس کا جو ہر گالیان اور انتہا درجے کے فحش خیالات کو موزون کر کر کے سنا رہا ہے۔ اور نیا آنے والا ان مقدس صورتون سے یہ الفاظ سن کے جن سے شیطان بھی پناہ مانگنے لگتا ہے دنگ رہ جاتا ہے۔

اتنے مین ایک چوبدار نے آداب بجا لا کے بہ ادب عرض کیا کہ "خداوند منور خان حاضر ہین" سنتے ہی نواب اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہا "آگیا مردود! اب کہان جاتا ہے؟ حاضر کرو" اس کے ساتھ ہی نواب صاحب کا اشارہ پا کے سوا مولوی سعد اللہ اور شاہ منظور کے سب لوگ اٹھ گئے اور خلوت ہو گئی۔

منور خان حرام پور کے خاندان شاہی سے کچھ دور کی قرابت رکھتا تھا۔ مگر دو پشتون سے اس کی سکونت انگریزی علاقے مین تھی۔ ایک بڑی زمینداری اس کے قبضے مین تھی اور تین لاکھ روپئے کی سالانہ آمدنی پر وہ نہایت ہی عزت و امارت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ انور خان نام اس کا ایک ننھا بچہ تھا جس کی عمر ابھی تین سال سے زیادہ نہ تھی۔ منور خان کی حسین و پری جمال بی بی اختر جہان اپنے بچے کو لے کے حرام پور مین آئی تاکہ عزیزون سے ملے۔ اور ایک شادی کی تقریب مین شریک ہو کے واپس جائے مگر شادی سے قبل ہی دھوکے مین نواب صاحب کے محل مین پہونچ گئی اور جب منور خان نے بلایا تو یہان سے جواب گیا کہ تم خود آ کے لے جاؤ۔ نواب صاحب سے صفائی نہ ہونے کے باعث وہ حرام پور آنے سے بھڑکتا تھا۔ آخر اس کے پاس تار گیا کہ "تمہارا لڑکا بیمار ہے۔ جلدی آؤ" بیٹے کی محبت بری ہوتی ہے۔ غریب بے سوچے سمجھے چلا آیا۔ اور یہان آتے ہی بجائے بی بی اور بچے سے ملنے کے زبردستی کشان کشان دربار مین حاضر کیا گیا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی نواب صاحب نے طیش مین آ کے کہا "منور خان۔ جب مین جانتا کہ تم نہ آتے"

منور خان " حضور مجھے آپ نے ہین انکار کب تھا ؟"
نواب صاحب " میرے سامنے جھوٹ بولتے ہو ؟ اچھا تو اس کی سزا یہ ہو اپنی جورو طلاق دو۔ اور اپنے بیٹے کے ساتھ میری بیٹی منزلت آرا کا نکاح کردو "
منور خان " حضور مالک ہین ۔ مگر لونڈی کو آقا سے اور غلام زادے کو شہزادی سے کیا نسبت؟
نواب صاحب " یہ باتین تو ہوکے رہین گی ! اچھا ایک کام کرو بھئی غفور خان تم اپنی جورو کو طلاق دے کے منور خان کے سپرد کردو۔ اور یہ اپنی جورو کو طلاق دے کے میرے حوالے کردین "
غفور خان " حضور مجھے عذر نہین ۔ میری بی بی تو یون بھی حضور کی ہو اور وون بھی حضور ہی کی رہے گی " یہ کہتے ہی اُس نے اپنی جورو بدر جہان کو طلاق دے دی اور جھٹ پٹ طلاق نامہ لکھ کے نواب صاحب کے سامنے پیش کر دیا۔
نواب صاحب " لو منور خان مین تمھارا نکاح بدر جہان کے ساتھ پڑھائے دیتا ہون "
منور خان " تو حضور عدت کے تین مہینے تو گزر لینے دین "
نواب صاحب " کچھ ضرورت نہین نکاح اِسی وقت ہو جائے ۔ خلوت صحیحہ تین مہینے کے بعد ہو رہے گی ۔ سعد اللہ صاحب آپ نکاح پڑھ دیجئے مین وکیل ہون اور خود غفور خان اور شاہ منظور میری وکالت کے گواہ ہین "
مولوی سعد اللہ نے حکم پاتے ہی بلالحاظ اس کے کہ منور خان نے قبول بھی کیا، زبردستی کے فرضی ایجاب و قبول کے بعد قرأت سے خطبۂ نکاح پڑھا اور منور خان سے کہا " مبارک ! " منور خان نہایت ہی پریشان تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا کرون اور کیونکر جان چھڑاؤن کہ نواب صاحب کی طرف سے اصرار شروع ہوا۔
" اپنی جورو اختر جہان بیگم کو طلاق دو۔ اور اسی وقت طلاق نامہ لکھو "
منور خان " حضور یہ کیا فرماتے ہین ؟ بھلا یہ کیونکر ممکن ہو کہ مین اپنی محبوبہ بی بی اپنے گھر بار کی مالک اور اپنے بچے کی ماں کو زبردستی طلاق دے دون ؟ "
نواب صاحب " اجی یہ تو اس طرح ہو کہ تم بھی تعریف کرو۔ اور اسی وقت ہو۔ (مولوی سعد اللہ سے) " مولانا ۔ آپ ان کی طرف سے ایک طلاق نامہ اختر جہان بیگم کے نام کا لکھ دیجیے " مولوی سعد اللہ تو تیار ہی بیٹھے تھے طلاق نامہ لکھ کے پیش کر دیا

ب صاحب نے اُسے منور خان کی طرف بڑھا کے کہا لے اس پر دستخط کر دو۔ اس
پ نے تامل کیا تو چاروں طرف سے تھپڑ اور گدے پڑنے لگے۔ آخر مجبور اُس نے
دستخط کر کے اپنے انگوٹھوں کے نشان بنا دیے۔ اب تاکید شروع ہوئی کہ اپنے لڑکے کا
منزلت آرا کے ساتھ نکاح کروا دو اپنا سارا علاقہ بہو کی رونمائی میں لکھ دو جس طرح دیگر
دستاویزوں کی تکمیل ہوئی تھی جبراً و قہراً اس کی بھی ہوئی۔ اور اب منور خان امیدوار
تھا کہ اس عذاب سے جان چھوٹے گی کہ نواب صاحب کا حکم ہوا "اسی وقت لے جا کے
انھیں ان کی بی بی سے ملا دو۔ مگر ان شرطوں کو بھی سُن لو بدرجہان کو اختیار رہیگا کہ جس سے
چاہیگی ملیگی اور جہاں چاہے گی جائے گی تمھیں روکنے کا حق نہ ہوگا۔ اور تم سے بھی
اس کا جی چاہیگا ملیگی اور نہ جی چاہیگا نہ ملیگی۔ تم اُسے کسی بات پر مجبور نہ کر سکو گے"
منور خان ان تباہیوں بدقسمتیوں اور بے عزتیوں پر آنسو بہا رہا تھا کہ لوگ
اُسے دربار سے واپس لے گئے۔ اور جیسے ہی وہ نظر سے غائب ہوا نواب صاحب نے
ایک قہقہہ لگا کے فرمایا "بدرجہان کو تو ملا دو! اور جو شرطیں کی گئی ہیں وہ بھی بتا دو مگر
جب تک میں دوسرا حکم نہ دوں یہ ابھی حوالات میں رہے"
اب پھر وہ سب لوگ جو دربار سے اُٹھ گئے تھے حاضر ہوئے۔ اور کسی نے نواب
صاحب کو خوشخبری سنائی۔ حضور مجتبی خان کے یہاں نواسہ پیدا ہوا" سنتے ہی نواب
صاحب کی باچھیں کھل گئیں۔ اور فرمایا "تمھیں میرے سر کی قسم!" مجتبی خان نے جو موجود
تھے بڑھ کے اس خوش نصیبی کی خوشی میں نذر دکھائی۔
نواب صاحب "یہ نذر کیسی؟ اور تم یا تمھارے داماد اس پر خوش ہونے والے
کون؟ لڑکا میرا ہے۔ تمھاری لڑکی شادی کے بعد سے کبھی داماد کے گھر نہیں گئی اور
میرے یہاں برابر آتی رہی۔ حکم دے دو کہ میرے اس لڑکے کی ولادت کی خوشی میں کل تمام
دفتروں اور اسکولوں میں تعطیل دے دی جائے۔ اور چھٹی چلے کا کل سامان میری طرف سے ہو"
اب مجتبی خان جھیپ کے چلے گئے۔ اور صبح کے چار بجے ہوں گے کہ برخاست کا حکم ہوا
پھر سب لوگ اٹھ گئے۔ مگر مولوی سعد اسعد اور منظور شاہ کے اُٹھنے کا ابھی وقت نہیں آیا
تھا جب جانے والے جا چکے تو نواب صاحب نے فرمایا "اب صیغۂ راز کے معاملات پیش
ہوں" اس کارروائی کا آغاز یوں ہوا کہ پہلے دس مائیں حاضر ہوئیں جنھوں نے باری باری

اس قسم کی رپورٹین پیش کین کہ اس ہفتے مین ہم فلان فلان اہل شہر کے گھرون مین گئے۔ فلان شخص کی جورو حسن مین لاجواب ہی۔ فلان کی بیٹی بانکپن مین اپنا ثانی نہین رکھتی۔ اور فلان شخص کی بہن نے اس بلا کی آنکھین پائی ہین کہ معلوم ہوتا ہی اُن مین جادو کوٹ کوٹ کے بھر دیا گیا ہی۔ یہ سب رپورٹین نواب صاحب نے بڑی توجہ اور نہایت ہی غور سے سُنین اور اُن عورتون سے کہا "اچھا اُن کے نکال لانے کی بھی تدبیرین تم کر سکتی ہو یا دوسرون سے کام لیا جائے؟" جواب ملا "ہم سے جہانتک بنے گا لائین گے۔ مگر خود حضور بلواتے تو اور بات تھی؟"

نواب صاحب "مین اگر بلواؤن گا تو پھر زندگی بھر کے لیے رکھ لینا پڑیگا۔ اور اب میرے محل مین زیادہ عورتون کی گنجائش نہین ہی۔ اس سخت روک پر بھی روزانہ دوچار بڑھ ہی جاتی ہین لیکن تم کسی فقرے سے لاؤ گی تو کسی کو کانون کان خبر نہ ہوگی۔ وہ کسی عزیز قریب کے بہانے یہان آکے مجھ سے ملین گی۔ اور دو چار روز رہ کے اپنے گھر چلی جائین گی اس مین مجھے زیادہ فکر نہ ہوگی اور وہ بھی بدنام نہ ہونگی اپنے گھر مین عزت آبرو کے ساتھ رہین گی اور کسی کو خبر بھی نہ ہوگی کہ کبھی میرے پاس آئی تھین اس کا بھی ذرا خیال رہے کہ بعض دشمن مجھے بدنام کرنے لگے ہین اور اب مجھے خواہ مخواہ پھونک پھونک کے قدم رکھنا پڑتا ہی"

ایک عورت "جو حضور کی خوشی۔ مگر ہم جو لائین گے تو دھوکے دھڑی سے لائین گے۔ اور وہ شہر مین معزز اور شریف گھرانون کی بہو بیٹیان۔ اگر یہان آکے بگڑ بیٹھین چلائین اور آپے سے باہر ہو جائین تو اس کا سنبھالنا حضور کا کام ہوگا"

نواب صاحب "اس کا اندیشہ نہ کرو۔ اول تو بہت ہی کم لڑکیان ہوتی ہین جو یہان آنے کے بعد ہمارے فقرے مین نہ آجائین۔ اور دو ایک جو نہین مانتی ہین انھین ہم خوب سیدھا کر لیا کرتے ہین"

ان عورتون کی رپورٹین گویا "ہوم ڈپارٹمنٹ" کے بڑے مہتم بالشان واقعات تھے۔ "اب فارن ڈپارٹمنٹ" یعنی معاملات خارجیہ کا آغاز ہوا۔ ایک معزز و متین بزرگ نے جو نواب کے عزیزون مین اور ان کے دادا کے ہم عمر تھے۔ اور چونکہ یہ بزرگ اس محکمے کے افسر اعلیٰ تھے اس لیے ہم اُن کو فارن سکرٹری کے

نام سے یاد کرین گے) قدم آگے بڑھا کے ادب کے ساتھ یہ رپورٹ پیش کی۔ اس وقت حضور کے اقبال سے لکھنؤ۔ دہلی۔ لاہور۔ کشمیر۔ بنارس۔ کلکتہ۔ بمبئی۔ سورت احمد آباد۔ پونہ۔ اور حیدر آباد مین ہمارے ایجنٹ موجود ہین۔ اور سب بڑی مستعدی و ہوشیاری سے اپنے خدمات بجا لا رہے ہین۔ لکھنؤ مین ایک خوش رو خوش قطع اور خوش حال نوجوان کو دکھا کے ایک بڑے گھر کی گلفام و نازک اندام۔ طرحدار و گلعذار لڑکی سے نکاح کرا لیا گیا ہی جو عنقریب حاضر ہونے والی ہی۔ دہلی مین ہماری ایک چالاک کارکن عورت نے ایک پنجابن کو نماز اور وعظ کے بہانے ایک مسجد مین پہونچا کے اڑا لیا۔ سنتا ہون کہ وہ بڑی بانکی ترچھی اور پری جمال و جادو نگاہ لڑکی ہی۔ دو چار دن مین حاضر ہو گی۔ ہمارے لاہور کے ایجنٹ نے امرتسر مین آ کے یہ کمال دکھایا کہ ایک ملانگ فریب اور حور وش سکھن کو جو دوشیزہ اور میوۂ نو رسیدہ ہی خاص گرو جی کے دربار مین سے اس خوبصورتی کے ساتھ غائب کر دیا کہ پولیس والے اور سارے اہل شہر حیران ہین۔ اس لڑکی کو اس نے ایک مکان مین چھپا رکھا ہی۔ جستجو کا ہنگامہ دب لے تو روانہ کی جائے۔ کشمیر مین ہمارا کارندہ خفیہ طور پر وہان کی دختر فروشی سے فائدہ اٹھا رہا ہی۔ اس کے سامنے روز دس بیس نازنین لڑکیان پیش ہوتی ہین۔ اور سب ہی گل اندام و گلرخ ہوتی ہین۔ مگر جیسی بے مثل و بے نظیر لڑکی وہ چاہتا ہی ابھی ہاتھ نہین آئی۔ اسی مہینے مین کوئی ایسی زیبا شمائل لڑکی مل جائے گی جس کا سارے ہندوستان مین جواب نہ نکلے گا۔ بنارس مین ہمارا ایجنٹ ایک نیپاسی فقیر بنا ہوا ہی جو راج گھاٹ کے قریب ایک کوٹھری مین بیٹھا مالا جپا کرتا ہی۔ شہر مین اس کی شہرت ہو چلی ہی۔ اور بڑے بڑے گھرانون کی عورتین اس سے منت مرادین مانگنے کو آنے لگی ہین جوان اور حسین بیوائین وہان بہت سی ملتی ہین مگر وہ اس تاک مین ہی کہ کسی معزز گھرانے کی پری جمال و حور وش کنواری اور اچھوتی لڑکی ملے تو اسے اڑا لائے۔ کلکتہ مین ہمارا فرستادہ ایک بڑی ہی نازک بدن یوروپین مس کو راہ پر لگا رہا ہی۔ اور امید ہی کہ وہ قابو مین آ جائے گی۔"

نواب صاحب "اسے فوراً منع کر و کہ کسی انگریزن مس کو نہ لائے۔ مین یوروپین

لوگون سے ڈرتا ہون - اُس کا یہان چھپنا دشوار ہوگا اور ذرا بھی کُھل گیا تو لینے کے دینے پڑ جائین گے - سب لوگون کو تاکید کے ساتھ منع کر دو کہ خبردار کسی انگریزن کی طرف رخ نہ کرین"

فارن سکرٹری (ہاتھ جوڑ کے) بہت خوب - تو پھر کلکتہ سے کسی حسین و نازک اندام یہودن کے لانے کی کوشش کی جائے گی"

نواب صاحب "یہودن ہو - یا اودھ کے شاہی خاندان کی کوئی حسین شاہزادی ہو"

سکرٹری "بہت خوب - مبئی مین خداوند ایک ایسی بلا کی جادو نگاہ اور آہو چشم پارسن ملی ہو کہ تعریف نہین ہو سکتی - سورت اور احمد آباد مین گجراتنون کے سوا کوئی نہین - ان مین حسین تو بہت ہین مگر تمیز دار اور سلیقہ والی عورت نہین ملتی - اس کی جستجو ہو کہ حسین ہونے کے ساتھ کوئی شائستہ اور خوش سلیقہ لڑکی ہاتھ آئے تو اپنے گھر سے نکال کے یہان حاضر کر دی جائے - پونہ مین ہمارے ایک ایجنٹ نے جو وہان کے کوتوال کے دوست بنے ہوئے ہین مرہٹنون مین سے کئی کمان ابرو اور دراز گیسو لڑکیان تاکی ہین - ان مین سے جو ہاتھ آگئی یہان پہونچا دی جائے گی - حیدر آباد مین مولانا سعد اللہ کے بھتیجے مولوی حزب اللہ نیم سیالک اور نیم مجذوب شاہ صاحب بنے ہوئے ہین - اور عورتون مین گنڈے تعویذ تقسیم کر رہے ہین - وہ اس کوشش مین لگے ہین کہ کسی بڑے امیر کے گھرانے کی کوئی لڑکی پھنسے تو نکال لائین"

نواب صاحب "تم ہمیشہ اپنی کارگزاریون کی فہرست ہی سنایا کرتے ہو - تمھارے ذریعے سے لاکھون روپیہ خرچ ہو رہا ہو مگر ابھی تک بہت ہی کم نتیجہ ظاہر ہوا خیر دیکھون وہ لکھنؤ - دہلی اور امرتسر وغیرہ کی پری وشین کب تک آتی ہین ؟"

سکرٹری "خداوند دو چار روز مین اُنھین یہین سمجھین"

یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ غفور خان نے آکے رونا شروع کیا - اور کہا "میری جورو کو حضور نے اپنے پاس بلا کے بے عزت کیا - مگر یہ بے عزتی تو اب گوارا نہین ہو سکتی کہ حضور اُسے مجھ سے چھڑا کے منور خان کے حوالے کر دین"

نواب صاحب "میرے سامنے اور عصمت و آبرو کا دعوی! تم کیا اور تمھاری

آبرو کیا؟ تم لوگوں کے اس غرور کے توڑنے ہی کے خیال سے تو میں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے کہ جس کسی کو نوکر رکھتا یا دربار میں جگہ دیتا ہوں سب سے پہلے اس کی جورو اور بیٹیا کو خلوت میں بلایا کرتا ہوں تا کہ زندگی بھر وہ میرے سامنے سر نہ اٹھا سکے اور ہمیشہ کو زندہ رہنا ہے"

غفور خان "تو مجھ سے تو اب یہ بےحیائی نہ برداشت ہو سکے گی"

نواب صاحب (طیش میں آ کے) "این! میرے سامنے اور یہ دعوی!" یہ کہتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور تلوار کھینچ کے غفور خان پر ایک ہاتھ مارا۔ نواب صاحب کی تلوار اوچھی پڑی تھی مگر ساتھ ہی چاروں طرف لوگوں نے تلواریں مار مار کے اور قرولیاں بھونک بھونک کے اسے اسی جگہ ڈھیر کر دیا۔ وہ جان کنی کی حالت میں تھا کہ چوبداروں کو حکم ہوا "چھریوں سے کاٹ کاٹ کے اس کی بوٹی بوٹی جدا کر دو۔ فوراً اس کا تمام جسم کاٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ پھر اسے نواب صاحب نے حمام میں ڈلوا کے جلوا دیا۔ اور فرش دھلوا لینے کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ کے فرمایا "یہ کمبخت میرے مزاج کو پہچاننے پر بھی میرے منھ لگتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ میں نے بیسیوں گستاخوں اور سیکڑوں عورتوں کو طرح طرح کے عذابوں سے قتل کر ڈالا ہے مگر پھر بھی اپنی حرکتوں سے نہیں باز آتے۔ خیر (بوڑھے سکرٹری کی طرف دیکھ کے) "یوں تو خیر سب انتظام جاری ہے مگر حلال نگر میں مجھے بہت ہی نتیجہ خیز کامیابی ہوئی۔ اور ہو رہی ہے اور تمھاری اس کارگزاری سے میں بہت خوش ہوں۔

سکرٹری "حضور کا اقبال ہے۔ جدھر توجہ ہوگی ایسی ہی کامیابی ہوگی۔ حلال نگر ہمارے حرام پور سے قریب ہے۔ اور یہیں سے بیٹھے بیٹھے ہم وہاں ہر قسم کا انتظام کر سکتے ہیں مگر فی الحال ایک ایسی بات ہوئی ہے جس سے مجھے بڑا اندیشہ ہے"

نواب صاحب "وہ کیا؟"

سکرٹری "چار پانچ روز ہوئے وہاں کے منصف کی حسین بیٹی رخصت ہو کے دولھا کے ساتھ سسرال جا رہی تھی۔ حسب معمول راستے سے غائب کر دی گئی چاہئے تھا کہ اسی رات کو وہ لڑکی یہاں پہونچ جاتی۔ مگر آج تک نہیں آئی۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اسی شب سے ہماری اصلی کارگزار عورت وزیرن اور اس کے دو رفیق بھی غائب ہیں"

نواب صاحب "اور وہ نئی دلھن کیا ہوئی؟ اپنے گھر تو نہیں پہونچ گئی؟"

سکریٹری "اُس کا بھی پتہ نہیں۔"
نواب صاحب "مجھے وزیرن کے غائب ہونے کا بڑا رنج ہی جس طرح ہو سکے اُسے ڈھونڈھ کے نکالو۔ ورنہ سیکڑون طرح کے اندیشے ہین۔ اور ویسی دوسری عورت نہ ملے گی۔"
مولوی سعد اللہ "سب سے بڑا اندیشہ تو یہ ہی کہ کہین یہ راز نہ کھل جائے۔ خدا جانے وہ لوگ کس کے پاس گرفتار ہین۔ غنیمت ہی کہ ابھی تک پولیس کے ہاتھ نہین آئے۔"
سکریٹری "پولیس کا اندیشہ نہین۔ حلال نگر کا سارا پولیس ہم سے ملا ہوا ہی وہان کی ہر دشواری کو شیخ فیض اللہ سنبھال لین گے۔ اس کے علاوہ شہر کی تمام چوکیون کے سپاہیون اور اُن کے افسرون کو جتنی تنخواہ سرکار عظمت مدار انگریزی سے ملتی ہی اتنی ہی ہماری سرکار سے بھی مل رہی ہی۔ مجال ہی کہ کوئی ہمارے خلاف کارروائی ہو؟ ہان اس کا اندیشہ البتہ ہی کہ کسی انگریز حاکم کو نہ معلوم ہو جائے۔"
نواب صاحب "مین تو اس سے بھی نہین ڈرتا۔ لاکھون روپیے خرچ کرنے کو طیار ہون۔ اور مثل مشہور ہی کہ زر بر سر فولاد نہی نرم شود۔ انگریزون مین تو مثل مشہور ہی کہ ہماری عنایت چاہتے ہو تو ہمارے معتمد سے درخواست کرو۔ دو چار ڈنر دیے اور سب کو راہ پر لگا لیا (مولوی سعد اللہ سے) اب مولانا آپ کے توجہ کرنے کی ضرورت ہی۔ آپ حلال نگر مین جا کے جس طرح بنے پتہ لگائیے کہ کس کی شامت آئی ہی جو میرے راستے مین مزاحم ہوا ہی؟ وزیرن کو جس کے ہاتھ سے آزار پہونچے گا اُسے چاہے کہین جا کے چھپے مین زندہ نہ چھوڑون گا۔"
سعد اللہ "مجھے تعمیل حکم مین کیا عذر ہو سکتا ہی؟ مگر وہ حسین لڑکی ملفت جس کی نگرانی میرے سپرد ہی آج تک ویسی ہی مجنون ہی۔ اور اسی طرح اُس کے سر پر جن اور پریان آتی ہین اور میرا کچھ زور نہین چلتا۔"
نواب صاحب "آخر وہ کب تک اس حال مین پڑی رہے گی؟ اور وہ ہی کہان؟ اگر ضرورت ہو تو ڈاکٹرون یا حکیمون کا علاج کرائیے۔"
سعد اللہ "مین نے حسب الحکم اپنے گھر کے قریب اسے ایک سرکاری مکان مین رکھا ہی

رہا علاج تو مجھے اُس پر حکیمون کا زور چلتا نہین معلوم ہوتا ہے"
نواب صاحب "تو پھر کسی دن زہر کا جام پلا کے اُس کا کام تمام کر دیجیے۔
مین تو کہتا ہون کہ نکال باہر کیجیے۔ گر یہان سے چھوٹ کے خدا جانے ان جائے؟
کن کن لوگون سے ملے؟ اور کیا کیا بیان کرے؟ اس لیے وہ جبتک زندہ رہے یہین
رہے اور جس روز رہنے کے قابل نہ ثابت ہو محل کے اندر ہی ہمیشہ کیلئے خاموش کر دی جائے"
مولوی سعد اللہ "لیکن جب تک وہ زندہ ہے اور میری نگرانی مین ہے مین اُسے
کس پر چھوڑ کے جا سکتا ہون؟"
نواب صاحب "اچھا تو آج اُس کے سامنے بیان کر دیجیے کہ اب اگر پرسون
تک تمھارے مزاج کی اصلاح نہ ہوئی تو دو روز انتظار کر کے نرسون تم زبردستی بے آبرو
کر کے مار ڈالی جاؤ گی۔ بنی ہوئی سڑن ہے تو ان دو روز مین تندرست ہو جائیگی ورنہ
چوتھے دن مین زبردستی اُس کو زیر کرون گا۔ اور اُس کے بعد قتل کر ڈالون گا"
مولوی سعد اللہ "بے شک اس کے سوا کوئی تدبیر نہین ہے۔ آج مین یہ سب
باتین بخوبی اُس کے ذہن نشین کر دون گا کسی نہ کسی طرح جھگڑا چکنا چاہیے"
اس قرارداد کے بعد دربار برخواست ہوا۔ اور صبح کی روشنی نمایان ہونے لگی
تھی کہ نواب صاحب بستر استراحت پر جا کے سو گئے۔ جن کا معمول تھا کہ منحوس لو
یا دنیا کے ناپاک ترین سیہ کارون کی طرح دن بھر سوتے اور رات کو جاگا کرتے۔

چودھوان باب

مجرمون کا بیان

یہ منحوس دربار جو دنیا بھر کی بدمعاشیون سیہ کاریون اور طرح طرح کے مظالم
اور بے رحمیون کا مرکز ہے اُسے چھوڑ کے اب ہم پھر حلال نگر مین آتے ہین۔ محمد منیر کے عالی شان
محل کا سلسلہ دُور تک چلا گیا ہے۔ جس مین قریب بہت سے قطعات ایک دوسرے
سے ملے ہوئے چلے گئے ہین۔ جن کی وجہ سے اُن مکانون کی وضع ایک محدود محفوظ محلے
کی سی ہو گئی ہے۔ سب مکان ایک بلند پختہ احاطے کے اندر واقع ہوئے ہین جس کی وجہ
سے اگر روک کر دی جائے تو کوئی باہر کا شخص اندر نہین آ سکتا۔ چونکہ دولت مند

خاندان ہو اور اُس کے ساتھ یہ بھی خیال ہو کہ زنانی محلسرا کے پاس بلکہ ہمارے حلقے میں کوئی غیر نہ رہنے پائے۔ اس لیے کوئی مکان کرایے پر نہیں دیا جاتا اور اکثر خالی پڑے رہتے ہیں۔

انھیں میں سے ایک مکان میں جو زنانے سے اُتنی ہی دور ہو جتنی دور کہ باہر کی شاہراہ عام ہو دو زبردست مسلح جوانوں کے ساتھ ایک نوعمر شخص جو بڑے بھاری عمامے پر ایک آبدار فولادی چکر لگائے ہو اور ہاتھ میں شمشیر برہنہ لیے ہو بیرونی دروازے کا قفل کھول کے اندر داخل ہوا۔ پھر دروازہ اندر سے بند کر کے وہی قفل جو باہر تھا اندر لگا کے آگے بڑھنے کا قصد کیا۔ مگر ڈیوڑھی میں اس قدر اندھیرا گھپ تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا اور ٹٹول ٹٹول کے چلنا بھی غیر ممکن تھا آخر اپنے آپ کو مجبور دیکھ کے اُس نے کہا "جان باز خان! بغیر روشنی کے کام نہ چلے گا لالٹین روشن کر لو۔" اس حکم کے ساتھ ہی ہمراہی سپاہیوں میں سے ایک نے دیا سلائی کھینچ کے لالٹین جو اُس کے ہاتھ میں تھی روشن کی اور اُس کی روشنی میں سب مکان کے اندر داخل ہوئے۔ اور سیدھے سامنے کے دالانوں میں جا کے داہنی طرف کی کوٹھری کا قفل کھولا۔ اور دروازہ کھول کے لالٹین بڑھائی تو دیکھا کہ وزیرن ایک چٹائی پر پڑی خراٹے لے رہی ہو۔ ہاتھ کھلے ہوئے ہیں مگر پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہیں تاکہ نکلنے کا موقع ملے بھی تو نہ بھاگ سکے۔ اُس کے قریب ہی دو مٹی کی چھوٹی رکابیاں ہیں اور ایک کونے پر پانی کا گھڑا اور آبخورہ رکھا ہوا ہی۔ تھوڑی دیر تک وہ نوجوان شخص وزیرن کی حالت اور اُس کے بیفکری سے سونے کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اپنے بوٹ سے ایک ٹھوکر مار کے کہا "اُٹھ!"

ٹھوکر کھاتے ہی وزیرن نے چونک کے ایک سسکی بھری۔ گھبراہٹ کے ساتھ پاؤں کی زنجیروں کو کھڑکھڑاتی ہوئی اُٹھ بیٹھی۔ اور یاس آمیز خوف کے ساتھ بولی "کیا مجھے قتل کرنے آئے ہو؟"

نوجوان: "ہاں اب یہی رائے قرار پائی کہ تیرا فیصلہ کر دیا جائے۔ تاکہ یہ روز کا جھگڑا موقوف ہو۔ تیری نسبت یقین ہو گیا کہ تو کسی طرح نہ قبولے گی۔ مگر تیرا جرم پوری طرح ثابت ہو گیا۔ اول تو تو جس حال میں پکڑی گئی وہی ثبوت کے لیے کافی ہو لیکن

زیادہ اطمینان اس سے ہو گیا کہ تیرے دونوں ساتھیوں نے سارا حال بیان کر دیا"
وزیرن - (گھبرا کے) "انھوں نے کیا بیان کیا؟"
نوجوان "وہ کہتے ہیں کہ تو حرام پور کے نواب کی نوکر ہے - اور جتنی لڑکیاں اور دلھنیں حلال نگر سے غائب ہوئیں سب تیری معرفت گئیں اور اُسی بدمعاش نواب کے محل میں گئیں - وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اور اُن کے ساتھ اور دس بارہ آدمی اس کام پر مامور تھے کہ دلھنوں کو پالکی سے نکال کے اُسی کھنڈر میں لے جا کے تیرے حوالے کر دیا کریں"
وزیرن "جھوٹے ہیں - بھلا انگریزی حکومت میں کسی کی مجال ہے کہ بہو بیٹیوں کو ساری دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونک کے پنیس میں سے نکال لے جائے؟ آخر پولیس کے سپاہی کس لیے ہیں؟
نوجوان "پولیس کی نسبت تو وہ کہتے ہیں کہ تجھ سے ملا ہوا ہے۔ اور پولیس کے تمام ملازمین اُس بدنسل اور بدحقیقت نواب سے تنخواہیں پا رہے ہیں"
وزیرن "ای ہوش کی باتیں کرو - میاں - سارے برقنداز ملے ہیں - ان کے تمام افسر ملے ہیں - بھلا انگریزی میں ایسا اندھیر ہو سکتا ہے؟"
نوجوان "اچھا تو نہیں تو پھر یہ کس کے ہتھکنڈے ہیں جو غریب کنواری لڑکیاں روز غائب ہو جایا کرتی ہیں؟"
وزیرن "ای اسے کون نہیں جانتا؟ سارے شہر کو معلوم ہے کہ یہ انسان کا نہیں جنوں کا کام ہے - اور ان کا شاہزادہ جو اُن لڑکیوں کو سسرال جاتے وقت راستے ہی سے اُٹھا لے جاتا ہے - شہزادی کے سر پر آکے وہ خود کہہ گیا - اب اس کے بعد بھی تمھیں یقین نہ آئے تو میں کیا کروں؟"
نوجوان "مگر تیرے ساتھی تو تیرا ہی جرم بتاتے ہیں"
وزیرن "بتایا کریں - آپ کے مارنے پیٹنے سے جان بچانے کے لیے کہہ دیا ہوگا بھلا میرے سامنے تو کہہ دیں"
نوجوان "اور اُس روز وہ لڑکی جو تیرے گھر اور تیرے پاس سے برآمد ہوئی اُس کا تو کیا جواب دیتی ہے؟"
وزیرن "میں کیا جانوں وہ وہاں کیونکر آ گئی؟ دو آدمی ایک پٹارا لا کے رکھ گئے اُس میں سے وہ نکلی - میں صبح کو اُس کے گھر لے جا کے اُس کے ماں باپ کے سپرد کر آتی"

نوجوان "مگر جو لوگ لائے تھے اُنھون نے تجھے پٹارے کی کنجی دی - اور کہا کہ ہم اپنا کام کر چکے، - اور پھر تو اُس لڑکی پر ظلم کرنے لگی - ان سب باتون کے کیا معنی تھے؟"

وزیرن "مین کچھ نہین جانتی - آپ کا جو جی چاہے کیجئے - چاہے مار ہی ڈالیے مگر مین جھوٹ نہ بولون گی"

نوجوان "تو اب ہمارے نزدیک تیرا جرم ثابت ہوگیا اور فیصلہ کر لیا گیا ہے" کہ تیرا فتنہ دور کرنے اور معصوم پاکدامنون کو تیرے ہاتھ سے بچانے کے لیے تیری زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے - مگر یون آسانی سے نہین - اس طرح کہ تو سسک سسک کے اور اپنے کرتوتون کی پوری سزا بھگت کے دوزخ مین جائے (ہمراہیون سے) جانباز خان اسے باندھ کے چھت مین اُلٹا لٹکا دو - اور تم یہان ٹھہر کے ہر پانچ منٹ کے بعد اس کے سر پر پانچ جوتے لگا دیا کرو - برابر تین دن تک یہی سزا ہے - اگر تین دن کے بعد زندہ رہی تو پھر اور کوئی مناسب سزا تجویز کی جائیگی - تم ابھی اس کے سر پر کھڑے رہو - تھوڑی ہی دیر مین مین دوسرا آدمی بھیج دون گا"

فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی - پہلے تو وزیرن ضبط کیے رہی مگر جب الٹی لٹک چکی اور پہلے پانچ جوتے پڑ چکے تو رونا پیٹنا شروع کیا - اور گلا پھاڑ پھاڑ کے دہائیان دینے لگی - اسے زیادہ شور کرتے دیکھ کے نوجوان نے کہا "کوٹھری کا دروازہ بند کر دو تاکہ اس کی آواز مکان کے باہر نہ جائے - اور کوٹھری کے اندر ایک چراغ بھی رکھ لو - کیونکہ بغیر اس کے کفش کاری دشوار ہوگی"

یہ کارروائی کر کے نوجوان صحن مین آیا - پھر بائین طرف مڑ کے اُدھر کے ایک چھوٹے پکھڑے مین گیا تو اس مین ایک دروازہ ملا - اُسے کھول کے ایک دوسرے تنگ مکان مین داخل ہوا اور اُس کی ایک کوٹھری کا قفل کھولا تو لالٹین کی روشنی مین ایک شخص چٹائی پر بیٹھا نظر آیا جو پابزنجیر تھا اور اپنی جگہ سے بمشکل حرکت کر سکتا تھا - کھانے پینے کا یہان بھی وہی سامان تھا جو ہم وزیرن کی کوٹھری مین دیکھ آئے ہین نوجوان نے قدم بڑھا کے اس کے قریب گیا اور کہا "زبردست خان اب بھی نہ بتاؤ گے؟ وزیرن نے تو ساری کیفیت صاف صاف بیان کر دی - اور سب سے بڑا مجرم اور اصلی بانی فساد تم کو بتاتی ہے"

زبردست خان (غصے سے) "وزیرن کیا کہتی ہے؟"

نوجوان "یہ کہتی ہے کہ میرا کوئی قصور نہیں۔ سب کیا دھرا زبردست خان اور ہیبت خان کا ہے۔ یہ لوگ لڑکیون کو پکڑ پکڑ لاتے ہین۔ اور مجھے سوا اس کے کہ رات بھر بیٹھ کے رکھوالی کرون اور صبح ہوتے ہی اُنھین نواب حرام پور کے آدمیون کے حوالے کر دون کچھ سروکار نہین۔"

زبردست خان "اور اُس قطامہ نے یہ نہین بتایا کہ ساری دُلھنون کا زیور اُتار کے وہی رکھ لیا کرتی ہے اور نواب صاحب کے وہان سے جو تنخواہ ملتی ہے وہ اس کے علاوہ ہے؟"

نوجوان "وہ تو کہتی ہے کہ زیورمین سے فقط وہ ایک معمولی چیزین خوشامد درآمد کر کے ہین اِن لوگون سے مانگ لیا کرتی تھی۔ سارا زیور تو یہی لوگ بانٹ لیا کرتے ہین"۔

زبردست خان "جھوٹی ہے مُردار۔ پٹارا کھولتی وہی ہے۔ ہم لوگون کو تو جلدی مین معلوم بھی نہین ہونے پاتا کہ کون لڑکی ہے۔ اُس نے لاکھون روپیون کا زیور جمع کر لیا ہے۔ اور حرام سے کے جو پچاس روپیہ مہینہ حرام پور سے پاتی ہے اُن مین سے بھی بہت کچھ زیور کے ساتھ اُنھین کھنڈرون مین کسی جگہ سب سے چھپا کے دفن کر دیا کرتی ہے۔ گھر مین ایک پیسہ بھی نہین لے جاتی"۔

نوجوان "وہ تو کہتی تھی کہ تم لوگون کو وہ اپنے پاس سے تنخواہ دیتی ہے"۔

زبردست خان "وہ کیا کھا کے دے گی؟ ہمین نواب صاحب کی سرکار سے دس روپے مہینہ ملتا ہے۔ اور اکیلے ہم تھوڑے ہی ہین۔ ہم سب ملا کے دس سپاہی ہین وزیرن کو ایک مہینے میں بھی تنخواہ دینی پڑے تو اُس کا دم نکل جائے۔ ہان ہماری تیناتی البتہ اُس کے پاس ہے۔ اور اُس کے ماتحت ہین"۔

نوجوان "خان صاحب تم سے مین بہت خوش ہوا۔ تم مجھے سچے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اور وعدہ کرتا ہون کہ اگر تم سچ سچ بیان کر دوگے تو جہان تک بنے گا تمھاری جان بچا دون گا"۔

زبردست خان "مجھے بتانے مین عذر نہین۔ جو کچھ ہے سچ سچ کہہ دینے کو حاضر ہون"۔ اُس سے یہ اطمینان بخش جواب سُن کے نوجوان نے جیب سے بیرونی دروازے

کی ہجی نال کے ساتھ والے سپاہی کے ہاتھ مین دی اور کہا" سرمست خان۔ تم لالٹین زمین پر رکھ دو اور دوڑ کے اپنے بیان کو بُلا لاؤ۔ اُن سے کہنا کہ قلم دوات کاغذ بھی ساتھ لیتے آئین۔ اور ہان اپنے ساتھ کے چار اور سپاہی بھی ہمراہ لیتے آنا" سرمست خان اس حکم کی تعمیل کے لیے روانہ ہوا اور جیسے ہی نظر سے غائب ہوا نوجوان نے قیدی کی طرف بڑھ کے کہا" مین اسی وقت تمھاری بیڑیان کٹوا ئے دیتا ہون۔ اور اس کے عوض مین تمھاری شرافت اور سچائی سے مجھے یقین ہر کہ نواب حرام پور کی اس سازش مین بیان اور وہان کے جتنے آدمی شریک ہین سب کے نام بتا دوگے"

زبردست خان" جن لوگون کو مین نہین جانتا اُنھین کیسے بتاؤن گا؟ ہان جن جن کو مین جانتا ہون اُن سب کے نام بتائے دیتا ہون۔ اس مین آپ مجھے جھوٹا نہ پائین گے آپ تو مہربانی سے جان بخشی کا وعدہ کرتے ہین لیکن اگر مین مار ڈالا جاؤن تو بھی جھوٹ نہ بولون گا جھوٹ سے مجھے نفرت ہر اور جھوٹ بولنا مسلمان کا کام نہین"

مگر اب یہ کون کہے کہ اور جتنے کام آپ کر رہے تھے یہ شاید آپ کے نزدیک خاص مسلمانون کے کام تھے؟ لیکن مسلمانون کی موجودہ حالت اور حرام پوری دربار کے حالات کے لحاظ سے تو واقعی یہ سب خاص مسلمانون کے کام نظر آتے ہین۔ مگر نہین معلوم خان صاحب نے جھوٹ کو کیون مستثنیٰ کر دیا۔ جھوٹ تو وہان سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہر"

نوجوان" مجھے تو سارا فساد حرام پور کے نواب اور اسی وزیرن کا معلوم ہوتا ہر"

زبردست خان" کیا آپ کو مولوی سعد اللہ کا نام نہین معلوم؟ سب سے اول نمبر اُنھین کا ہر۔ یہ وزیرن مقرر کی ہوئی اور سکھائی پڑھائی کس کی ہر؟ اُنھین کی۔ یہ ایسا خوفناک کام تھا کہ انگریزی علاقے مین اس کی جرأت کرتے سب ڈرتے تھے۔ مگر مولوی صاحب نے سب کو بہلا پھسلا کے تیار کر دیا۔ خصوصاً جب محمد نصیر صاحب کی بہو بیاہ کے آنے والی تھین سب نے کہا کہ اس معاملے مین طرح دے جانا چاہیے پولیس والے جو مدتون سے تنخواہ پا رہے تھے خاص کر فیض اللہ تھانہ دار جو نواب صاحب سے بڑے بڑے انعام وصول کر چکے ہین سب اس معاملے مین ہاتھ ڈالتے ڈرتے تھے۔ وزیرن بھی کہتی تھی کہ اس شادی کو ہو جانے دو۔ دوسری براتون مین دیکھ لینا مگر مولوی سعد اللہ نے ایک نہ مانی اور کہا یہ نہ ہوا تو کچھ نہ ہوا۔ آخر سمجھا بجھا کے

سب کو آمادہ ہی کر دیا۔ اور ہزار ہا برائیوں اور لکھوکھا خلقت میں سے دلھن اس خوبصورتی سے اُڑا لی گئی کہ جب سے آج تک سارا شہر چکر میں ہے اور کسی کو پتہ نہ لگا۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میزر اور اُس کے ساتھ پانچ سپاہی آپہونچے۔ اور محمد بھی ساتھ آیا جس کے ہاتھ میں قلمدان اور کاغذ تھا۔ میزر کی صورت دیکھتے ہی نوجوان نے قیدی کی طرف اشارہ کر کے کہا "شریف کی کیا بات ہے! شریف پھر شریف ہے۔ زبردست خان کو جھوٹا سے نفرت ہے۔ چنانچہ انھوں نے سب حال من و عن بیان کر دیا۔ اور میرا ارادہ ہے کہ پوری تحقیقات کرنے کے بعد انھیں چھوڑ دوں (زبردست خان سے) خان صاحب جو کچھ آپ نے فرمایا ہے میرے ان دوست کے سامنے بھی بیان کر دیجیے۔ خصوصاً مولانا سعد اللہ کا اور محمد نصیر صاحب کی بہو کے غائب ہونے کا حال۔"

زبردست خان "ایک بار نہیں سو بار بیان کر دوں میں سچ کہنے میں کسی کی پروا نہیں کرتا۔"

یہ کہہ کے وہ سب واقعات انھوں نے دوبارہ بیان کیے اور جب اُن کا سلسلۂ بیان ختم ہوا تو میزر نے پوچھا "سنتا ہوں شہزادی بھی اس سازش میں شریک ہے۔ مگر آج تک اس کا پتہ نہ چلا کہ اُس سے کیا کام لیا جاتا ہے؟"

زبردست خان "پہلے تو اُس کی اتنی ہی سازش تھی کہ اُس کے ذریعے سے عوام کو باور کرا دیا گیا کہ یہ انسان کا نہیں جنون کا کام ہے۔ اب اُس کے ذمے یہ کام ہے کہ سب کو اور سارے پولیس والوں کو اُس کی ماں ملکہ کے ہاتھ سے تنخواہیں ملا کرتی ہیں۔ اور یہاں جو کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں یا تجویزیں سوچی جاتی ہیں ان کی اطلاع وہی مولوی سعد اللہ کو کیا کرتی ہے۔ میرا چھوٹا بھائی شیر علی خان اسی کام پر متعین ہے کہ دوسرے تیسرے ملکہ کا خط مراد پور والوں سے جا کے مولوی سعد اللہ کو پہونچا دیا کرے۔"

نوجوان "تو خان صاحب اب مہربانی کر کے آپ پہلے یہ بتا دیں کہ اُن سب لوگوں کے نام بتا دیجیے جو مراد پور کی سازش میں شریک ہیں یا وہاں سے تنخواہ پاتے ہیں۔"

زبردست خان "میں نے بتا تو دیا کہ وزیر، شہزادی، ملکہ، سارے پولیس کے سپاہی اور افسر اور اُن کے علاوہ میرے ساتھ کے وہ نو سپاہی جو وزیر کے

ماتحت ہیں۔ اور چار آدمی جو ملکہ کے یہاں متعین ہیں جب یہاں کوئی شادی ہونے والی ہوتی ہے تو وزیرن ملکہ کو خبر کرتی ہے۔ وہ ایک دن پہلے مولوی سعد اللہ کو اطلاع دے دیتی ہے۔ وہاں سے فوراً پچاس ساٹھ شورہ پشت سپاہی آ جاتے ہیں جن کا کام یہ ہوتا ہے کہ برات کے راستے ہی میں کسی نہ کسی جگہ ہنگامہ مچا دیں۔ پولیس والے اُن کو موقع دینے کے لیے الگ ہو جاتے ہیں۔ اور جب لڑکی قفس سے نکال کے وزیرن کے پاس بھیج دی جا چکتی ہے تو کوتوالی کے لوگ آ کے جوش و خروش سے تحقیقات اور تگ و دو شروع کرتے ہیں"

منیر "اور آپ کے ساتھ جو دس بیس جوان مقرر ہیں وہ کون کون لوگ ہیں؟"

زبردست خان "سنیے پہلے تو ہم دونوں یعنی زبردست خان اور ہیبت خان ہیں باقی ہمارے بیڑے کے آٹھ آدمی بہادر خان۔ دلاور خان۔ فولاد خان۔ رستم خان جنگی خان۔ بہر دل خان۔ شاہ نواز خان اور سربلند خان ہیں۔ یہ سب سپاہی ہیں اور چار آدمی جو ملکہ کے وہاں مقرر ہیں۔ ہرکارے اور جاسوس ہیں اُن میں سے ایک میرا چھوٹا بھائی شیر دل خان ہے اور باقی تین شخص دل نواز خان۔ یار خان اور مقرب خان ہیں"

منیر "بس اِن کے سوا اور کوئی نہیں ہے؟"

زبردست خان "شاید کوئی ہو۔ مگر میں اور کسی کو نہیں جانتا"

منیر (ان ناموں کو کاغذ پر لکھ کے) "اب بتائیے کہ حرام پور میں کون کون لوگ اس فریب میں شریک ہیں؟"

زبردست خان "وہاں میں کس کس کا نام لوں؟ سارا حرام پور اور وہاں کے نواب صاحب کے سارے درباری رات دن یہی کام کیا کرتے ہیں"

منیر (نوجوان سے) "اب تو آپ کو سارا راز اور تمام بدمعاشوں کا حال معلوم ہو گیا؟" (مگر ایک ٹھنڈی سانس لے کے) مولوی سعد اللہ کا نام سُن سُن کے میرے دل کی عجب حالت ہو جاتی ہے۔ افسوس! میں انھیں اپنا اُستاد اور باپ کی جگہ خیال کرتا تھا۔ اخلاقی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس نے اُستاد کے منشے کے خلاف کیا خراب ہوا اور جس نے عورت کے کہنے پر عمل کیا نادم ہوا۔ مگر

مجھے اس کے خلاف یہ تجربہ ہوا کہ جو اُستاد کے کہنے پر چلا خراب ہوا اور جس نے عورت کے مشورے پر عمل نہ کیا ہمیشہ نادم رہا۔ مہ لقا مولوی سعد اللہ کو صرف مجھ سے اُن کے حالات سُن کے پہچان گئی تھی۔ مگر مین اُس کی بدگمانی کو بُرا سمجھتا تھا اور آخر مجھے اُن کے موافق دیکھ کے اُس نے اُن سے ملنے کی اجازت دے دی۔ مین شادی کو ٹال لے گیا تھا۔ مگر مولوی صاحب نے بار بار تاکید کر کے مجھے اس پر آمادہ کیا۔ برات کی تاریخ مقرر کی۔ اور مجھے دھوکے مین رکھ کے بیری مہ لقا کو اُڑا لے گئے۔ اُن کے حالات مجھے بخوبی معلوم ہو چکے ہین۔ مگر افسوس اُس وقت معلوم ہوئے جب معلوم ہونے کا کوئی نتیجہ نہین۔"

نوجوان "زبردست خان کا بیان ہے کہ یہ کارستانی اُنھین کی ہے اور جو کچھ ہوا ہے اُنھین کی تگ و دو سے ہو رہا ہے۔"

اب نوجوان نے زبردست خان کی بیڑیان کٹوا دین۔ اور کہا "خان صاحب ہم آپ کو زنجیرون سے تو آزاد کیے دیتے ہین۔ مگر ہمین ابھی آپ سے کام لینا ہے اور چند روز یہین رکھین گے۔ امید ہے کہ آپ بھی بغیر ہم سے پوچھے کہین جانے یا بھاگنے کا ارادہ نہ کرین گے۔ جو تنخواہ آپ کو وہان ملتی تھی ہم سے لیجیے۔" اسی قدر نہین ہم اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ انعام دین گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ہیبت خان کو بھی صاف صاف بیان کرنے پر راضی کر دیجیے (ایک دوسرے مکان مین لیجا کے جس مین ہیبت خان گرفتار تھا۔ اور اُس کے قید خانے کی کنجی بھی زبردست خان کے ہاتھ مین دے کے) آپ قفل کھول کے اُس سے اکیلے ملیے۔ اور اُسے سمجھائیے جس وقت وہ راضی ہو جائیگا اس کی بیڑیان بھی کاٹ دی جائین گی۔"

یہ کہہ کے نوجوان اور منیر نے زبردست خان کو ہیبت خان کے پاس چھوڑا۔ اور اُس مکان مین جس مین وہ دونون تھے قفل ڈال کے وزیرن والے مکان مین آئے جان باز خان نے آہٹ پاتے ہی کوٹھری سے نکل کے کہا "حضور! اب تو وزیرن ذرا ذرا راہ پر آ چلی ہے۔ صبح تک قبول دے گی۔"

نوجوان "مگر جب تک پوری طرح نہ قبولے اور صاف صاف نہ بتا دے کہ دلھنون کا جو زیور اُتار اُتار کے وہ ہضم کرتی رہی ہے اُس کے پاس موجود ہے اور

اُس کے برآمد کرا دینے کا وعدہ نہ کرے تم برابر جوتے لگائے جانا - اگر تم تھک گئے ہو تو مین تمھارے عوض مین کسی اور کو چھوڑ جاؤن ؟ اور جب تھک جانا برابر نوکری بدلوالینا مگر اس کی مرمت مین فرق نہ پڑنے پائے "

جانباز خان "ابھی مجھے رہنے دیجئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور سرمست خان کو بھیج دین"

نوجوان (سرمست خان سے جو ساتھ تھا) دیکھو بھول نہ جانا۔ گھنٹہ بھر کے بعد تم آکے جانباز خان کی نوکری بدلوا دینا"

سرمست خان نے اظہار اطاعت کیا اور نوجوان اور منیر اُس مکان سے باہر نکلے۔ قفل اندر سے کھول کے باہر ڈال دیا - اور کنجی سرمست خان کے سپرد کی جسے نوکری بدلوانے کو آنا تھا - اور دونون واپس چلے آئے -

پندرھوان باب

ناز آفرین ساعی خیر

اب منیر اور نوجوان گھر مین آکے بیٹھے اور تنہائی ہوئی تو ہمارے دل (خون شدہ رئیس زادے منیر نے اپنے نوجوان رفیق کی طرف دیکھ کے کہا "صورت سنگھ - مین تمھین ایسا مستعد اور ہوشیار نہین جانتا تھا جس خوبی سے تم نے ان لوگون کا بیان لیا ہے شاید کوئی ہوشیار افسر پولیس بھی ہوتا تو اس سے زیادہ لیاقت سے نہ لے سکتا تھا"

صورت سنگھ (ندامت سے آنکھین نیچی کر کے) "مجھے اپنے حقوق ادا کرنا اور اسی کے ساتھ آپ کو اپنے خلوص کا امتحان دینا ہے"

منیر (چارون طرف نظر دوڑا کے اور اس بات کا اطمینان کر کے کہ کوئی دوسرا نہین ہے) مین دل مین کہتا تھا کہ تم سی نازنین اور حیادار لڑکی جو شرم کے آغوش مین پلی ہے مجھے کیا مدد دے سکے گی ؟ مگر اس کی خبر نہ تھی کہ تم میرے حق مین رحمت الٰہی ثابت ہوگی" اب اُنھون نے خود ہی اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور یہان کوئی دوسرا نہین ہے تو آؤ ہم بھی سکینہ کو اُس کے پیارے نام سکینہ ہی سے یاد کرین -

سکینہ "خیر اب تو بے حیائی کی زندگی بسر کرنا میری قسمت مین ہے - لیکن مین سچ کہتی ہون حیا و شرم سب باتین خیال ہے مین اگر کوئی دل مین سمجھ لے کہ اب بغیر بیباک ہوئے

کام نہ نکلے گا تو جو چاہے کر سکتا ہو۔ بعضے وقت میرے دل مین ایک جھجک سی پیدا ہوتی ہو کہ بیٹی ذات ہو کے تو یہ کیا بے حیائی کی باتین کر رہی ہو! مگر ساتھ ہی خیال آتا ہو کہ یہ باتین اُسی وقت تک کے لیے تھین جب تک مین عورت کی صورت مین تھی۔ اور جب مردانہ بھیس کیا تو پھر شرم و غیرت کس بات کی؟،،

منیر "تمھین کبھی اپنے ماں باپ تو نہین یاد آتے؟،،

سکینہ "یاد کیون نہ آتے؟ بعض وقت گھر کو یاد کر کے رونے لگتی ہون مگر فوراً کلیجے پر پتھر کی سل رکھ کے کہتی ہون کہ جب وقت آئے گا تو خدا ملا ہی دے گا۔"

منیر "اب تم مردون کے لباس مین ہو۔ چاہو تو دُور سے جا کے اپنے والد کی صورت بھی دیکھ لے سکتی ہو۔ اور اس کا مین وعدہ کرتا ہون کہ تمھین کوئی نہ پہچان سکے گا۔"

سکینہ "آپ کے کہنے سے پہلے ہی مین جا کے اپنے والد کو دیکھ آئی۔ عدالت کے باہر وکیلون اور اہل مقدمہ مین مل گئی۔ جب وہ گاڑی سے اُتر کے اجلاس پر جانے لگے تو اُن کے راستے مین کھڑی ہو گئی۔ وہ پاس سے گزرے۔ مین نے اُنھین جی بھر کے دیکھا۔ اُنھون نے مجھ پر ایک نظر ڈالی۔ مگر پہچان نہ سکے۔ اُن کے چلے جانے کے بعد میری آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ اور روتی ہوئی واپس آئی۔"

منیر "خیر جو ہوا سو ہوا۔ مگر پھر کبھی ایسی غلطی نہ کرنا۔ عورتون کا دل نازک ہوتا ہو۔ ممکن ہو کہ تم بے اختیار رونے لگو۔ یا کوئی ایسی حرکت کر بیٹھو کہ پہچان لی جاؤ۔"

سکینہ "ہان مین خود ہی نہ جاؤن گی۔ میرے دل مین بھی یہ خیال گزرا تھا۔ اچھا اب اُس معاملے مین گفتگو کیجیے جس پر ہماری آیندہ زندگی موقوف ہو۔ مین کل سے سوچ رہی ہون اور کئی بار آپ سے کہنا چاہا مگر نوبت نہین آئی۔ میرے نزدیک ان مجرمون کا یہان حلال نگر مین رہنا اچھا نہین ہو۔"

منیر "پھر یہ کہان رکھے جائین؟،،

سکینہ "انھین اپنے کسی موضع مین بھیج دیجیے اور وہان کسی ایسے بند اور محفوظ مکان مین رکھیے کہ کسی کو کانون کان خبر نہ ہو۔ بلکہ انگریزی حکومت سے باہر کسی ریاست کے علاقے مین کوئی ایسا مقام مل جائے تو اپنی جستجو کا مرکز اُسی کو قرار دینا چاہیے۔ اور وہین یہ سب مجرم لے جا کے رکھے جائین۔"

منیر" اور ریاستین بہت دور ہین یہان قریب تو حرام پور ہی ہے - اور اُس کے سرحدی علاقے مین میرے کئی موضع بھی ہین - خاص کر موضع پسیا توان تو حرام پور کی سرحد کے اندر اور انگریزی علاقے سے اِس قدر نزدیک واقع ہوا ہے کہ پانچ منٹ مین آدمی انگریزی قلمرو مین بھاگ آسکتا ہے "

سکینہ " اور وہ یہان سے کتنی دور ہے ؟ "

منیر " ہوگا کوئی پانچ چھ کوس - زیادہ فاصلہ نہین ہے "

سکینہ " تو ان سب کو جس قدر جلد ہو سکے وہین پہونچا دیجیے - حرام پور والون سے انتقام حرام پور ہی کے علاقے مین خوب لیا جا سکتا ہے کیونکہ حرام زادون سے بغیر حرام زدگی کیے کوئی پیش نہین پا سکتا - اس کے سوا یہ بھی سوچنا چاہیے کہ انگریزی علاقے مین پولیس کے کام کو اپنے ہاتھ مین لے لینا سخت جرم ہے - اور یہان حکومت ایسی بیدار مغز ہے کہ بے ضابطہ کارروائیان ہمیشہ کھل جایا کرتی ہین - بخلاف اس کے ریاستون مین نہ کوئی قاعدہ ہے نہ قانون - اور ہے بھی تو فقط دکھانے کے لیے - وہان جو چاہیے کیجیے جائز ہے - فقط اپنے ہاتھ مین قوت ہونی چاہیے "

منیر " مین بھی تمھاری اس تجویز کو پسند کرتا ہون - اچھا تو آج توقف کرو - کل شام کو یہ سب لوگ احتیاط اور حفاظت سے وہان پہونچا دیے جائین گے - اور اس طرح خفا کے ساتھ کہ کسی کو کسی بات کا وہم بھی نہ ہوگا "

سکینہ " تعریف تو جب ہے کہ یہان بھی کسی کو خبر نہ ہو "

منیر " کسی کو نہ معلوم ہوگا - اور نہ مین یہان کسی سے کہون گا - لیکن مجھے ایک بات کا خیال آتا ہے " یہ کہتے ہی وہ ایک فکر مین پڑ گیا - اور سر جھکا کے سوچنے لگا "

سکینہ " وہ کون سی بات ہے ؟ "

منیر " خیر مین اب مجبور ہو کے تم سے ایک ایسی راز کی بات کہتا ہون جو اس گھڑی تک کسی سے نہین کہی تھی - اور اب بھی نہ کہتا مگر تم نے اپنے آپ کو پورے طرح مستحق ثابت کر دیا کہ تم پر وہ راز آشکارا کر دیا جائے - اور بغیر اس کے اب کام بھی نہ چل سکے گا - مہ لقا نے قرآن پر ہاتھ رکھوا کے قسم لے لی تھی کہ اُس کے راز کو کسی پر ظاہر نہ کرون گا - اور جو خاص چیز تمھین بتانا چاہتا ہون ... ملے گا

اُس کی نسبت وہ تاکید کر گئی ہی کہ پانچ برس تک کسی کو نہ بتاؤن۔ لیکن اب تم پر ظاہر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہی اور شاید مہ لقا یہان موجود ہوتی تو وہ بھی تم پر ظاہر کر دینے کی اجازت دے دیتی۔"

سکینہ "اگر ایسا ہی نازک معاملہ ہی اور اُس کے پوشیدہ رکھنے کے لیے ایسا عہد و پیمان اور قول و قسم ہو چکا ہی تو آپ نہ ظاہر کرین۔"

منیر "اگر ضرورت نہ ہوتی تو مین ہرگز نہ بتاتا۔ مگر مین دیکھتا ہون کہ اب بغیر بتائے کام نہ چل سکے گا۔" یہ کہہ کے اُس نے اپنے پرایوٹ کمرے سے صندوقچہ لا کے کھولا اور اس مین سے خط گلستان کے وہ حروف تہجی نکال کے اپنے ہمراز دوست کے سامنے پیش کیے اور کہا "یہ نقط گل بوٹے نہین ایک خط ہی جو مہ لقا بیگم نے ایجاد کیا ہی۔ اور سوا اُس کے اور میرے آج کی گھڑی تک دنیا مین اسے اور کوئی نہین جانتا۔ آپ تیسری شخص ہین جو آج اس خط سے واقف ہون گی۔ مہ لقا نے جانے سے دو چار روز پہلے اس لیے اس خط کو ایجاد کیا کہ اگر موقع ملے تو اسی کے ذریعے سے وہ مجھ سے مراسلت کر کے اپنے حالات اور منصوبے بتا دیا کرے۔ چنانچہ اُس کے جانے کے دو ہفتہ بعد ایک دن مولوی سعد اللہ آئے۔ اور ایک تھالی میرے سپرد کی اور کہا مجھے ایسی ہی ایک تھالی کی سخت ضرورت ہی مگر سارا بازار چھان مارا کہین نہین ملتی۔ مجبوراً اسے تمھارے پاس چھوڑے جاتا ہون ایسی ہی ایک دوسری تھالی مجھے بنوا دو۔ اُن کے جانے کے بعد مین نے اُس تھالی کو غور سے دیکھا تو اُس کے نقش و نگار پر مجھے مہ لقا کے خط گلستان کا شبہ ہوا۔ مہ لقا کی تحریر کو نکال کے غور کیا تو میرا شبہہ صحیح نکلا۔ اور معلوم ہوا کہ مہ لقا نے اُس پر یہ چند باتین کھود دی تھین کہ "مین نواب حرام پور کے محل مین بند ہون۔ حلال نگر کی ساری لڑکیان یہین آئین۔ مجھے مولوی سعد اللہ لائے۔ اور انھین کے سپرد ہون۔ ایک رات وزیرن کے گھر مین رکھی گئی تھی یہان ایک عورت میرے پاس ہی۔ اور کوئی میرے پاس نہین آنے پاتا۔ وہان کے گدڑی بازار مین ایک عورت ہر جمعے کو اسی تحریر کی کوئی چیز بیچنے کو لائے گی جتنے کو دے لے لیا کرنا۔" یہ سنتے ہی میرے ہوش جاتے رہے۔ اور مولوی سعد اللہ کی صورت در کنار مجھے ان کے نام سے ڈر معلوم ہونے لگا۔"

"پھر آپ کو گدڑی بازار مین کوئی چیز ملی؟"

منیر :۔ مین ہر جمعے کو وہان موجود رہتا ہون اور اس وقت تک دو رومال خرید چکا ہون جن کے ذریعے سے مہ لقا نے اسی خط مین بتایا ہو کہ وہ وہان مجنون بنی ہوئی ہو ۔ اور مولوی سعداللہ کو بھی یقین ہو کہ اُس پر کوئی زبردست جن سوار ہو ۔ وہ روز جھاڑ پھونک کرتے اور فلیتے سلگاتے ہین ۔ مگر کچھ زور نہین چلتا ۔ ابھی تک اُس سے اپنے نکلنے کی کوئی تدبیر نہین بن پڑی ہو ۔"

سکینہ :۔ مہ لقا بیگم واقعی بڑی عقلمند ہوشیار شائستہ اور پاکدامن بی بی ہین ۔ جیسی بہادری اور جرأت سے اُنھون نے اپنے آپ کو اس خطرے مین ڈالا ہندوستان کی کوئی عورت نہ کر سکے گی ۔ اور اس کے ساتھ پھر مین کہتی ہون کہ جس عقلمندی سے اُنھون نے اس گھڑی تک اپنی عزت و آبرو بچائی ہو اور جس خوبصورتی سے آپ کو اپنے حالات سے مطلع کیا ہو یہ بھی کسی اور سے نہ ہو سکے گا ۔ اگر عورتون مین کچھ بھی قدر کرنے کی لیاقت ہو تو چاہیے کہ اُنھین اپنا سرتاج سمجھین ۔ اور کبھی کوئی بات اُن کی مرضی کے خلاف نہ کرین ۔"

منیر :۔ یہ تو بعد کی باتین ہین اب اس وقت بتاؤ کہ اُن کو اس آفت سے چھڑانے کی کیا تدبیر کی جائے ؟"

سکینہ :۔ مہ لقا بیگم نے اپنا کام پورا کر دیا ۔ اب جو کچھ کمی ہو وہ آپ کی طرف سے ہو مجھے اس قدر حالات معلوم ہوتے تو خدا جانے اب تک کیا کر چکی ہوتی ۔ بیشک یہ آپ نے بڑا کام کیا کہ وزیرن کو گرفتار کر لیا اور مہ لقا بیگم کے صدقے مین مین بے آبرو ہونے سے بچ گئی ۔ اگر آپ نہ پہونچ جاتے تو مین راتون رات حرام پور مین پہونچ جاتی اور مجھ مین اتنی طاقت نہ تھی کہ مہ لقا بیگم کی طرح اُن ظالمون کے پنجے سے اپنی آبرو بچا لیتی ۔ مجھے تو وہان زہر بھی نہ ملتا کہ کھا کے سو رہون ۔ لیکن آپ کو ابھی بہت سی کارروائیان کرنی چاہیے تھین جن کو اب مین کرون گی اور آپ کو بخوبی دکھا دون گی کہ خدا نے مدد کی تو اس حرام والے کو کیسا ناچ نچاتی ہون ۔"

منیر :۔ آخر تم کیا کرو گی ؟"

سکینہ :۔ مین جو کرون گی دکھا دون گی زبان سے نہ کہون گی ۔ اچھا تو آج جمعرات ہو اور کل جمعہ ۔ کل آپ کو مہ لقا کے ہاتھ کا بنا ہوا ایک نیا رومال ملے گا

کل جو آپ رومال خریدنے کو جائیں تو مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے چلیں۔"

منیر" چلنا۔ بلکہ میں اُس بڑھیا سے کہہ دونگا کہ اگر کبھی میں نہ ملوں تو تمھیں دے دے"

سکینہ" بس اتنا ہی چاہتی ہوں۔ اس کام میں جتنا صرف ہو اگر آپ اُسے برداشت کریں اور مجھے اجازت دے دیں کہ زیادہ سے زیادہ سو سپاہیوں تک کو میں اپنے اختیار سے مقرر کر لوں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں"

منیر" ان سب باتوں کا تمھیں اختیار ہے۔ مہ لقا کو آزادی دلانے کے لیے میں خود اپنے آپ کو بیچ ڈالنے میں بھی تامل نہ کرونگا۔ روپیہ کیا چیز ہے؟ اور اس وقت تک بھی میں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں اٹھا رکھی تھی۔ لیکن افسوس کچھ زور نہ چل سکا۔ حرام پور میں میرا کچھ زور چل نہیں سکتا۔ جو کچھ خیال میں آیا یہ ہے کہ وزیرن کے راز کو دریافت کر کے اُسے گرفتار کر لوں۔ اور شاہزادی اور مولوی سعد اللہ کو جس طرح بنے خوشامد درآمد کر کے اپنے موافق بناؤں۔ آج تک اسی کوشش میں لگا رہا مگر بالکل کامیابی نہیں ہوئی۔ شہزادی کی یہ حالت ہے کہ اس رنگ پہ آتی ہی نہیں ادھر اُدھر کی سب باتیں کریگی۔ اور جہاں مہ لقا کا ذکر آیا سوا ہمدردی کرنے کے کسی بات کا پتہ نہیں دیتی۔ مولوی سعد اللہ کی یہ حالت ہے کہ یوں تو پہلے ہی سے اُن کا شاگرد تھا اب عملیات میں بھی اُن کی شاگردی اختیار کی۔ ہر دوسرے تیسرے روز آدمی بھیجتا ہوں۔ مگر وہ صدہا عذرات پیش کرتے ہیں آنے کا نام نہیں لیتے۔ اس کے سوا تمھیں بتاؤ کہ میں اور کیا کر سکتا ہوں؟"

سکینہ" ان لوگوں سے کام نکل چکا۔ پھر دیکھا جائے گا۔ اب رات زیادہ آ گئی ہے سو رہنا چاہیے۔ صبح اُٹھ کے گدڑی بازار چلیں گے۔ وہ بڑھیا کس وقت آیا کرتی ہے؟"

منیر" صبح ہی کو آٹھ نو بجے تک مل جایا کرتی ہے۔ یہاں سے سات بجے چلیں گے۔ میں خدا کا بہت ہی شکر گزار ہوں کہ میری مدد کے لیے تم کو میرے پاس پہونچا دیا۔ بغیر تمھارے اکیلا میں کچھ نہ کر سکتا۔ تم نے دو ہی تین دن میں میرا حوصلہ بڑھا دیا۔ اور اب امید پڑتی ہے کہ خدا نے جہاں تم سا مددگار دیا وہاں مجھے کامیاب بھی کرے گا۔"

یہ کہہ کے دونوں بچھونوں پر جا کے سو رہے۔ اور صبح کی نماز سے فارغ ہو کے ناشتہ کیا۔ چاء پی۔ اور روانگی کا سامان کرنے لگے۔ سکینہ نے آنکھ کھلتے ہی محمد سے

کہہ رکھا تھا کہ دو اچھے ہوشیار آدمی جو جاسوسی کا ہم کام ہوشیاری کے ساتھ انجام دے سکیں ہمارے چلنے سے پہلے بلوا رکھو۔ محمد نے جو اس قسم کے کام پہلے سے کرتا رہا تھا آسانی کے ساتھ دو جاسوس فراہم کر لیے۔ اور سات بجتے بجتے سکینہ اور منیر دونوں جاسوسوں کو ساتھ لے کے گدڑی بازار روانہ ہوئے۔ کوئی گھنٹہ بھر تک ادھر ادھر ٹہلتے۔ طرح طرح کی چیزوں کو دیکھتے اور کچھ خرید و فروخت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ منیر کو دور سے وہ رومال والی بڑھیا دکھائی دی۔ اور سکینہ کو ساتھ لے کے اُس کے پاس گیا پانچ روپیے دے کے وہ رومال لیا۔ اور اُس سے کہا اگر کبھی میں نہ آؤں تو (سکینہ کی طرف اشارہ کرکے جو صورت سنگھ بنی ہوئی تھی) میرے ان دوست کو رومال دے دینا یہ مجھے پہونچا دیں گے۔" اس کے بعد واپس آئے۔ اور سکینہ کے اشارے کے موافق دونوں جاسوس بڑھیا کے پیچھے ہو لیے۔

منیر نے گھر میں آکے اور سکینہ کے ساتھ اپنے پرائیوٹ کمرے میں اطمینان سے بیٹھ کے رومال میں جو بیل بوٹے کڑھے ہوئے تھے اُنکو پڑھنا شروع کیا۔ اور ہر ہر لفظ کو پڑھ کے الگ کاغذ پر لکھتا گیا۔ اور پورا لکھ لینے کے بعد پڑھا تو یہ لکھا تھا "میرے منیر۔ اب تو بالکل یاس ہے۔ آزادی کی کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی میرا دماغ اب تک درست نہیں ہوا۔ اور ابھی تک اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی میرے پاس آئے اور میں اُسے مار نہ بیٹھوں یا کاٹ نہ کھاؤں یہانتک کہ تمھارے نواب اور ظالم سعداللہ کو میری صحت سے یاس ہو گئی اور قرار پا گیا ہے کہ پرسوں تک اچھی ہوں تو زہر دے کے میرا کام تمام کر دیا جائے۔ اب میں بڑی مشکل میں ہوں۔ اچھی ہوتی ہوں تو آبرو جاتی ہے اور ایسی ہی بنی رہتی ہوں تو قیامت تک کے لیے تم سے چھوٹتی ہوں۔ ان تین دنوں میں کیا ہو سکتا ہے؟ غالبًا میں اچھی نہ ہونگی اور آج کے تیسرے دن پیوند زمین ہو جاؤں گی میرا کہا سنا معاف کرو۔ اور جانو کہ مہ لقا تم پر اور ساری بہنوں پر قربان ہو گئی۔ شاید اس کے بعد پھر میرا کوئی خط تمھیں نہ ملے۔ بس سب آرزوئیں پوری ہو گئیں اور ہمیشہ کے لیے رخصت۔"

یہ خط پڑھتے ہی منیر کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ اور نہایت ہی یاس و حسرت کے ساتھ کہا "بس اب کوشش بے سود ہے۔ حرام پور کے محل پر کسی کا کچھ زور نہیں چل سکتا" کہتے ہی زار و قطار رونے لگا۔ اور روتے روتے کہا سکینہ تمھارے مل جانے سے میرے دل کو ڈھارس بندھ گئی تھی۔ مگر افسوس میری قسمت نہ تھی کہ تمھاری مستعدی

اور ہوشیاری بھی کچھ کارگر ہو سکتی ہے"

سکینہ "مایوس نہ ہوجیے - خدا کی رحمت سے ناامید ہونا مسلمان کا کام نہین - مین نے تو مہ لقا بیگم کو آزادی دلانے کا بیڑا اٹھایا ہو یقین جانیے کہ اپنی زندگی تلخ کرونگی ہر خطرہ برداشت کرون گی - اپنی جان تک دینے مین پس و پیش نہ کرون گی - اور جس طرح بنے گا مہ لقا بیگم کو اس آفت سے بچاؤن گی"

منیر "کیا باتین کرتی ہو؟ کل کا لکھا ہوا یہ خط ہو - اور کل اُس کی زندگی کا زمانہ ختم ہوجائے گا - اتنی دیر مین تم کیا کرلو گی؟"

سکینہ "کرنے والا ہو اور خدا کی مدد ہو تو اتنی دیر مین سب کچھ ہو سکتا ہو - خیر تو مین اب آپ سے رخصت ہوتی ہون - اِن سب قیدیون اور اپنے ملازمون کو آپ آج ہی رات پسیانوان مین پہونچا دیجیے - اور خود وہین ٹھہرے رہیئے - مین اُن کے ساتھ وہین جاؤنگی اور انشاء اللہ روز آکے آپ سے ملا کرون گی"

منیر "ایسا نہ ہو کہ تم بھی غائب ہوجاؤ اور دنیا مین کوئی میرا تسلی دینے والا نہ باقی رہے - اب میری زندگی فقط تمھاری وجہ سے ہے"

سکینہ "ایسا نہ ہوگا - جہان تک بنے گا روز آکے ملون گی - لیکن اگر کبھی چار پانچ روز کے لیے غائب ہوجاؤن تو آپ پریشان نہ ہون - اور یہ سمجھ لین کہ آپ ہی کے کام کے لیے کہین گئی ہون"

یہ کہہ کے سکینہ بیگم نے کچھ نوٹ کچھ اشرفیان اور چند جواہرات لے کے اپنے پاس رکھے اور منیر سے رخصت ہو کے چلی گئی -

سولھوان باب

خوف زدہ ظالم

دو گھڑی دن رہے کا وقت ہو - آفتاب کی شعاعین زرد ہو کے کسی مظلوم و محزون حسینہ کا خوف زدہ چہرہ بن گئین - اور خود آفتاب قبتار کے آغوش تاریک مین جاتے ہوئے ایسا ترسان و لرزان ہو جس طرح کوئی آتشین رخسار و پاکدامن دوشیزہ نواب حرام پور کے محل مین جاتے ڈرتی ہو - نواب صاحب موصوف جن کی دن بھر سونے کے لیے

دو گھنٹے ہوئے آنکھ کھلی تھی حوائج ضروری سے فارغ ہونے کے بعد نہا دھو کے اور صبح کا ناشتہ سہ پہر کو کرکے دربار میں رونق افروز ہوئے۔ صورت دیکھتے ہی نقیب نے آواز لگائی "نگاہ روبرو" اور اہل دربار سے ڈانٹ کے کہا "آداب بجا لاؤ"۔ تمام اہل دربار آداب شاہی بجا لائے۔ اور نواب صاحب متنفس صورت بنائے برہم و برافروختہ۔ سر کی حرکت سے سلام لیتے ہوئے آئے۔ اور ایک نقرہ کرسی پر جو صدر میں رکھی ہوئی تھی بیٹھ گئے اتنے میں اُن کی ایک منظور نظر رنڈی گوہر کھڑی ہو کے مجرا کرنے لگی۔ تمام اہل دربار اگرچہ نظریں نیچی کیے ادب سے بیٹھے تھے مگر پھر بھی بعض نوعمر و نوخیز امیرزادوں کی دزدیدہ نگاہیں گوہر کے دلفریب چہرے اور اُس کی دلکش اداؤں کی طرف اُٹھ ہی جاتی تھیں۔ اور نواب صاحب چپکے ہی چپکے اس بات پر غور کر رہے تھے کہ اہل دربار میں سے کون شخص کس نگاہ سے میری محبوبہ گوہر کو دیکھ رہا ہے۔ اس مجمع میں نواب صاحب کو اپنے ایک درباری امیر کا بیٹا محمود خان نظر آیا جس کی نسبت اُس کی شامت اعمال سے کسی نے مخبری کر دی تھی کہ گوہر کے گھر میں آتا جاتا ہے۔ اتفاقاً اِس وقت بھی اس کی نظر گوہر کے چہرے کی طرف اُٹھ گئی۔ اور نواب صاحب نے دیکھ لیا۔ ساتھ ہی نواب کا چہرہ سُرخ ہو گیا طیش کے ساتھ کہا "محمود خان تم میری رنڈی کو گھورتے ہو"۔ یہ کہہ کے اسے پاس بلوا لیا قرولی نکال کے اپنے ہاتھ سے اُس غریب کی ایک آنکھ پھوڑ دی۔ اور بولے "بس یہ سزا کافی ہے اب کی نگاہ اُٹھا کے دیکھا تو دوسری آنکھ بھی پھوڑ دی جائے گی"۔

اسی اثنا میں ایک شاعر صاحب سامنے آکے آداب بجا لائے۔ یہ شاعر کاہے کو امیروں کے دربار کے فحش گو مسخرے تھے۔ اور باذل تخلص کرتے تھے۔ اتفاقاً گزشتہ شب کو کوئی ناچنے والا کتھک لڑکا نواب صاحب کی خلوت میں پیش ہونے کے لیے پکڑا آیا تھا۔ وہ سرکاری ڈیوڑھی پر پکڑا بیٹھا اپنی قسمت کو رو رہا تھا کہ اِن شاعر صاحب کا سامنا ہو گیا اور انھوں نے اُس سے دو ایک باتیں کر لیں۔ اس کی خبر محل کے خفیہ جاسوسوں نے نواب صاحب کو پہونچا دی۔ اور نواب صاحب نے اتنی ہی بات پر اِن مسخر الذی کو اپنا رقیب خیال کر لیا۔ سامنا ہوتے ہی بجائے آداب قبول کرنے کے نواب صاحب نے تعریضاً فرمایا "آیئے۔ تشریف لائیے۔ اب تو بغیر آپ ملے کوئی مجھ تک کیوں پہونچنے لگا تھا"۔ یہ کلمات تہدید سنتے ہی باذل

صاحب کا دم نکل گیا۔ ساری بذلہ سنجی بھول گئے۔ اعضا مین رعشہ پڑگیا۔ اور نہایت ہی عاجزی سے زمین بوس ہو کے جان بخشی کی التجا کی۔

نواب صاحب "خیر دیکھا جائے گا سردست ان کو حراست مین اور ننگی تلوارون کے پہرے مین رکھو۔" یہ حکم نادری ہوا تو پھر بھلا کیا ٹل سکتا تھا؟ چوبدار با ذل صاحب کو مارتے ڈھکیلتے دربار سے نکال لے گئے۔ اور ننگی تلوارون کے پہرے مین بٹھا دیا۔

ضحاک کی طرح دو آدمیون پر عذاب کرکے اب نواب صاحب کی طبیعت ذرا ٹھکانے ہوئی۔ مسکرا کے ایک مشہور اور کامل فن حکیم صاحب کی طرف دیکھا جو خاص نواب صاحب کے علاج کے لیے دور سے بلوائے گئے تھے۔ اور فرمایا "حکیم صاحب آپ اپنے دل مین کہتے ہون گے کہ مین لوگون پر سختی کرتا ہون۔ مگر بخدا مین اپنی رعایا کے حال پر نہایت ہی مہربان ہون۔ دیگر فرمان رواؤن کا معمول ہے کہ صرف مردون کی حالت پر نظر ڈالتے ہین مگر مین عورتون کو بھی اسی رحم و شفقت سے دیکھتا بھالتا جس طرح کہ مردون کو۔ وزیرون اور امیرون کے گھر مین خود جا کے اُن کی بہو بیٹیون کی حالت کا معائنہ کیا کرتا ہون۔ میری قلمرو مین کیا مجال ہے کہ کسی معزز شخص کی لڑکی جب تک مین اُسے بخوبی نہ دیکھ لون بیاہی جائے۔ بعض لوگ اس پر اعتراض کرتے ہین مگر مین اس کی پروا نہین کرتا۔ اس کو مین ہی جانتا ہون کہ خالص محبت اور دلی ہمدردی مجھے ان گھرون مین لے جاتی ہے۔ لیکن میری ان عنایتون پر بھی لوگون کا یہ حال ہے کہ گستاخیون بد تہذیبون اور بے ادبیون سے باز نہین آتے۔ اور اسی وجہ سے روز دو چار ایسے واقعات پیش آجاتے ہین جو خود مجھے ناپسند ہوتے ہین مگر کیا کرون؟ مجبوری ہے"

حکیم صاحب "ادب آموزی حضور کا فرض ہے"

نواب صاحب "اور مین اس فرض کو جب تک عاجز نہین آجاتا ہون نہین ادا کرتا" یہ کہہ کے نواب صاحب نے برخاست کا حکم دیا۔ اور خود حکیم صاحب کے ساتھ ایک دوسرے کمرے مین تشریف لے گئے جہان صرف خاص خاص لوگ باریابی کی عزت حاصل کر سکتے تھے۔ یہان ایک آرام کرسی پر بیٹھ کے حکیم صاحب کو اپنے برابر دوسری کرسی پر بٹھایا اور ایک چوبدار سے کہا "مولانا سعد اللہ کو بلواؤ" چوبدار اُدھر گیا اور نواب صاحب نے اپنے مخصوص شکایات اور اپنی مختص کمزوریون کو حکیم صاحب

بیان کرنا شروع کیا۔ حکیم صاحب نے اپنے بعض مجربات طلاؤن گولیون کشتون اور معجونون کی تعریفین کین۔ اور کہا "دو ہی چار روز مین یہ سب شکایتین جاتی رہین گی"

ان باتون کا سلسلہ ختم نہین ہوا تھا کہ مولوی سعد اللہ آکے آداب بجا لائے۔ اور نواب صاحب نے اُن کی صورت دیکھتے ہی کہا "مولانا میری تشویش بڑھتی جاتی ہو۔ وزیرن اور اُس کے دو ساتھیون کا پتہ نہین ہو۔ آخر یہ ماجرا کیا ہو؟"

مولانا " خداوند آج تو اُس سے بھی زیادہ غضب ہو گیا۔ ابھی ابھی خبر آئی ہو کہ حلال نگر کے ایک تھانہ دار شیخ فیض اللہ بیگ غائب ہو گئے۔ اور یہ وہ شخص تھے جن کی مدد سے ہم نے سارے حلال نگر مین اپنی حکومت جما رکھی تھی۔ اور اُنھین کی کوشش تھی جو آج تک ہماری کارگزاریون مین کوئی مزاحم نہین ہو سکا"

نواب صاحب " تو آپ جلدی وہان جا کے پتہ لگائیے کہ یہ کیا آفت اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کون ہو جسے میری کارروائیون کے روکنے کا حوصلہ ہو سکا؟"

مولانا " مین تو کب کا جا چکا ہوتا۔ مگر اُسی سڑن لڑکی کی وجہ سے رُکا ہوا ہون"

نواب صاحب " ابھی پوچھے مین ڈالیے اُس لڑکی کو۔ اور ان ضروری معاملات کی خبر لیجیے۔ ہان آج تیسرا دن ہو وہ کچھ راہ راست پر آئی یا نہین؟"

مولانا " کچھ تغیر تو معلوم ہوتا ہو؟"

نواب صاحب " یہ اُس کا فریب نہ ہو؟ آپ نے اُسے میری تجویز بھی سنا دی تھی؟"

مولانا " اُسی دن سنا دی تھی۔ کل تو اس کا کچھ اثر نہین ظاہر ہوا۔ لیکن آج صبح سے مجھے اُس کا جنون کچھ کم نظر آتا ہو۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہو کہ اِس دھمکی کا اُس پر نہ کچھ اثر ضرور ہوا"

نواب صاحب " تو معلوم ہوتا ہو بنی ہوئی سڑن ہو۔ سر پر جنون پریون کا آنا سب فریب ہو۔ مگر اس سے امید پڑتی ہو کہ دو چار روز مین راہ پر لگ جائے گی۔ تو پھر اُسے ابھی ایک ہفتہ اور اس کی حالت پر چھوڑ دیجیے۔ اور اُس پر ظاہر کر دیجیے کہ تمھاری طبیعت کو اصلاح پذیر دیکھ کے ایک ہفتے کی اور مہلت دی گئی یقین ہے کہ ہفتہ ختم ہونے سے پہلے تم اچھی ہو جاؤ گی۔ اُس کی نگرانی

کس کے سپرد ہی؟"

مولانا" یہ خاکسار ہی اس کا نگران ہی - اور مین نے اپنی طرف سے دوگانہ نام ایک معتبر سن رسیدہ عورت اُس کے پاس چھوڑ دی ہی جس سے وہ مانوس ہو گئی ہی اُس کے سوا اور کسی کی مجال نہین کہ اُس مجنون پری جمال سے بات کر سکے - اس کے سوا نہ کسی سے بولتی ہی اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیتی ہی - اس کی بھی روادار نہین کہ کوئی اُس کی طرف نظر اُٹھا کے دیکھے"

نواب صاحب" تو اُسے اسی عورت کی نگرانی مین چھوڑ کے آپ کل صبح حلال نگر چلے جائین - اور خوب ہوشیاری کے ساتھ پتہ لگائین کہ وزیرن اس کے دو ساتھیون اور شیخ فیض اللہ کو غائب کر دینے کے سنگین جرائم کس سے سرزد ہوئے ہین ؟ اُن دو سپاہیون کے غائب ہونے کا مجھے اتنا خیال نہین - مگر وزیرن اور شیخ فیض اللہ کا یک بیک غائب ہو جانا خالی از علت نہین"

مولانا" جو حکم ہو - مین کل چلا جاؤن گا - اور حضور کے اقبال سے امید ہی کہ فوراً پتہ لگ جائے گا"

نواب صاحب" آپ پتہ لگا کے آ جایئے تو پھر مین لکھنؤ جانے کا بندوبست کرون - لاٹ صاحب نے بلایا ہی - گو ملاقات کی تاریخ نہین مقرر ہوئی - بس یہ سمجھ لیجیئے کہ آج کے بیسوین دن مجھے روانہ ہونا ضروری ہی - اسی مدت کے اندر حلال نگر کا یہ جان فرسا راز بھی برآمد ہو جائے اور اُس چالاک سرکش حسینہ کا بھی تصفیہ ہو جائے جو آپ کے سپرد ہی - یا تو اُس سے پہلے اُس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائیگا اور یا وہی میرے ساتھ لکھنؤ جائے گی"

مولانا" مجھے ایک امر مین کچھ عرض کرنا تھا"

نواب صاحب" کس معاملے مین ؟

مولانا" جان کی امان پاؤن تو عرض کرون"

نواب صاحب" آپ بے تکلف کہین - کسی بات کا اندیشہ نہ کیجیے"

مولانا" منور خان کو قید سے آزادی مل جائے - مین وعدہ کرتا ہون کہ وہ کوئی امر حضور کی مرضی کے خلاف نہ کرے گا - اور غلام کے نزدیک مصلحت بھی یہی

اُس کی جورو ہاتھ آگئی اُس کا علاقہ شاہزادی صاحبہ کی رونمائی میں لکھوا لیا گیا۔ اور اُسے سرتابی کی اچھی طرح سزا بھی مل گئی۔ اب اگر غائب رہا تو انگریزی علاقے کا معزز رئیس ہی وہاں کے حکام کو توجہ ہوگی اور تحقیقات شروع ہوئی تو سو طرح کے اندیشے ہیں۔"

نواب صاحب (مسکرا کے) "مولانا آپ باوجود پڑھے لکھے اور معمر و تجربہ کار ہونے کے بڑے بے وقوف ہیں۔ جس شخص کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا ہو جیسا کہ میں کر چکا ہوں وہ بھلا کبھی وفادار ہو سکتا ہے؟ اُسے جب موقع ملے گا دشمنی پر آمادہ ہو جائے گا۔ خیر اس پر بھی میں آپ کا کہنا مان لیتا۔ مگر اب تو اس کا پتہ نہیں حوالات کے اندر ہی اندر غائب ہو گیا۔"

مولانا (مایوس ہو کے) "اور اُس کا ننھا بچہ انور؟"

نواب صاحب "وہ اگر ہے بھی تو دو تین دن میں نہ ہوگا۔ افعی کشتن و بچہ اش نگہ داشتن کار خردمنداں نیست۔ مجھے اس کی فکر کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ اُسے کل ہی سے دست آ رہے تھے۔ آج تک ہو یا نہ ہو۔ اچھا آپ حلال بگر جاتے ہیں تو یہ کام بھی کرتے آیئے کہ اُس کی وہ ہبہ نامہ کی دستاویز لیتے جایئے اور اُسے دکھا کے اُس کے سارے علاقے اور اُس کی کل جائداد کا داخل خارج میری بیٹی شاہزادی منزلت آرا بیگم کے نام کرا دیجیے۔"

مولوی سعد اللہ نواب صاحب کی باتوں سے سمجھ گئے کہ حوالات میں منور خان کا کام تمام کر دیا گیا۔ اور اُس کا بچہ انور خان جو برائے نام منزلت آرا بیگم کا دولھا بنا تھا وہ بھی دو تین دن کا مہمان ہے۔ اُن کو منور خان سے کوئی ذاتی ہمدردی نہ تھی۔ مگر اُس مظلوم کے عزیزوں نے آدمی بھیج کے اُن سے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ سفارش کر کے منور خان کو آزادی دلا دیں تو ایک لاکھ روپیہ آپ کی نذر کیے جائیں گے۔ مولانا کو اس رقم کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا بڑا ملال ہوا۔ مگر اب چارہ کیا تھا؟ مجبوراً آداب بجا لا کے گھر چلے آئے۔ اور نواب صاحب حکیم صاحب سے اپنے علاج کے متعلق گفتگو کرتے رہ گئے۔

سترھوان باب

سونے کی چڑیا اُڑ گئی

شام کو دربار سے آئے تو مولوی سعد الدرات بھر یہی سوچتے رہے کہ مین حلال نگر مین جا کے کیا بنا لون گا؟ جس نے ان لوگون کو غائب کیا ہی کیا وہ مجھ سے آ کے کہہ دے گا کہ مین لے گیا ہون؟ اور سچ تو یہ ہی کہ اب مجھے حلال نگر جاتے خفت بھی معلوم ہوتی ہی۔ اور خوف بھی معلوم ہوتا ہی۔ منیر کو اگرچہ خبر نہین کہ اُس کی دُلھن میرے پاس ہی مگر میرے دل پر تو اس کا بار ہی کہ مین نے اُسے دغا دی؟ اور اُس کی دُلھن کو جس کے فراق مین وہ جان دیے دیتا ہی بھگوا لیا؟ ایسے ہی سیکڑون اور بھی ہین جن سے مجھ سے دوستی اور راہ و رسم ہی مگر اُن کی بٹیان اور دُلھنین نکلوا لے جانے کے باعث مین اُن سے چار آنکھین کرتے جھیپتا ہون وزیرن اور شیخ فیض اللہ کے غائب ہو جانے سے خیال ہوتا ہی کہ کسی کو ہمارا راز معلوم ہو گیا اور کوئی زبردست جماعت ہماری مخالفت کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی ہی اگر اُن لوگون سے منیر کو یا کسی اور کو اصلی حالات معلوم ہو گئے تو مجھے پھر حرام پور مین رہنا دشوار ہو جائے گا۔ لیکن اب تو مجھے جانا ہی۔ نواب کا حکم نہین ٹل سکتا نواب صاحب کے مظالم اور خاص کر اُن کی شہوت پرستی اور بے اعتدالی حد درجے سے گزر گئی ہی۔ اور کبھی نہ کبھی انھین اس کا انتقام ضرور بھگتنا پڑے گا۔ ایسا نہ ہو کہ اس انتقام مین ان کے ساتھ مین بھی پکڑا جاؤن۔ اور آج غریب منور خان کا انجام سُننے سے تو مین دل مین کانپ گیا ظلم و ستم کی کوئی انتہا ہی خیر مین صبح کو حلال نگر جاؤن گا۔ اور اپنے لوگون سے شہزادی اور ملکہ سے اور لوٹنے والے دوستون سے مل کے پتہ لگاؤن گا کہ کہین یہ راز فاش تو نہین ہو گیا منیر سے مل کے اُس کے چشم و ابرو کو دیکھون گا۔ اور اُس کے چہرے کا خوب مطالعہ کر کے معلوم کرون گا کہ اُسے مجھ پہ کسی قسم کا گمان تو نہین ہی؟ نواب صاحب کی وجہ سے یہ بھی ہو اگر اُسے مجھ سے شکایت پیدا ہو گئی۔ اور مین اُس کی دُلھن کے غائب ہونے پر نہ رسم تعزیت ادا کر سکا اور نہ اُس کے دل کو تسلی دے سکا۔ وہ آج تک برابر بُلاتا ہی۔ اور عملیات کے فن مین

ترقی کرنا چاہتا ہی۔ مگر مین ایک دن کے لیے جا کے مل آنے کا بھی موقع نہین پاتا۔ اب کل اُس سے گزشتہ فروگذاشتون کی معذرت کر لون گا۔ مجھے یقین واثق تھا کہ شہزادی سے اُسے ملانا بے نتیجہ نہ رہے گا۔ اس مین شہزادی کا فائدہ تو تھا ہی۔ منیر کے ساتھ بھی ہمدردی تھی کہ مہ لقا کے فراق مین شہزادی سے دل لگا کے بہل جائے گا۔ مگر سچ یہ ہی کہ منیر بڑا مضبوط اور دُھن کا پکا ہی۔ مین اُسے ایسا نہین سمجھتا تھا۔ اس کمسنی اور نوعمری مین مین نے کسی کو ایسا اصول کا پابند اور اتنا مستقل نہین دیکھا۔ اسی قسم کی باتین کرتے کرتے کھانے کا وقت آ گیا۔ نماز عشا پڑھ کے کھانا کھایا اور پلنگ پر پڑ کے سو رہے۔ صبح نماز کے وقت اُٹھ کے سفر کا سامان کیا۔ ریل سات بجے چھوٹ جاتی تھی۔ سرکاری گاڑی اسٹیشن لے جانے کے لیے دروازے پر آ کے کھڑی ہو گئی۔ جھٹ پٹ کپڑے پہن کے اُس مکان کی طرف روانہ ہوئے جس مین مہ لقا کو رکھا تھا تاکہ اُس کی حالت دیکھین کہ کچھ سنبھلی یا نہین۔ نواب صاحب کے جدید احکام اُسے سنا دین۔ اور دوگانہ کو جو مہ لقا کے ساتھ رہا کرتی تھی اور نیز اُن سپاہیون کو جو پہرے پر تھے سمجھا دین کہ مین حلال نگر جاتا ہون چار پانچ روز بعد آؤن گا تم سب ہوشیاری سے رہنا۔ دو ہی قدم پر مکان تھا پہونچ گئے۔ پہرے والون نے فوجی قاعدے سے سلام کیا اور مولانا نے سلام کا جواب دے کے اُن سے کہا سنو مین ایک سرکاری کام پر چند روز کے لیے باہر جاتا ہون۔ میرے پیچھے تم لوگ نہایت ہی ہوشیار اور مستعد رہنا۔ خبردار کسی امر مین غفلت نہ ہو۔ اور نہ اندر کسی بات کی تکلیف ہو۔ سب سپاہیون نے کہا بہت خوب اور مولانا ڈیوڑھی کا پردہ ہٹا کے اندر داخل ہوئے۔ چارون طرف سناٹا پڑا تھا۔ خیال کیا کہ یہان تو سناٹا رہتا ہی ہی۔ کوئی دوسرا آنے نہین پاتا۔ کھانا میرے یہان سے پک کے آتا ہی۔ کوئی ماما اصیل رہنے نہین پاتی مہ لقا کسی کو پاس آنے ہی نہین دیتی۔ یہان ہو تو کون؟ بس وہی ایک عورت دوگانہ اُس کے ہمراہ اور اُس کی نگران ہی۔ کسی کونے کی صحنچی مین دونون خاموش بیٹھی ہون گی۔ آگے گئے۔ صدر دالان کو خالی پایا تو صحنچیون اور تمام کمرون مین ڈھونڈھتے پھرے مگر کہین کسی کا پتہ نہ تھا۔ نہ مہ لقا ہی تھی اور نہ دوگانہ۔ کلیجا دھک سے ہو گیا۔ اور دل مین کہا آخر یہ دونون کہان گئین؟ دروازے پر فوجی پہرہ موجود ہی اور۔

اندر ہی اندر غائب ہوگئین اگر جا کہان سکتی ہین ؟ یہین ہون گی" پھر گھبرا گھبرا کے ادھر اُدھر دوڑنے لگے - حمام کو دیکھا - باورچیخانے کی کوٹھری - آس پاس کی تمام کوٹھریون - اور کونے کونے کو دیکھ ڈالا - آخر گھبرا کے پیخانے مین گھس گئے - پھر ساری الماریان کھول کھول کے دیکھین - مگر کہین انسان کا نام و نشان نہ پایا - کلیجا دھک سے ہو کے رہ گیا - اور زبان سے نکلا "ہا ے وہ سونے کی چڑیا اُڑ گئی" اب مولنا ہر طرف سے مایوس ہوے تو انگنائی مین کھڑے ہو کے سوچنے لگے "یہ ہو ا کیا ہے ؟ نواب کے مزاج کا حال معلوم ہے - نہ کسی کی مروت ہے نہ کسی کا پاس و لحاظ - اُنھین خبر ہو گئی تو بے سوچے سمجھے اور بغیر اس کے کہ کسی قسم کی تحقیقات کی جائے مجھے قتل کر ڈالین گے اُن کے کان تک پہونچی اور مین مار ڈالا گیا - اور یہ چھپنے والی بات ہے نہین - دم بھر مین سارے شہر مین مشہور ہو جائے گا - اس کو کوئی نہ دیکھے گا کہ مین کیسی کیسی خدمتین کر چکا ہون - اور صرف نواب صاحب کی خاطر سے مین نے اپنی جان کیسے خطرون مین ڈال دی ہے - الزام دینے کو سب تیار ہو جائین گے - انصاف کوئی نہ کرے گا - بڑا ہی غضب ہو گیا ؟ آخر یہان سے اُنھین کون نکال لے گیا ؟ کس کو اتنی جرأت ہوئی کہ نواب صاحب کی حرم پر دست درازی کرے ؟ اور صرف مہ لقا جاتی تو کہا جاتا کہ مہر نے کسی سازش سے نکلوا لیا - مگر یہ دوگانہ جو میری مقرر کی ہوئی اور میری جانی بوجھی عورت تھی وہ کہان غائب ہو گئی ؟ افسوس مین بے موت مرا - میری بی بی بیوہ اور بچے یتیم ہو جائین گے" یہ خیال آتے ہی مولانا زار و قطار رونے لگے - ریش مقدس آنسوؤن سے تر تھی - رخسارون پر سیل اشک جاری تھا جیب سے رومال نکال کے آنسو پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے "اب مین کہان جاؤن ؟ کدھر بھاگ جاؤن ؟ کس جگہ پناہ ملے گی ؟ مین نے دروازے پر نکل کے سپاہیون سے مہ لقا کے غائب ہونے کی نسبت کچھ بھی پوچھا اور یہ خبر اُڑی - نواب صاحب کے کان تک پہونچی اور مین موت کے منھ مین ہون - سر دست مصلحت اسی مین ہے کہ نہ کسی سے پوچھون اور نہ کسی کو خبر کرون بس یہان سے نکل کے سیدھا حلال نگر چلا جاؤن - میرے جانے کے بعد جب یہ حال کھلے گا تو دیکھون نواب کیا کہتے ہین - اور میری نسبت کیا راے قائم کی جاتی ہے"

یہ منصوبے دل مین قائم کر کے مولانا نے اور انھین خوب اچھی طرح پونچھ کے اور

سورت کو جبراً و قہراً بشاش بنا کے مسکراتے ہوئے باہر آئے - اور سپاہیون سے کہا میں پھر تاکید کرتا ہون کہ تم لوگ نہایت ہی ہوشیار رہنا - اور ایک منٹ کو بھی غافل نہ ہونا کچھ بھی خرابی پیدا ہوئی تو تم ہی ذمہ دار ہو گے - یہ خوب سمجھ لو کہ غفلت کی سزا موت ہی،، اور بغیر جواب کا انتظار کیے اپنے گھر واپس آئے - اور بی بی کو الگ لے جا کے کان مین کہا "بڑا غضب ہو گیا! مہ لقا اور دوگانہ جو اُس کے ساتھ تھی دونون غائب ہین - نواب سُنین گے تو مار ہی ڈالین گے! ابھی مین نے کسی سے اس کا تذکرہ نہین کیا ہی - پہرے کے سپاہی دروازے پر مطمئن بیٹھے ہین - اور اندر مکان خالی پڑا ہی مگر یہ بات چھپنے والی نہین ہی - سویرے جاتے ہی مشہور ہو گی - اور اُس وقت مین نواب صاحب کے اختیار سے باہر ہون گا - اگر مجھے پا گئے تو کچا ہی کھا جائین گے - تم جو کچھ سننا اُس سے مجھے حلال نگر مین خبر کر دیا کرنا - اگر دیکھون گا کہ یہان آنے مین جان بچتی ہی تو آؤن گا ورنہ وہین رہ جاؤن گا - جس وقت موقع ملے گا تم سب کو وہین بلوا لون گا - لیکن ہان لاؤ - جو کچھ روپیہ اور زیور رکھا ہوا ہی مین ساتھ لیتا جاؤن بعد کو خدا جانے کیسی پڑے اور کیا پیش آئے؟،،

بی بی (آبدیدہ ہو کے) "جاؤ - خدا تمھین اصل خیر سے پھر واپس لائے،،

مولانا "نہین - اب یہ دعا کرو کہ خدا پھر مجھے یہان نہ لائے - بلکہ تمھین خیریت سے ساتھ وہان پہونچائے - مگر اتنا کرنا کہ اپنی بیٹی کلثوم کو اب نواب صاحب کے وہان نہ جانے دینا - یون تو وہ محل مین جایا کی - اور نواب صاحب نے جو کچھ کیا سو کیا - مگر اب اُنھین دشمنی ہو جائے گی اور مجھے ستانے کے خیال سے وہ اُس بے گناہ کو مروا ڈالین تو تعجب نہ جانو - ان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہی،،

بی بی "ایسا ہی ہی تو تم اُسے اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ؟،،

مولانا "اب اس وقت مین اُسے کہان لیے جاؤن گا؟ تمھین زیادہ دہشت ہو تو کل یا پرسون اُس کے دولہا کے ساتھ بھیج دینا اور اُسے بھی لیتی آنا - مین وہان مکان کا انتظام کر رکھون گا - اور جو کچھ رکھا ہو اسی وقت میرے حوالے کر دو - پھر سے بعد نواب غصے مین آکے سب لٹوا لین گے،،

بی بی "تو وہی زیور اور جواہرات [illegible] تم لا لا کے رکھواتے رہے ہو - یا اپنا

زیور بھی اُتار دوں ؟"

مولانا "جو کچھ ہو سب دے دو (بدحواسی اور گھبراہٹ کے ساتھ) تم دیر لگا رہی ہو اور ریل کا وقت تنگ ہوا جاتا ہے۔ اگر اس وقت کی ریل نہ ملی تو جان لو کہ میں بے موت مرا"

بی بی "نہیں میں دیر نہ لگاؤں گی" یہ کہتے ہی دم بھر میں دوڑ دوڑ کے جو کچھ جمع جتھا تھی سب ایک ٹرنک میں بند کر کے مولانا کے حوالے کی۔ اپنا اور کلثوم کا سارا زیور بھی اُتار کے اُس میں رکھ دیا اور کہا "لو خدا حافظ! جس طرح پیٹھ دکھاتے ہو یونہیں منھ دکھاؤ۔ مگر دیکھو جاتے ہی اپنی خیریت لکھ بھیجنا"

مولانا "میں جاتے ہی لکھوں گا"

یہ کہتے ہی بدحواسی کے ساتھ باہر آ کے گاڑی پر سوار ہوئے۔ ماما نے ٹرنک لا کے گاڑی پر رکھ دیا۔ اور گاڑی نے اسٹیشن کی راہ لی۔ مگر راستہ بھر مولانا کی یہ حالت تھی کہ بار بار گاڑی سے گردن نکالتے اور پیچھے پھر پھر کے دیکھتے کہ کوئی مجھے روکنے اور پکڑنے کو تو نہیں آ رہا ہے۔ گھبراتے اور ہول دل کی دعائیں پڑھتے ہوئے اسٹیشن پر پہونچے۔ ٹرین کھڑی تھی۔ ٹکٹ لے کے اُس میں بیٹھے اور اب دعائیں مانگ رہے ہیں کہ "خدا کرے ٹرین جلد ہی چھوٹے۔ اور میں اس سرزمین سے جہاں ہر طرف موت ہی موت دکھائی دے رہی ہے۔ نجات پاؤں"

حلال نگر دور تو تھا نہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں پہونچ گئے اور جان میں جان آئی کہ اب میں ایسی گورنمنٹ میں ہوں جہاں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔

حلال نگر کے اسٹیشن پر اُتر کے دل میں سوچنے لگے کہ کہاں جا کے ٹھہروں؟ بار بار دل چاہتا تھا کہ سیدھے مینر کے گھر پر جائیں۔ مگر جرات نہ ہوئی۔ خود کہنے لگے اُس کے وہاں کیا منھ لگا کے جاؤں شاید لکے اصل واقعات کی خبر ہو گئی ہو جس کا کہ مجھے یقین ہوتا جاتا ہے تو وہ میرے خون کا پیاسا ہو گا۔ اس وقت مناسب یہ ہے کہ میں شہزادی کے وہاں جا کے ٹھہر جاؤں۔ اور اُس سے تمام حالات دریافت کرنے کے بعد اور لوگوں سے ملاقات کروں" آخر کرائے کی گاڑی پر بیٹھ کے شہزادی کے گھر پہونچے۔ وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ دروازے پر آدمیوں کا ٹھٹھ

لگا ہے۔ بہت سے پولیس والے بھی کھڑے ہیں۔ اندر کہرام مچا ہوا ہے۔ شہزادی دوہائیاں دے دے کے کہہ رہی ہے "ہائے میری اماں!" اور اُس کے ساتھ ساری مامائیں اور عورتیں سر پیٹ رہی ہیں۔ دل میں کہا "آج کا دن بھی یاد رہے گا۔ جو بات پیش آتی ہے ایسی ہوتی ہے۔" گاڑی والے کو کرایہ دیا۔ اور اُترے۔ ایک مزدور پر ٹرنک رکھوایا۔ اور اندر گئے۔ وہاں جیسے ہی شاہزادی کا سامنا ہوا وہ دوڑ کے قدموں پر گر پڑی۔ اور چلا چلا کے اور رو رو کے کہنے لگی "میرے مولانا خدا کے لیے کوئی تدبیر کیجیے۔ ہائے کیا کروں؟ میں نہیں کی رہی۔"

مولانا (شہزادی کے آنسو پونچھ کے) "آخر کچھ کہو بھی تو سہی۔ کیا ہوا کیا؟"

شہزادی "کل جمعرات تھی۔ اماں جان اپنے معمول کے موافق رات کو سید صاحب کے مزار پر گئی تھیں۔ جب کی گئی اب تک آئی ہیں۔ ہائے کیا کروں؟ اب میں کہاں جا کے ڈھونڈوں؟"

مولانا "کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے کہیں ٹھہر گئی ہوں گی۔"

شہزادی "میں نہ مانوں گی وہ کہیں ٹھہرنے والی نہ تھیں۔ آپ ہیں تو کب کی آچکی ہوتیں۔"

مولانا "تمھیں خواہ مخواہ کو خفقان ہو گیا ہے۔ وہ تمھیں چھوڑ کے کہاں چلی جائیں گی؟"

شہزادی "اے وہ خود تھوڑے ہی گئی ہوں گی؟ کوئی اُنھیں پکڑ لے گیا۔"

مولانا (ہنس کے) "کسی کو لے جانا ہوتا تو تمھیں لے جاتا اُنھیں لے جا کے کیا بنائے گا؟"

شہزادی "آپ ہنستے ہیں اور میرا دل اندر سے بیٹھا جاتا ہے۔ میں کہتی ہوں یہ ہونا کیا ہے؟ بغیر اُن کے میری زندگی کیسے بسر ہوگی؟ (ہاتھ جوڑ کے) مولانا خدا کا واسطہ کوئی ایسا عمل کیجیے کہ جہاں ہوں وہاں سے آجائیں۔"

مولانا "ہاں ہاں۔ میں بھلا تمھارے لیے کوئی بات اُٹھا رکھوں گا؟ مگر یہ تو صاف صاف معلوم ہو جائے کہ وہ خود سے نہیں گئیں بلکہ اُنھیں کوئی زبردستی پکڑ لے گیا۔ مجھے تو اس کا یقین نہیں آتا۔"

شہزادی (اور قریب آ کے چپکے چپکے) "آپ یہاں نہ تھے اسی سے آپ کو یقین نہیں آتا۔ مگر یہاں کئی دن سے یہی ہو رہا ہے۔ چار پانچ روز ہوئے وزیر ن اور اُس کے ساتھ دو سپاہی غائب ہو گئے۔ پرسوں شیخ فیض اللہ تھانے دار کا ایسا رعب و داب کا آدمی غائب ہو گیا۔ پولیس والوں نے شہر بھر کی خاک چھان ڈالی

کہین پتہ نہین۔ اور رات سے امان جان غائب ہین "

مولانا۔ "شہزادی کے کان مین کسی کو ہماری کارروائیون کی خبر تو نہین ہو گئی؟ چھانٹ چھانٹ کے وہی لوگ غائب کیے جاتے ہین جو ہمارے کام مین شریک ہین "

شہزادی " مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے "

مولانا " اس طرح بالکل کانون سے منھ لگا کے کہ ہمین حسد معلوم ہو " اور تم سے ایک بات کہتا ہون مگر کسی سے کہہ نہ دینا۔ حرام پور مین آج صبح کو جا کے دیکھتا ہون تو مہ لقا بیگم بھی مع دوگانہ نام ایک عورت کے جو اُس کے ساتھ رکھی گئی تھی غائب ہے "

شہزادی (گھبرا کے) "تمھین میری جان کی قسم "

مولانا " کیا تمھین اس مین شک ہے؟ مین سنی سنائی نہین اپنی آنکھون کی دیکھی کہتا ہون۔ لیکن ابھی نواب صاحب یا کسی اور کو خبر نہین ہے اُس کے مشہور ہونے کے بعد دیکھیے کیا ہوتا ہے؟ سن لینا کہ مین ہی کشتنی سوختنی گردن زدنی قرار پایا۔ اُس جگہ بلا تو مین ہی ہون۔ ایک بات خیال مین آجایا جاہیے "

شہزادی " مگر مین پوچھتی ہون یہ کون ایسا زبردست شخص پیدا ہو گیا ہے جو اس طرح دھوکے سے لوگون کو پکڑے جاتا ہے؟ اور نہ جانے کہان لے جا کے رکھتا ہے؟ "

مولانا " تم میر سے ملتی رہتی ہو؟ اُس کا کیا حال ہے؟ "

شہزادی " جی ہان ملتی تو ہون مگر دل نہین ملا وہ خاموش اور بے پروا رہتے ہین۔ اور جو فکرین سر پر سوار تھین، آج تک اُسی طرح ہین۔ نہ میرے راز وہ جانتے ہین اور نہ اُن کے دل کی مجھے خبر ہے کسی دن سے تقاضا کر رہے تھے کہ دوگانہ کو بلا دو۔ مگر وہ نگوڑی آئی نہین اور اتنے مین سُنا کہ وہ غائب ہو گئی "

مولانا " تمھارے نزدیک یہ میر کا کام تو نہین ہے؟ "

شہزادی " اُن کا نہین ہو سکتا۔ وہ ایسے آدمی ہی نہین ہین۔ میرے نزدیک تو دنیا کی کاٹ پھانس اُنھین آتی ہی نہین۔ اور پھر بھی شاید ہو۔ انسان کے دل کا حال خدا کے سوا کوئی نہین جانتا "

مولانا " میرے خیال مین ایسی جرأت ہو سکتی ہے تو اُسی کو۔ اول تو اس لیے کہ مہ لقا سے چھٹنے کا جتنا صدمہ اُسے ہے کسی کو اپنی زلفن کا نہ ہوگا۔ دوسرے

اس واسطے کہ اُس کے مکانات ایسے واقع ہوئے ہین کہ اُن مین ہزارون آدمی لاکے بند کردیے جائین تو بھی برسون کسی کو پتہ نہ لگے۔ اگرچہ اُس کی طبیعت میرے نزدیک بھی اس قسم کی نہین ہی۔ خیر مین کوشش کرون گا کہ اُس کے گھر کی تلاشی لی جائے۔"

شہزادی: "ای نہین۔ ایسا غضب نہ کیجیے گا۔ وہ شہر کے سب سے بڑے رئیس ہین۔ شرافت اور ریاست کی وضع سے چلتے ہین۔ کبھی کسی کو اُن پر کسی طرح کا شبہہ نہین ہوا؟ اور کہین ذرا بھی اُن کے کانون مین بھنک پڑ گئی کہ ہمارے آپ کے کہنے سے ایسا ہوا تو بہت بُرا مانین گے۔"

مولانا: "اُنھین معلوم ہی کیون ہونے لگا تھا کہ ہمارے کہنے یا ہماری کوشش سے تلاشی ہوئی؟ مین آج جاتا ہون پولیس کے اُن افسرون سے ملون گا جو ہم سے ساز باز رکھتے ہین۔ اور اُنھین مشورہ دے دون گا کہ منیر کے گھر کی تلاشی لینے سے غالباً اِن جرمون کا پتہ لگ جائے گا۔"

شہزادی: "لیکن آخر اُن کے گھر کی تلاشی لینے کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے؟ بے وجہ کیسے اُن کے گھر کی تلاشی لی جاسکتی ہی؟"

مولانا: "اُدھر دیکھا جائے گا۔ مین اپنا صندوق آج تمھارے یہان رکھے جاتا ہون۔ شام تک کوئی مکان کرائے پر لے کے اُس مین اُٹھ جاؤن گا۔"

شہزادی: "تو کیا آپ یہان بہت دنون تک رہین گے؟"

مولانا: "اب تو جب تک اُس چھوکری کے غائب ہونے کا حال کھلنے کے بعد یہ نہ دیکھ لون گا کہ نواب صاحب کیا فیصلہ کرتے ہین مین حرام پورنہ جاؤن گا۔"

شہزادی: "اور اماں جان کی تلاش کے لیے آپ کیا تدبیر کرین گے؟"

مولانا: "مین اُنھین کی فکر مین جاتا ہون۔ اور اگر کل تک پتہ نہ لگا تو پرسون مین حاضرات کرون گا۔ فوراً معلوم ہو جائے گا کہ کہان ہین اور کس حال مین ہین۔"

شہزادی: "میرے اچھے مولانا آپ توجہ کرین گے تو میری اماں ضرور واپس آجائین گی۔ بس حاضرات ہی سے کام نکلے گا۔ اور اس دوڑ دھوپ مین کچھ ہونا ہوانا نہین ہی۔"

اب مولانا نے شہزادی کو تسلی دی۔ گھر مین جو کہرام مچا ہوا تھا اُسے دو

کرایا۔ بازار سے کھانا منگوا کے اس کے ساتھ کھایا اور شہر کی خبرین لینے کے لیے روانہ ہو گئے

اٹھارھوان باب

وہ نہین مری مین مر گیا

جمعہ کا دن ہی اور سہ پہر کا وقت۔ مولوی سعد اسد کو حرام پور سے نکل کے حلال نگر آئے آج تیسرا دن ہی۔ گرمیون کے آفتاب کی تپش آفتاب محشر کو یاد دلا رہی ہی۔ اور لوگ جہان تک بنتا ہی گرمی سے بھاگنے اور تپش سے بچنے کے لیے گھرون مین چھپے بیٹھے رہین۔ اور باہر نکلنے کا ذرا خیال آنے سے بھی پریشان ہو جاتے ہین۔ ایسی حالت مین منیر نماز جمعہ پڑھ کے گھر مین آیا ہی مگر نہایت ہی پریشان اور مضطرب الحال اُسے صرف گرمی اور تپش ہی کی پریشانی نہین بلکہ اُس کے ساتھ کوئی اور بات بھی ہی گرمی کی شدت دو ڈیڑھ مہینے سے ہی۔ مگر وہ کبھی اتنا پریشان نہین نظر آیا تھا جتنا آج ہی اُس کی یہ ناقابل برداشت پریشانی اس وجہ سے ہی کہ آج لسے مہ لقا کا کوئی نیا رومال نہین ملا اور نہ وہ عورت دکھائی دی جو ہر جمعے کو رومال لا کے اُس کے ہاتھ بیچ جایا کرتی تھی۔ صبح کے سات بجے سے بارہ بجے تک وہ گدڑی بازار مین ٹہلتا رہا۔ مگر وہ رومال فروش بڑھیا جس کا منیر کو ایک معشوقہ با وفا سے زیادہ انتظار تھا نہ آنا تھا نہ آئی۔ اور جب مایوس ہو کے وہ پلٹا ہی تو زار و قطار رو رہا تھا اور آنکھون سے آنسو جاری تھے۔ دل مین کہا افسوس وہی ہوا جو اُس نے لکھا تھا۔ آہ! اُس کا کام تمام کر دیا گیا اور میری سب کوششین بالکل بے سود ہوئین۔ اب مین نے تو اب حرام پور کو مار بھی ڈالا تو مجھے اپنی ناز نین مہ لقا نہین مل سکتی۔ یقیناً وہ محل کے اندر مار ڈالی گئی۔ زندہ ہوتی تو اپنی خیریت کی اطلاع ضرور دیتی ہی"

مایوسی مین خدا خوب یاد آتا ہی۔ اور یہان اس کا ایک محرک قوی بھی پیدا ہو گیا کیونکہ سامنے جامع مسجد نظر آئی۔ اور اُس نے دل مین کہا آپ جمعے کی نماز پڑھ کے گھر جاؤن گا۔ فوراً مسجد مین جا کے وضو کیا۔ اور بیٹھ کے نماز کا انتظار کرنے لگا۔ ایک بجے [illegible]۔ اور اس کے بعد وہ دوشنبہ اپنے گھر پہونچا ہی۔ مگر حیران و پریشان [illegible] و مضطر۔ کسی بات مین دل نہین لگتا۔ کسی سے بات کرنے کو جی نہین چاہتا

محمد و نے آکے کہا "آج حضور کہان رہے کہ ابھی تک خاصہ نہین کھایا؟"

منیر "ہان ایک ایسی ضرورت تھی کہ گھر نہ پہونچ سکا"

محمد و "تو دسترخوان بچھاؤن؟"

منیر "نہین مین آج نہ کھاؤن گا"

محمد و "کیا کسی دوست کے وہان کھانا نوش فرما لیا ہو؟"

منیر "کھایا تو نہین۔ مگر ابھی بھوک نہین لگی ہے۔ رات ہوئی تو دیکھا جائے گا"

محمد و "حضور دو لقمے نوش فرما لین۔ بالکل نہ کھانے سے ضعف ہو جائے گا"

منیر "جو ہو۔ اس وقت تو مین مطلق نہین کھا سکتا!"

محمد و چلا گیا اور منیر پھر اُسی اُدھیڑ بُن مین پڑ گیا کہ ماہ لقا زندہ ہو یا گئی؟ اور آخری راے بار بار یہی قائم ہوتی تھی کہ دنیا اُس سے خالی ہو گئی۔ وہ ٹھنڈی سانسین لے لے کے کہتا افسوس مین کیسا محروم القسمت ہون؟ اب مجھے زندگی کے کسی لطف مین مزہ نہین آ سکتا۔ مین ساری عمر کے لیے گیا۔ مہ لقا کے بعد جینا بیکار ہے" ان خیالات کا سلسلہ جاری تھا۔ روتا آنسو بہاتا۔ اور جب خیالات بہکا کے کسی اور طرف نکال لے جاتے تو دم بھر کے لیے اس صدمے کو بھول جاتا اور یکایک مہ لقا یاد آتی اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگتا۔ یہی خیالی و مزاجی تغیرات و انقلابات برابر جاری تھے۔ بارہا ادھر اُدھر کے خیالات مین محو ہوا اور پھر معشوقہ باوفا کو یاد کر کے رونے لگا۔

یکایک کیا دیکھتا ہو کہ شہزادی سر پر کھڑی مسکرا رہی ہو۔ اور جیسے ہی اُس سے چار آنکھین ہوئین بولی "ای آخر مین پوچھتی ہون دشمنون کا یہ سودا کبھی جائیگا بھی یا ہمیشہ یونہین سر دھنا کرو گے؟"

منیر "شہزادی! اس وقت مجھے نہ چھیڑو۔ مین اپنی زندگی سے بیزار ہون۔

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی　تجھے اٹھکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین"

شہزادی "اوئی! ای کچھ معلوم بھی تو ہو کہ دشمن کیون جیتے جی جان سے بیزار ہین؟"

منیر "اب مین بیزاری کی کیا وجہ بتاؤن؟ مگر تمھین معلوم ہو تو کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ اس زندگی کا خاتمہ ہو جائے اور مین خودکشی کا گناہ گردن پر لے کے حرام موت

نہ مرون گے''

شہزادی (آورد کے ناز معشوقانہ سے) ''مین بتاؤن؟ جو تمھارا سب سے بڑا دشمن ہو اُسے مار ڈالو اور اقبال کر لو۔ خواہ مخواہ پھانسی ہو جائے گی''

منیر۔ ''ہان تم نے خوب تدبیر بتائی۔ واقعی خودکشی بزدلی ہی۔ بہادری کی شریفانہ موت یہی ہی کہ اپنے دشمن کو مار کے مرے۔ اس مشورے کا شکریہ۔ بس تو اب تم جاؤ۔ اور مجھے اس شریفانہ موت کی تلاش مین جانے دو''

شہزادی (مجنونانہ جذبات کو منیر کے خوبصورت اور سادے چہرے پر محسوس کر کے) ''کچھ شری ہوئے ہو؟ دنیا مین تمھارا کون دشمن ہی جسے مار ڈالو گے؟''

منیر۔ ''میرا دشمن ہی۔ بہت بڑا دشمن۔ اور بہت ہی زبردست دشمن''

شہزادی۔ ''آخر مین بھی تو اُس مُوے کا نام سنون۔؟''

منیر۔ ''اب اس غم کے جانے کی کوئی بھی امید نہین باقی رہی۔ بس انتقام باقی ہی جسے لون گا۔ تو پھر چھپانے سے کیا فائدہ؟ میرا دشمن حرام پور کا نواب ہی۔ جو میرا ہی نہین سارے شریفون کا دشمن ہی۔ شرافت کا دشمن ہی۔ انسانیت کا دشمن ہی۔ اخلاق کا دشمن ہی۔ اور دین کا دشمن ہی۔ وہ آتش پرستون کا اہرمن اور مسلمانون کے اعتقاد کا شیطان مجسّم ہی۔ بس اُسی کی موت کے ساتھ یہ ساری خرابیان دور ہون گی۔ اور دنیا بڑے سنگین مظالم سے نجات پائے گی۔ مین طپنچہ لے کے جاتا ہون جب ملے گا اور جہان ملے گا مار ڈالون گا''

شہزادی (مضطرب اور سراسیمہ ہو کے) ''یہ تمھین کیونکر معلوم ہوا کہ یہ ساری خرابیان اُن کی وجہ سے ہین؟''

منیر۔ ''جو کچھ بدمعاشیان ہو رہی ہین اور یہ جتنی پاکدامن دلھنین غائب ہو رہی ہین سب اُسی حرامزادے کے کرتوت ہین''

شہزادی۔ ''آخر کچھ اس کا ثبوت بھی دو گے یا فقط زبانی جمع خرچ ہی؟ خالی زبان سے کہنے سے کوئی کیون ماننے لگا تھا؟''

منیر۔ ''مجھے ثبوت دینے کی ضرورت نہین۔ خیر تو اب تم جا کے اپنا کام کرو اور مین اپنے کام کو جاتا ہون''

شہزادی ہزار سازش مین شریک ہو مگر منیر پر فریفتہ اور اُس کے ساتھ سچی محبت رکھتی تھی اُس کے دل مین قوی امید تھی کہ منیر مہ لقا کو بھول کے میرا شیدا اور میرا اسیر گیسو ہو جائے گا۔ لیکن اس وقت اُسے جان دینے پر آمادہ دیکھ کے ڈری کہ ایسا نہ ہو اس جوش مین اپنی جان دے دے۔ اور ہمیشہ کے لیے میرے ہاتھ سے جائے۔ یہ خیال آتے ہی اس قدر بیتاب ہوئی کہ ساری احتیاطین اور مصلحتین بھول گئی اور بولی "منیر اگر میرے ساتھ بیاہنے کا وعدہ کرو تو مین تمھین ایک ایسی بات سناؤن جسے سُن کے تم خوش ہو جاؤ گے۔ اور یہ ساری فکرین جاتی رہین گی"

منیر نے حیرت کے ساتھ شہزادی کا پُراسرار چہرہ دیکھا اور پوچھا "تم مجھے کون سی اچھی خبر سنا سکتی ہو؟"

شہزادی "مجھے سارا حال معلوم ہے۔ اور جب بتاؤنگی تو تم خود ہی مان لوگے۔ مگر پہلے بیاہ کا اقرار کر لو" یہ کہتے کہتے شہزادی کی آنکھون مین آنسو بھر آئے اور بولی "منیر۔ یہ تم جانتے ہی ہو کہ چار دن سے امان جان غائب ہین۔ اور اُن کا کہین پتہ نہین۔ اُن کے بعد دنیا مین میرا کوئی نہین باقی رہا۔ تمھارے ساتھ مجھے جیسی محبت ہے اُسے خدا ہی خوب جانتا ہے۔ مین سارا حال پہلے ہی کہہ دیتی۔ مگر امان جان سے ڈرتی تھی۔ اور جرأت نہ ہوتی تھی کہ ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکون۔ اب وہ ہی نہین باقی رہین تو پھر ڈر کس کا؟ اور چھپانے کی کیا وجہ؟ تم اگر مجھے ذرا بھی سہارا دو تو مین ہمیشہ کے لیے تمھاری لونڈی ہو جاؤن۔ اور تمھارے سوا کسی مرد کی صورت نہ دیکھون"

منیر "اس کا وعدہ تو اُس سے لو جسے دو چار روز بھی دنیا مین رہنے کی امید ہو یہان تو اب مرنے کو جاتے ہین۔ خدا جانے اس کے بعد ملاقات بھی ہو کہ نہ ہو"

شہزادی "مین ایسی ہی بات بتاؤنگی کہ تمھین جان دینے کی ضرورت نہ رہے گی"

منیر "آخر معلوم تو ہو کہ وہ کیا بات ہے؟"

شہزادی "جب ہی بتاؤنگی جب تم مجھ سے بیاہنے کا وعدہ کر لوگے"

منیر "مین ایسی بات کا وعدہ نہین کر سکتا۔ نہین بتاتی ہو نہ بتاؤ۔ مگر مجھے چھوڑ کے چلی جاؤ۔ مین اسی تدبیر کے لیے تیار ہون جو تم نے بتائی ہے۔ اور یہ احسان جب تک

زندہ ہون کبھی نہ بھولون گا"

شہزادی نے "ہائے کیا کرون؟ تمھین کیونکر سمجھاؤن؟ تم تو مانتے ہی نہین"

منیر نے "کیونکر مانون؟ میری مہ لقا مار ڈالی گئی۔ وہ نہین مری مین مر گیا۔ مین بھلا اب اس کے بعد زندہ رہ سکتا ہون؟ اور جب مین زندہ ہی نہ رہون گا تو تم سے کس امید پر وعدہ کرون؟ اور کس زندگی کے لیے؟"

شہزادی "اچھا گھڑی بھر کو مان لو کہ مین تمھین مہ لقا کے زندہ ہونے کا پورا یقین دلا دون گی تب تو مجھ سے نباہنے کا اقرار کرو گے؟"

منیر نے "اول تو مجھے تمھارے کہنے کا یقین ہی نہ آئے گا۔ اور جو آ بھی گیا تو پھر جب تک مہ لقا سے نہ پوچھ لون مین اس قسم کا کوئی وعدہ نہین کر سکتا"

شہزادی نے "اچھا اس کی تو ہامی بھر لو کہ تم کسی عزیز کی طرح میری خبر گیری اور نگہبانی کرو گے۔ اور ہمیشہ مجھ سے سچے دل سے ملو جلو گے"

منیر نے "اس کا وعدہ کرنے کو ہر حال مین تیار ہون۔ اور اس کے لیے میری کوئی شرط بھی نہین ہے۔ جیسی محبت تمھین مجھ سے ہے ویسی ہی مجھے تمھارے ساتھ بھی ہے مگر وہی محبت جو کسی دوست کو دوست کے ساتھ ہو۔ یہ خوب یاد رکھو کہ حرام مجھ سے ہو گا نہین اور نکاح تمھارے ساتھ دشوار ہے باقی اور سب باتون مین تم ہمیشہ مجھے اپنا سچا خیر خواہ پاؤ گی"

شہزادی نے "اچھا تو سنو۔ مہ لقا زندہ ہین اور آج تک ویسی ہی پاکدامن اور اچھوتی ہین جیسی کہ تھین۔ کوئی اُن کا بال بھی بیکا نہ کر سکا"

منیر (توجہ اور تعجب سے اُس کی طرف دیکھ کے) "یہ تم نے خواب دیکھا ہے؟ یا وہی شاہزادہ عباس سر پر آ کے بتا گیا؟"

شہزادی نے "نہ یہ خواب ہے اور نہ بے تیون سے معلوم ہوا ہے بلکہ ساری باتین اول سے آخر تک معلوم ہین۔ جب مین تم کو یاد کر کے اُلجھتے اور گھبراتے تھے تو بار بار دل مین آتا تھا کہ سامنے کھول کے رکھ دون۔ مگر اماں جان سے ڈرتی تھی۔ اور مین اُن کے ڈر کے مارے دم نہ مار سکتی تھی۔ اب

بات ہے مجھے
اور تم مہ لقا کے
حقیقت تمھارے
عشق مین سرگرم

منیر نے "اچھا تو جو کچھ معلوم ہو بتاؤ"

شہزادی "انھیں یہ بھی خبر پہونچی ہو کہ سارا کیا دھرا حرام پور کے نواب کا ہو۔ یہ جتنی دُلھنیں غائب ہوئیں۔ روتی پیٹتی اور چیختی چلاتی سب اُنھیں کے محل میں پہونچائی گئیں۔ یہاں اُن کی طرف سے انتظام کرنے والی میری ماں ملکہ تھیں جو بد معاش دُلھنوں کو بھگا لے جایا کرتے تھے اُن سب کو اماں جان کے ہاتھوں تنخواہ ملتی تھی۔ اور نواب صاحب اور اُن کے درمیان مولانا سعد اللہ تھے جس دن کسی دُلھن کو بھگانا ہوتا حرام پور سے پچاس سنئے سپاہی آجاتے۔ وہ دنگا مچاتے۔ اور آدمی جو وزیرن کے پاس متعین تھے اُسے باہر کے کھنڈروں میں لے جا کے وزیرن کے حوالے کر دیتے۔ وزیرن اُس کا زیور اور بھاری کپڑے اتار کے اپنے پاس رکھ لیتی اور ایک سادی ساری بندھوا کے راتوں رات حرام پور میں مولانا کے پاس بھجوا دیتی۔ اور مولانا اُسے نواب صاحب کی خلوت میں پیش کرتے۔"

منیر "اور تم یہ جو شاہزادہ بن آیا۔ اور پتہ لگا کہ ان دُلھنوں کو دولے جایا کرتا ہو یہ کیا معاملہ تھا؟"

شہزادی "یہ سب مولانا کا فریب تھا۔ اماں جان نے مجھے زبردستی بنایا اور میں بن گئی۔ مگر تمھیں ہوشیار کرنے کے لیے میں نے مولانا کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا تم نے دیکھا ہی تھا۔ اور اُنھوں نے بھی دم نہ مارا۔"

منیر (شہزادی کے چشم و ابرو پر غائر نظر ڈال کے) "اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ وزیرن کہاں غائب ہو گئی؟"

شہزادی "اس کا حال میں نہیں جانتی۔ اکیلی وزیرن ہی نہیں اُس کے ساتھ اُس کے دو ساتھی بھی غائب ہوئے۔ پھر شیخ فیض اللہ تھانہ دار غائب ہوئے پھر اماں جان کا پتہ نہ لگا۔ نہ جانے زمین کھا گئی کہ آسمان کھا گیا۔ اُن کے بعد ایک ایک کر کے وہ آٹھوں آدمی بھی غائب ہوئے جو وزیرن کے یہاں مقرر تھے۔ چار آدمی اماں جان کے یہاں متعین تھے جو حرام پور میں خبریں لے جایا کرتے اُن کا بھی تین دن سے پتہ نہیں۔ ہوتے تو میرے پاس ضرور آتے۔ سنتی ہوں کہ پولیس کے اور کئی افسر اور سپاہی بھی غائب ہیں۔ اور مجھے تو ڈر [illegible] مولانا سعد اللہ بھی غائب نہ ہو گئے ہوں؟ یہ آفت خدا جانے [illegible] اُٹھ کھڑی ہوئی ہے۔"

منیر" مین حیران ہون کہ ان سب کو کون پکڑلے گیا اگر سنو تو۔ مولوی سعد اللہ یہان کہان؟
شہزادی " ای وہ پرسون حرام پور سے آئے تھے۔ اُسی دن اپنا ایک صندوق جو ساتھ تھا میرے یہان چھوڑ کے گئے۔ پولیس والون اور اپنے دوستون سے ملے۔ بہت دوڑ دھوپ کی کہ وزیرن امان جان اور شیخ فیض اللہ کے غائب ہونے کا پتہ لگائین۔ مگر خاک نہین معلوم ہوا۔ رات کو میرے یہان آکے پڑ رہے۔ اور صبح کو جاتے وقت کہا مین کرائے کا مکان ڈھونڈھنے کو جاتا ہون۔ جیسے ہی ملے گا آکے اپنا یہ صندوق اٹھالے جاؤن گا۔ اُس وقت سے جو گئے تو اس گھڑی تک آتے ہین"
منیر (نہایت حیران ہوکے) "مجھ مین نہین آتا کہ یہ کیا معاملہ ہی؟"
شہزادی " اور سچ کہون؟ بُرا نہ ماننا مین سمجھتی تھی کہ یہ سب تم کر رہے ہو تمھین نواب صاحب کی سازش کا حال معلوم ہو گیا ہی۔ اُن تمام لوگون کو پہچان گئے ہو جو اس سازش مین شریک ہین۔ اور اب اُن سب سے اپنا بدلہ لے رہے ہو"
منیر " مجھے خدا کی قسم نہ تمھاری مان کے گرفتار کرنے والون کی خبر ہی اور نہ شیخ فیض اللہ اور اور لوگون کے پکڑے جانے والون کی۔ مین تو خود ہی سُن سُن کے بدحواس ہوا جاتا ہون۔ کہ یہ نیا شاہین چور کون پیدا ہوا جو گورنمنٹ سے مقابلہ کر دیا ہی اور جسے چاہتا ہی پکڑلے جاتا ہی؟"
شہزادی " تمھین نہین معلوم تو بڑے تعجب کی بات ہی۔ آخر اور کسی کو کیا پڑی تھی جو ان لوگون کو پکڑے جاتا؟"
منیر " ان سب سے بدلہ لینے والا اکیلا ایک مین ہی نہین ہون۔ جلال نگر کے سیکڑون شادی کے گھر ان بدمعاشون کے ہاتھ سے ماتم کدے بن گئے ہین۔ اور کون ہی جو ان حرام زادون کی جان کو نہین رو رہا ہی؟ جسے پتہ لگ گیا ہوگا اور جس سے بن پڑی ہوگی انتقام لینے کو اٹھ کھڑا ہوا ہوگا"
شہزادی (خوف زدہ ہوکے) "جو تم نہین ہو تو پھر مجھے اپنی جان کا بھی اندیشہ ہی۔ یونہی کوئی مجھے بھی پکڑلے گیا۔ تو کیا کرون گی؟ تم سے مجھے خوف نہ تھا۔ مگر اورون کو کسی بات کی مروت کیون ہونے لگی تھی؟ خرابی تو یہ ہی کہ میرے بعد گھر مین کوئی اتنا بھی نہین جو مال واسباب کی حفاظت کرے۔ ایک دن کے لیے بھی غائب ہوئی تو سارا

گھر لٹ جائے گا۔ تو اب ایک کام کرو۔ مجھ سے تم ہمدردی اور خبر گیری کا وعدہ کر ہی چکے ہو۔ میرے پاس جو کچھ روپیہ پیسہ اور زیور ہی اُسے تمھارے یہان لا کے رکھے دیتی ہون۔ زندہ پھر کے آئی تو لے لون گی ورنہ سب تمھارا ہی"

منیر" مین تمھارا اسباب لے کے کیا کرون گا؟ لیکن اگر اپنے وہان اطمینان نہ سمجھتی ہو تو لا کے رکھ جاؤ۔ خیر اب یہ بتاؤ تمھین یہ کیونکر معلوم ہوا کہ مہ لقا زندہ ہی؟"

شہزادی" وہ جیسے ہی حرام پور مین پہونچین سڑن ہو گئین۔ اور معلوم ہوا کہ کوئی اُن کے سر پر سوار ہی۔ جو پاس آیا اُسے مار بیٹھین۔ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ کاٹ کھایا۔ اور یہ حالت کر دی کہ کسی کو پاس آنے کی مجال نہ تھی۔ پہلے تو لوگ سمجھے کہ نئی ہوئی ہین۔ دُور ہی دور سے اُنھین سمجھانا شروع کیا کہ یہان تم بادشاہ بیگم بن کے رہو گی۔ اور ریاست حرام پور کے نواب کی محبوبہ خاص ہو گی۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ جیسی تھین ویسی ہی رہین۔ آخر سب کو یقین ہو گیا کہ سچ مچ کوئی اُن پر آتا ہی۔ تب وہ پھر مولانا سعد اللہ کے سپرد کی گئین کہ عمل اور حاضرات سے اُن کا علاج کرین۔ اُنھون نے اپنے پڑوس مین ایک مکان مین لا کے رکھا۔ اس کی ڈیوڑھی پر زبردست فوجی پہرہ مقرر کرا دیا۔ اور دوگانہ نام ایک بڑھیا کو اُن کے پاس رکھ دیا۔ بس وہی ایک عورت تھی جس سے وہ کبھی کچھ بات چیت کر لیا کرتی تھین۔

منیر۔ (حیرت سے) "تو تمھین یہ سب باتین کیسے معلوم ہوئین؟"

شہزادی" امان جان کے پاس روز روز کی خبرین آیا کرتی تھین۔ اور اُن سے مجھے معلوم ہو جایا کرتا تھا"

منیر" تو اب تک مہ لقا اُسی مکان مین اور اُسی حال مین ہی؟"

شہزادی" نہین۔ پرسون صبح کو یہان آتے وقت مولوی صاحب وہان گئے۔ پہرے والے باہر اطمینان سے بیٹھے تھے۔ مگر اندر جا کے دیکھا تو مہ لقا بیگم اور دوگانہ دونون غائب تھین۔ گھر کا کونا کونا ڈھونڈھ ڈالا۔ پتہ نہ لگا۔ اب مولوی صاحب کو اندیشہ ہوا کہ اگر نواب صاحب کو اس کا حال معلوم ہوا تو مجھے مار ہی ڈالین گے۔ دل ہی مین یہ خوف پیدا ہوتے ہی وہ بغیر اس کے کہ پہرے والون سے باز پرس کرین یا کسی اور شخص سے اس کا تذکرہ بھی کرین بھاگ کے یہان چلے آئے۔ یہ ساری کیفیت مین نے

خود مولانا کی زبان سے سُنی ہے"

منیر۔ تو یقین جانو کہ غریب مہ لقا مار ڈالی گئی۔ ممکن ہے کہ مولوی سعد اللہ کو بھی اس کی خبر نہ ہو۔ اور نواب نے کسی کو بھیج کے اُسے اندر ہی اندر مروا ڈالا ہو۔ اسی طرح وہ خدا جانے کتنی پاکدامن لڑکیوں کی جانیں لے چکا ہے۔ اُس کا تو کام ہی یہ ہے کہ جس کی آبرو نہ لے سکا اُس کی جان لے لی۔ مہ لقا بھاگ کے کہاں جاتی؟ وہ بھاگنے والی نہ تھی۔ وہ عصمت کے بچانے کے لیے قسمت آخر تک لڑتی یقیناً وہ مار ڈالی گئی۔ اور آہ میں اُس کا غم سہنے کے لیے زندہ ہوں۔ شہزادی بس اب مجھ سے ہاتھ دھو۔ وہی تدبیر ٹھیک ہے جو تم نے بتائی کہ ظالم دشمن کی جان لے کے مر جاؤں"

شہزادی "تو جلدی کیا پڑی ہے؟ یہ تو جب چاہو ہو سکتا ہے"

منیر "جلدی یہ ہے کہ اپنی زندگی کی بدمزگی اور بے لطفی اب نہیں سہی جاتی"

شہزادی "لیکن دو چار روز تو دیکھو کہ کیا ہوتا ہے۔ شاید مہ لقا بیگم زندہ موجود ہوں۔ اور تم دھوکے میں بیکار اپنی جان کو خطرے میں ڈال دو"

منیر "لیکن اس کو کیا کروں کہ اب کسی بات میں میرا دل نہیں لگ سکتا"

شہزادی "میں آ کے تمھارا دل بہلاؤں گی۔ اور زیادہ گھبراؤ گے تو دن رات یہیں پڑی رہوں گی۔ اب مجھے رنڈی نہ سمجھو تمھاری لونڈی ہوں۔ تم چاہو مانو یا نہ مانو میں اب تمھاری ہی ہو کے رہوں گی اور یہ دروازہ چھوڑ کے کہیں نہ جاؤں گی۔ مجھے محبت ہے۔ ایسی محبت نہیں جیسی عورت کو مرد سے ہوتی ہے جس سے تم ڈرتے ہو بلکہ جیسی محبت کسی سچے دوست کو دوست سے ہوتی ہے۔ تو اب مجھے اتنی اجازت دو کہ جا کے اپنا اسباب اٹھا لاؤں۔ اماں جان کے نہ ہونے سے مجھے ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے"

یہ کہہ کے دو گھنٹے بعد واپس آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ اور منیر دل میں سوچنے لگا کہ مہ لقا محل سے کیونکر غائب ہو گئی؟ اور یہ ماجرا کیا ہے جو حلال نگر میں ہر روز کوئی نیا آدمی غائب ہو جاتا ہے؟"

اسی فکر میں تھا کہ محمود گھبرایا ہوا آیا اور کہا حضور دروازے پر کپتان صاحب اور پولیس کے پچاس ساٹھ سپاہی کھڑے ہیں اور بڑے صاحب حضور کو بلا رہے ہیں"

منیر" تو آپا جان کو خبر کی؟ اور وہ باہر گئے؟"
محمود" داروغہ صاحب اُن کے پاس دوڑے گئے ہین۔ اور ہمین نے حضور کو آکے اطلاع دی"
منیر فوراً اُٹھ کے لپکتا ہوا باہر گیا۔ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس سے ہاتھ ملانے کا قصد کیا۔ جن سے پہلے کی ملاقات تھی۔ مگر سپرنٹنڈنٹ نے بجائے ہاتھ ملانے کے کہا "آپ معاف کیجئے۔ ہم جب اپنا کام کرے گا تب ہاتھ ملائیگا ہمین آپ کے گھر کی تلاشی لینا ہے"
منیر" بسم اللہ! تشریف لائیے" اب محمد نصیر صاحب بھی گھبرائے ہوئے باہر نکل آئے تھے جنھون نے برہمی کے ساتھ کہا "ہم نے چوری نہین کی۔ ڈاکہ نہین ڈالا پھر تلاشی کی وجہ؟"
سپرنٹنڈنٹ" وجہ اگر ہوگا تو آپ ہی معلوم ہو جائے گا"
محمد نصیر" مگر پولیس اس کا ذمہ دار ہوگا۔ اور ہمین یہ بھی بتا دیا جائے کہ ہمارے گھر کی تلاشی کس شبہ مین ہوتی ہے؟"
سپرنٹنڈنٹ" ہم جانے سے پہلے آپ کو بتا دے گا"
یہ کہتے ہی مکانون کی تلاشی شروع کر دی۔ متعدد قطعات جو باہم ملے اور ایک دوسرے کے اندر واقع ہوئے تھے اُن کا سلسلہ دور تک چلا گیا تھا۔ اور چونکہ ہر مکان کے کمرے۔ کوٹھریان۔ حمام۔ پائخانے۔ چورخانے۔ الماریان۔ اور صندوق سب کھلوا کھلوا کے دیکھے گئے۔ اس وجہ سے تلاشی مین کئی گھنٹے ہو گئے مگر کچھ بھی برآمد نہ ہوا۔ اور دوپہر کے وقت جبکہ غروب آفتاب کو تھوڑی ہی دیر باقی تھی سپرنٹنڈنٹ مایوس و ناکام باہر آئے۔ اس وقت ان کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ اور سخت متفکر تھے دروازے پر ٹھہر کے محمد نصیر سے ہاتھ ملایا اور کہا "افسوس کہ ہم آپ کو بے فائدہ تکلیف دیا۔ ہم سے کہا گیا اور ہمین یقین دلایا گیا تھا کہ شیخ فیض اللہ اور جتنا آدمی غائب ہوا سب آپ کے گھر مین قید ہے"
منیر" خیر اس مین کوئی مضائقہ نہین۔ اور نہ ہم شکایت کرین گے۔ مگر مہربانی کر کے آپ اتنا بتا دین کہ ہمارے متعلق مخبری کس نے کی ہے؟"
سپرنٹنڈنٹ" یہ کوئی چھپانے کا بات نہین۔ کل رات کو خود آپ کا اُستاد مولوی

سعد اللہ ہم سے آ کے ملا اور بتایا کہ جتنا لوگ غائب ہوا آپ کے گھر مین ہے۔ اور وعدہ کر گیا کہ صبح آ کے اور حالات بتائے گا۔ ہم انتظار کرتا رہا۔ اور جب وہ نہین آیا تو اکیلا ہم ہی چلا آیا۔"

یہ کہتے ہی صاحب سپرنٹنڈنٹ "گڈ بائی" کہہ کے چلے گئے۔ اور منیر اور محمد نصیر دروازے ہی پر کھڑے تھے کہ گاڑی پر بی شاہزادی آتی نظر آئین جس پر کئی صندوق لدے ہوئے تھے۔ اس کی صورت دیکھتے ہی محمد نصیر اندر چلے گئے۔ اور شہزادی نے دروازے پر گاڑی رکوا کے بدحواسی کے ساتھ پوچھا "یہ صاحب اور پولیس والے یہان کس لیے آئے تھے"

محمد منیر (متانت و ضبط کے ساتھ) "شیخ فیض اللہ اور تمھاری ماں کے ڈھونڈھنے کو؟"

شہزادی "ہے ہے! تو تمھارے یہان تلاشی لی گئی؟"

منیر "جی ہان"

شہزادی "پھر کچھ ملا؟"

منیر "ملتا کیا؟ بڑی ہی کے ساتھ آئے تھے اور کھسیاتے ہوئے چلے گئے۔ تم اُن کے سامنے آ گئی ہوتین تو تمھاری ماں کے عوض مین تمھین کو اُن کی خدمت مین پیش کر دیتا"

شہزادی "اے ہوش کی دوا کرو۔ وہ مجھے کیا کھا کے لے جاتے؟ کہین ایک دن کے لیے بھی پکڑ کے بٹھائی جاتی تو پولیس کی ساری بخیہ اُدھیڑ کے رکھ دیتی۔ بس اب اندر چل کے بیٹھو۔ جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ مگر تلاشی کے بعد جب کسی کو نہ پایا ہوگا تو بڑے ذلیل ہوئے ہون گے" (محمد و سے) "یہ سب صندوق اُتروا کے اندر لے چلو"

دم بھر مین منیر اور شہزادی اور صندوق سب اندر پہونچ گئے۔ اور کرسی پر بیٹھتے ہی منیر نے کہا "شہزادی کچھ اور بھی سنا؟ میرے مکان کی مخبری ہمارے مولوی صاحب نے کی تھی"

شہزادی "اے نہین؟"

منیر "تمھارے سر کی قسم۔ یہ اُنھین کی عنایت و شفقت تھی۔ خود صاحب سپرنٹنڈنٹ کہتے تھے"

شہزادی "ہے ہے! ڈرنا چاہیے اُن [illegible] کی صورت سے

تو جا تو وہ ابھی موجود ہین "

منیر " ہان کل رات تک تو تھے - اُس کے بعد کا حال نہین معلوم "

شہزادی " اے ہٹاؤ بھی - ہوگا (چار صندوق دکھا کے) اِن مین سے یہ تین تو میرے ہین - اور یہ چوتھا مولوی صاحب کا ہے - آئین گے تو دے دیا جائے گا "

منیر " مولوی صاحب کا صندوق مین نہ رکھتا - مگر خیر تمھاری خاطر ہے رکھ دو لیکن اِن چارون پر اپنے ہاتھ سے اپنا نام لکھ دو - اور مولوی صاحب والے صندوق پر اپنا اور اُن کا دونون کا نام لکھو "

شہزادی نے فوراً اُس کی تعمیل کی - اور تھوڑی دیر کے بعد کل آنے کا وعدہ کر کے اپنے گھر گئی -

اُنیسوان باب

نامحرم محرم

شہزادی کے جاتے ہی مغرب کی اذان ہوئی - منیر نے وضو کر کے فریضۂ مغرب ادا کیا - اور صحن مین تن تنہا ایک آرام کرسی پر بیٹھ کے آسمان پر ایک نظر غلط انداز ڈالی اور دل مین کہا یہ شب زندہ دار تارے کس خموشی کے ساتھ ہماری پریشانیون اور ہماری تباہیون کو دیکھتے ہین اور دم نہین مارتے ؟ کتنے ضابطے ہین کہ قتل و خون ظلم و جور - مکاری و دغا بازی - بے رحمی و سفاکی سب ہی باتین ہوتی ہین اور اِنھین پروا نہین ہوتی ؟ مظلومون کی آہ سرد - ستم رسیدون کے نالہ ہائے گرم اِن تک پہونچتے ہین اور ان کی آنکھین نہین جھپکتین ؟ کہتے ہین کہ اِن مین سے ہر ایک بجائے خود ایک عالم ہے - ہو مگر خدا نہ کرے کہ ہمارا سا عالم ہو - اگر وہان بھی یہان کی سی پریشانیان اور دشواریان ہوئین تو ہماری طرح وہان والے بھی کبھی چین سے نہ بیٹھ سکتے ہون گے " فلکیات پر غور کرتے کرتے اُس کا خیال وزیرن وغیرہ کی طرف گیا اور دل مین کہا خدا نے بڑا فضل کیا کہ وہ تینون قیدی پسپا نواں مین جا چکے تھے - نہ گئے ہوتے تو میرا عاج پھنس رہ گیا ہوتا - سکینہ نے بڑی ہی عاقبت اندیشی کی کہ اُن لوگو [illegible] ان نہین رکھا - سکینہ ایک فرشتۂ رحمت ہے - اور عجب

منیرؔ ”آہ! آپ کے دل کو کتنا بڑا صدمہ ہوگا؟ تب تو ملنے کی اور زیادہ ضرورت تھی۔ ہم دونون ایک ساتھ بیٹھ کے اپنے غم تازہ کرتے۔ اور اپنے درد دُکھ پر روتے؟“

سعید خان ”مین بے شک آتا اور کئی دفعہ آنے کا ارادہ کرکے رہ گیا۔ مگر فرق یہ ہو کہ آپ کو خدا نے اطمینان دیا ہو اور مجھے مرنے کی بھی چھٹی نہین ملتی“

منیرؔ ”بس، آج میرے دل کو صبر آگیا۔ تم پولیس کے افسر ہو۔ سارے پولیس والے تمھارے آگے سر نہین اُٹھا سکتے۔ پھر جب تمھارے ساتھ بھی ایسا سلوک ہوا تو مین کس شمار و قطار مین ہون؟“

سعید خان ”اجی خود مجھے اس بات پر حیرت ہو۔ بلکہ میرا تو قطعی ارادہ تھا کہ ان وارداتون کے اندیشے سے شادی ملتوی کرا دون۔ سُسرے صاحب بھی راضی ہوگئے تھے کہ شاہجہان پور مین یا کسی اور جگہ جا کے شادی کرین۔ لیکن شیخ فیض اللہ نے مجھے ہر طرح کا اطمینان دلایا۔ اور دُلھن کو گھر تک صحیح و سالم پہونچا دینے کی ایسی ذمے داری کی کہ مجھے بھی اطمینان ہوگیا اور لڑکی والون کو بھی۔ اس پر بھی ہمارے سُسرے صاحب نے کا دن بالکل پوشیدہ رکھا اور کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ مگر ہوا وہی جو ہوتا تھا۔ خوبصورت چڑیا اڑ گئی اور سب ارے کرکے رہ گئے“

منیرؔ ”تو پھر پولیس پر بھی بدگمانی بیکار ہو۔ اِن لوگون کی شرکت ہوتی تو تمھارے معاملے مین ہرگز ایسا نہ ہوتا“

سعید خان ”اجی اِن لوگون کا کچھ اعتبار نہین۔ یہ لوگ نہ کسی کے دوست ہین اور نہ کسی کے دشمن۔ جو روپیہ دے اسی کے ہین۔ فیض اللہ نہایت ہی لالچی آدمی ہو اور بڑا بے اصول اور بددیانت شخص۔ خود صاحب سپرنٹنڈنٹ اسے بے ایمان جانتے ہین۔ ایسے شخص سے جو نہ ہو تعجب ہو“

منیرؔ ”اور وہ تمھارا ابھی دباؤ نہین مانتا؟“

سعید خان ”مین ابھی نیا نیا مقرر ہوا ہون۔ کہ آدمی وکی پیر شدہی کی شل ہو۔ تھین یاد ہوگا کہ جب ہم تم پڑھتے تھے اُن دنون والد میان کے انسپکٹر تھے۔ اُن کے پنشن لینے کے بعد ہی فیض اللہ انسپکٹر مقرر ہوا جو والد کے سامنے میری خوشامدین کیا کرتا تھا۔ اب اُس کا دماغ عرش پر پہونچ گیا ہو۔ اور مین چونکہ

اُس کے سامنے کا لڑکا ہوں اُس پر میرا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ وہ ذرا بھی پروا نہیں کرتا بلکہ اُلٹے مجھے دباتا ہے۔ اور اُس کمبخت کی چل اس لیے جاتی ہے کہ صاحب مجھے ایک ناتجربہ کار لڑکا خیال کرتے ہیں۔ مگر ہے یہ بڑا ہی شفی۔ میں تو اُس کے غائب ہو جانے سے خوش ہوا۔ جو لوگ اُسے پکڑ لے گئے ہیں خدا کرے زندہ نہ چھوڑیں۔ چھوٹ کے آئے گا تو وہ اور اُدھم مچائے گا۔"

منیر۔ "مگر حلال نگر پر یہ کیا بلا نازل ہے کہ ایک نہ ایک ہنگامہ چلا جاتا ہے؟ کنواری لڑکیوں اور دُلھنوں کے غائب ہوتے ہوتے اب دوسرے لوگ اور خاص کر پولیس والے غائب ہونے لگے! دیکھیں یہ کوہ ندا کی صدائیں کس کس کو بلاتی ہیں؟ اور کب تک بُلاتی رہتی ہیں؟"

سعید خان۔ "کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں کو کیوں پکڑ لے جاتے ہیں؟ اور اس میں اُن کی غرض کیا ہے؟ ہر طرف تہلکہ پڑ گیا ہے۔ حکام اپنی جگہ پر گھبرائے ہوئے ہیں۔ خفیہ پولیس والے الگ سرگرداں ہیں۔ مگر کوئی مجرموں کی چھان بھی نہیں پاتا۔ اور کل تو ایک ایسا واقعہ ہوا جو آج تک کبھی نہیں سنا گیا تھا۔ سارے حکام کے چہرے اُتر گئے۔ اور حد سے زیادہ بدحواس ہو رہے ہیں۔"

منیر۔ "وہ کیا؟"

سعید خان۔ "کل کے اخبار پاینر نے کسی کی ایک گمنام چٹھی شایع کی ہے جس میں یہاں کے حکام کو اور اُن کے ساتھ گورنمنٹ کو ایسا الزام دیا گیا ہے جس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ اُسے پڑھ کے صاحب ضلع اور کپتان صاحب ایسے مضطرب الحال ہو رہے ہیں کہ گھبراہٹ میں بعض وقت عجیب حرکتیں کرنے لگتے ہیں اور بے تحاشا ہنسی آجاتی ہے۔"

منیر۔ "آخر اُس خط کا مضمون کیا ہے؟"

سعید خان۔ "لکھا ہے: 'کئی مہینے تک حلال نگر میں یہ اندھیر مچا رہا کہ جو دُلھن گھر سے رخصت ہو کے سُسرال چلی راستے میں سے غائب ہو گئی۔ سیکڑوں کنواری حسین لڑکیاں اس طرح غائب ہوئیں کہ کسی کو خبر نہیں کیا ہوئیں اور کہاں گئیں۔ مگر گورنمنٹ اس کا کچھ انتظام نہ کر سکی۔ صدہا گھر بے چراغ ہو گئے۔ اور بیسیوں خاندان پلٹ گئے۔ مگر کسی کے بنائے کچھ نہ بنی۔ آخر یہ دیکھ کے کہ گورنمنٹ مجبور اور اپنے

فرائض کے ادا کرنے سے مطلقاً قاصر ہو اس کا انتظام ہم نے اپنے ہاتھ مین لے لیا ہی۔ اور چاہتے ہین کہ تمام ملزمون اور مجرمون کو پکڑ کے سزا دین۔ اور اگر بن پڑے تو اُن لڑکیون کو جو اپنے ماں باپ سے چھوٹ گئی ہین ڈھونڈھ کے اُن کے گھر پہونچا دین۔ لہذا شہادت وجواب دہی اور تحقیقات مقدمہ کی غرض سے اگر بعض لوگ پکڑ بلائے جائین تو اس کی زیادہ تگ ودو نہ کی جائے۔ ہم وعدہ کرتے ہین کہ ناانصافی نہ کرین گے۔ اور جو لوگ بے قصور ثابت ہون گے بغیر کسی قسم کی تکلیف دیے واپس بھیج دیے جائین گے۔ بہرتقدیر یہ گورنمنٹ زیادہ پریشان نہ ہو۔ ہم یہ اُسی کا فرض بجا لا رہے ہین۔ اور اُس وقت اِس کام کو ہم نے اپنے ہاتھ مین لیا ہی۔ جب گورنمنٹ کے عاجز و بے دست و پا ہونے کا یقین اور مشاہدہ ہو گیا"

منیر "عجیب! تو اب یہ جتنے لوگ غائب ہو رہے ہین مجرم ہین؟"

سعید خان "مجرم ہی ہون گے جب تو غائب ہوئے"

منیر "اچھا یہ تو بتائیے آپ کو اپنی دلھن کا بھی کچھ پتہ لگا؟"

سعید خان "بالکل نہین۔ کچھ ہی مین نہین آتا کہ کیا کرون؟ کس سے پوچھون؟ کہان جاؤن؟ اور کہان تلاش کرون؟ کئی دن تک تو کوئی دوست اور ہمدرد بھی نہین ملا۔ کوئی اتنا بھی نہ تھا جو جھوٹون بھی ملنے کی امید دلاتا۔ مگر اب آپ کے دوست صورت سنگھ نے جستجو شروع کی ہی۔ شاید پتہ لگا لین۔ اور اسی ضرورت سے مین اُن سے ملتا ہون۔ وہ مجھے بہت ہی معقول آدمی [illegible]"

منیر "میری اور آپ کی امیدگاہ وہی ہین کیونکہ میری بی بی کے ڈھونڈھنے کی بھی وہی کوشش کر رہے ہین آپ کی شادی کہان ہوئی تھی؟"

سعید خان "یہان جو منصف صاحب ہین احسن اللہ خان انھین کی صاحبزا[دی]"

یہ سنتے ہی منیر چونک سا پڑا۔ اور محمد سعید خان کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ لیکن کچھ کہنے نہین پایا تھا کہ ناگہان صورت سنگھ اپنے سکھون کے لباس مین آیا۔ اور محمد سعید خان کو دیکھتے ہی بڑی گرمجوشی کے ساتھ اس سے ہاتھ ملا کے پوچھا "آپ کو تشریف لائے کتنی دیر ہوئی؟"

سعید خان "دیر ہوئی۔ مین اپنے وعدے پر آگیا تھا۔ مگر محمد منیر صاحب کی عنایت سے یہ وقت بڑے لطف مین کٹ گیا۔ یہ ہمارے اسکول کے پرانے دوست ہین۔ اور آج مدت کے بعد ملے ہین۔ آپ سمجھ سکتے ہین کہ کیا کچھ کہنا سننا ہوگا؟ ماسوا اس کے ہم اور یہ دونون ہمدرد اور ہم غم بھی ہین۔ ان کی دُلھن ان سے چھوٹین اور میری ناز آفرین دُلھن مجھ سے چھوٹی"

سعید خان کی زبان سے جیسے ہی "ناز آفرین دُلھن" کا لفظ سنا منیر نے گھبرا کے صورت سنگھ کی صورت دیکھی۔ اور یہ دیکھ کے سخت متحیر ہو گیا کہ اُس کے چہرے سے کسی قسم کا تغیر نہین ظاہر ہوتا۔ پھر سعید خان سے کہنے لگا "مگر بھی تم نے اپنی دُلھن کو جب کبھی دیکھا ہی نہین تو تمھین اُس کے ناز آفرین ہونے کی کیسے خبر ہو گئی؟"

سعید خان "دیکھا نہین سنا تو ہے ع بسا کین دولت از گفتار خیزد"

صورت سنگھ "مین نے سنا ہے کہ آج آپ کے یہان کی تلاشی لی گئی تھی؟"

منیر "ذرا صبر کیجے تلاشی کا حال ... سعید خان سچ کہنا اگر تمھاری دُلھن مل گئین تو ان سے کس طرح پیش آؤ گے؟"

سعید خان (ہنس کے) "میری تمھاری ایک ہی سی حالت ہے۔ جو بات مجھ سے پوچھتے ہو اپنے دل سے پوچھ لو اور جو تمھارا جواب ہو وہی میرا جواب ہے"

صورت سنگھ (محمد سعید کی طرف متوجہ ہو کے) "مجھے آپ سے کچھ ضروری باتین کرنا ہین"

سعید خان "تو چلیے"

منیر "مگر ذرا ٹھہرو پہلے میری باتین ختم ہو لین۔ اچھا فرض کرو اتنے دنون غائب رہنے کی وجہ سے مجھے اپنی بی بی پر بدگمانی ہو تو کیا تم بھی اپنی بی بی سے بدگمان ہو جاؤ گے؟"

سعید خان "مین فرضی امور مین گفتگو نہین کرتا۔ مجھے تو یقین ہے کہ نہ تمھین بدگمانی ہے اور نہ مجھے ہوگی"

منیر "مگر عورت کا معاملہ بہت نازک ہے۔ وہ غریب ایک گھڑی کے لیے بھی اپنے میاؤن کی نظر سے ہٹی اور گئی گزری ہوئی۔ پھر کسی کو اُس کا اعتبار نہین ہوتا۔ ایک مین ایسا ہون کہ ایسی باتون پر بی بی سے بدگمان نہین ہوتا۔ اور اُس کی

مجبوریوں کو مجبوری سمجھتا ہوں۔ مگر زمانے کا تو یہ رنگ نہیں ہی؟"
صورت سنگھ (ہنس کے)۔ "اجی تو جب بی بی یہاں مل جائیں گی فرصت سے مجھ کے یہ باتیں کر لیجیے گا۔ اب اس وقت کام کی باتیں کیجیے"
منیر "تم دخل در معقولات نہ دو پہلے انھیں میری بات کا جواب دے لینے دو"
صورت سنگھ "اچھا یونہیں سہی۔ آپ کی یہی خوشی ہی تو اب میں بھی ایسی ہی باتیں کروں گا"
سعید خان "بھئی منیر میں تو تمھارے ہی اصول کا آدمی ہوں۔ جانتا ہوں کہ میری غریب بی بی گئی تو اپنی خوشی سے نہیں گئی۔ بلکہ لوگ زبردستی پکڑے گئے ایسی حالت میں اُس نیکبخت کا کیا قصور ہو سکتا ہی؟ اس سے تو میرے دل میں میری بی بی کی وقعت اور بڑھ جائے گی! ور زندگی بھر میں اُس کا عاشق زار اور فرمان بردار رہونگا"
منیر (صورت سنگھ کی طرف اشارہ کر کے) "یہ سکھ ہیں اور ہمارے اس اصول کو بے شرمی اور بے حیائی بتاتے ہیں۔ یہ تو کہتے ہیں کہ جو عورت اپنے شوہر سے ایک دن کے لیے بھی جدا رہی اُسے گولی مار دینی چاہیے۔ بلا لحاظ اس کے کہ اپنی خوشی سے گئی ہو یا کسی کے پکڑے جا لے سے"
صورت سنگھ "سکھوں پر کیا موقوف ہی ہندوستان میں ہندو مسلمان سکھ تمام شریفوں کا یہی خیال ہی۔ آپ لوگوں کو انگریزی تعلیم نے خدا جانے کیا بنا دیا ہی جو ایسی بے شرمی کی باتوں کو گوارا کر رہے ہیں؟ خیر ہو گا"
سعید خان (صورت سنگھ سے) "تو فرمایئے آپ کی شادی کیونکر ہو گی؟"
صورت سنگھ "بالکل معمولی طور پر بیاہ کے رسوم ادا ہوں گے۔ کچھ کرنا تھوڑی ہی ہی؟"
منیر (ہنسی کو ضبط کر کے) "اور آپ کی شادی کہاں ٹھہری ہی؟ مجھ سے تو بیان ہی نہیں کیا!"
صورت سنگھ "کچھ کرنا ہوتا تو آپ سے کہتا۔ خالی دُلھن کی حفاظت کا اطمینان کرنا تھا اس لیے آپ سے عرض کیا۔ اور یقین ہی کہ آپ اس کا بندوبست کر دیں گے"
سعید خان "تو دو روز پیشتر مجھے اطلاع دے دیجیے گا"

صورت سنگھ " دو دن نہین دو ہفتے پیشتر سہی۔ مگر اب تو آپ لوگون سے دوستی ہو گئی ہو اور آپ دونون صاحبون کو جورُون کے فراق مین پریشان وحسرت زدہ دیکھ کے مین نے دل مین عہد کر لیا ہو کہ جب محمد منیر صاحب اپنی مہ لقا بیگم سے ہم آغوش ہو لین گے تب اور مین اُس روز جس دن آپ اپنی معشوقہ سے ملین گے میری بھی شادی ہوگی۔ اب یہ فرمائیے کہ ملزمون مین سے کوئی پکڑا بھی گیا یا نہین ؟ "

سعید خان " ابھی تک تو ملزم ہی کامیاب ہین۔ جسے چاہتے ہین پکڑ لے جاتے ہین اور خاک پتہ نہین لگتا۔ آج سُنا کہ نواب حرام پور کے محل سے مولانا سعد اللہ کسی عورت کو بھگا لائے تھے۔ یہان آتے ہی وہ بھی غائب ہو گئے "

صورت سنگھ " اور وہ عورت جسے بھگا لائے تھے ؟ "

سعید خان " کسے خبر کہ وہ کہان ہو؟ جو لوگ مولنا کو لے گئے ہین اُسے بھی لے گئے ہونگے "

صورت سنگھ " یہ اچھی دل لگی ہوئی۔ آپ نے جو سُنا ہو کہ ناحق چوٹ جولا یا کرائے مولانا کی وہی ہائی ہو گئی "

منیر " کیون ؟ "

صورت سنگھ " سنیئے۔ مولانا پر یہ الزام کہ کسی عورت کو بھگا لائے بالکل تہمت ہو مین اس واقعے کو اچھی طرح جانتا ہون۔ نواب صاحب کے محل کی کسی عورت پر کوئی جن آتا تھا۔ مولانا کے پڑوس مین کوئی سرکاری مکان تھا اُس مین وہ عورت ایک بڑھیا کے ساتھ رکھ دی گئی۔ دروازے پر سرکاری پہرہ مقرر ہو گیا۔ اور اُس کی نگرانی مولانا کے سپرد ہوئی۔ مولانا روز جا کے اُس کی صحت کی تدبیرین کرتے تھے۔ ایک رات کو وہ عورت مع بڑھیا کے اندر ہی اندر غائب ہو گئی پہرے والون کو منھ اندھیرے نماز کے وقت ہی اِس کا حال معلوم ہو گیا تھا۔ اور نہایت ہی پریشان تھے کہ صبح صبح مولانا پہونچے۔ اور حسب معمول پہرے والون کو کچھ فہمایش کر کے اندر گئے۔ اندر جا کے مولانا نے اُن دونون عورتون کو ڈھونڈھا نہ پایا۔ دل مین ڈرے کہ یہ بڑا غضب ہو گیا۔ نواب صاحب کو خبر ہو گی تو مجھے مار ہی ڈالین گے۔ اور آخر دل مین خدا نے کیا منصوبہ ٹھہرا کے باہر آئے۔ اور

پہرے والون کو تنبیہ کی کر دیکھو بہت ہوشیار رہنا۔ مین چار روز کے لیے حلال گر جاتا ہون۔ واپس آکے تمھاری کچھ شکایت نہ سنون۔ پہرے والے ایک شریر دل مین تو ہنسے گر ظاہر مین بجا اور حضور کہا کئے اور جیسے ہی مولانا ریل پر سوار ہو کے روانہ ہوئے اُن لوگون نے ڈیوڑھی مین جا کے رپورٹ کر دی کہ جس محل کی ڈیوڑھی پر ہم متعین تھے اُسے مولوی سعد اللہ صاحب آج صبح کو نکال کے اپنے گھر لے گئے اور اس وقت تک واپس نہین لائے۔ اس رپورٹ کے ساتھ ہی حرام پور مین ہنگامہ مچ گیا۔ نواب صاحب مولنا کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ اُن کی بی بی اور بیٹی کو محل مین پکڑوا بلایا۔ مکان لٹوا لیا۔ اور وہ پہرے والے بھی برائے نام حوالات اور در اصل قید خانے مین بھیج دیے گئے "

منیر " تو بیچارے مولنا خوب دھرے گئے۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے۔ مگر اس کا تو مجھے بھی صدمہ ہوا کہ اُن کی غریب بی بی اور بیٹی محل مین پکڑ بلائی گئین۔ اور وہان گئین تو بے عزتی سے بچ کے نکل آنا مشکل ہو "

صورت سنگھ " وہان بڑی قیامت بپا ہو۔ جس طرح پہلے یہان دلھنین غائب ہوتی تھین ویسے ہی آج کل وہان نواب کے محل مین سے ہر روز دو ایک عورتین غائب ہو جایا کرتی ہین اور پتہ نہین چلتا کہ کیا ہوئین اور کہان گئین "

سعید خان " یہ نہ ہوا کہ یونہین میری ماہ وش بی بی بھی نکل کے میرے گھر چلی آئین "

صورت سنگھ (مسکرا کے) " آہی جائین گی آپ کے دل مین کچھ کشش ہونی چاہیے اور وہ بھی آئین تو مین کہے دیتا ہون کہ آپ بے جورو کے نہ رہین گے "

سعید خان " جی معاف کیجیے۔ مین اپنی وہی پہلی بی بی چاہتا ہون بغیر اُن کے میرا غم دور ہو سکتا ہو اور نہ میرا گھر آباد ہو سکتا ہو "

منیر " مجھے تو امید ہو کہ تمھاری وہی بی بی آ جائین گی "

سعید خان " خدا کرے امید ہو اکچھ تمھاری بی بی تمھین مل گئین اور کچھ میری بھی بی بی مجھے مل جائین گی "

منیر " نہین یہ بات نہین ہو ہا کہ مین ایک پیسا لکھتا ہون۔ مگر اتنا کہونگا کہ تم مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہو "

سعید خان " بس یہی تو خوش نصیبی ہو کہ آرام اور چین سے ایک گھڑی کٹنا بھی

نہین نصیب ہوتی "

صورت سنگھ " ای تو اُس پہلی بی بی مین کیا رکھا ہوا ہی؟ کسی اور خوبصورت لڑکی سے شادی کر لیجیے۔ کچھ لڑکیون کی کمی تو ہی نہین۔ وہ پہلی دُلھن خدا جانے کس حال مین ہی؟ کہان ہی؟ کس کے پاس ہی؟ اور کیا معلوم کہ اُس کے دل مین بھی تمھاری محبت ہی یا نہین "

سعید خان " جو ہو مین تو اُسی کو چاہتا ہون۔ اور اُس کی پاکدامنی کا مجھے اِس قدر یقین ہی کہ اُس کے خلاف کوئی لاکھ کہے مین نہ مانون گا "

صورت سنگھ " اب غیب پر ایمان لے آنے کا تو میرے پاس کوئی علاج نہین ہی "

سعید خان " بھئی مجھے زیادہ نہ ستاؤ۔ مجھے اپنی اُس بی بی پر ذرا بھی بدگمانی نہین ہی اور اُس کے سوا کسی کو نہین چاہتا "

صورت سنگھ " تو خدا کرے تمھاری پیاری بہو جلدی مل جائین "

سعید خان " بس یہی دعا کرو۔ اور یہی میری تمنا ہی "

اس کے بعد صورت سنگھ اور سعید خان اُٹھ کے الگ چلے گئے۔ اور منیر دل مین کہنے لگا " یہ بھی بڑی دلچسپ صحبت تھی۔ سکینہ نے یہ کس قیامت کی شوخی کی ہی؟ اور میان کو کیسا اُلّو بنا رکھا ہی؟ مجھے نہین معلوم تھا کہ محمد سعید خان کے ساتھ اس کی شادی ہوئی ہی۔ مگر ہوشیاری تو دیکھو کہ خود ہی اُن کے پاس پہونچ گئی۔ اور کیسی اجنبی بن کے ملی ہی؟ اور پھر انھین کس قدر اپنا گرویدہ بنا لیا ہی؟ ساتھ ہی ساتھ اُن کی محبت کا امتحان بھی کرتی جاتی ہی اور کیسا چھیڑ چھیڑ کے اُن سے اپنی محبت کا اقرار کراتی ہی؟ مگر خیر جو کچھ ہو ہین دونون خوش نصیب! اور جب درمیان سے پردہ اُٹھے گا تو محمد سعید خان کیسے حیران رہ جائین گے؟ اور اُنکی اُس وقت کی حالت دیکھنے کے قابل ہوگی "

اتنی دیر مین صورت سنگھ اور محمد سعید خان واپس آ گئے۔ اور سعید خان نے منیر سے کہا " مین اب رخصت ہوتا ہون۔ انشاء اللہ پھر ملاقات ہوگی "

منیر " کبھی کبھی تو ہو جایا کیجیے "

سعید خان " اب تو مین روز یہین گذرا کرون گا صورت سنگھ صاحب سے

مضبوط وعدہ کیا ہی کہ جس طرح بنے گا میری بی بی کو ڈھونڈھ نکالین گے"۔

منیر "انھون نے وعدہ کیا ہی تو پورا بھی کرین گے۔ مگر اُن کی شرطین بھی بڑی سخت ہونگی"۔

سعید خان "جو شرطین ہون مجھے منظور ہین"۔ یہ کہتے ہی سعید خان ہاتھ ملا کے اور سلام کر کے چلے گئے اور جب اطمینان ہو گیا کہ دُور نکل گئے ہون گے منیر نے کہا سکینہ تم بڑی شریر ہو۔ واللہ مان گیا۔ آخر تم اِن کے پاس پہونچین کیونکر؟"

سکینہ "نہ جاتی تو کیا کرتی؟ آپ نے میرے بچانے مین تو واقعی بڑا کمال اور بڑی ہی جرأت کا کام کیا تھا مگر اُس کے بعد جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ سے کچھ نہ ہو گا پھر مین نے خیال کیا کہ مہ لقا کی جستجو اکیلی مین نہین کر سکتی۔ اور آپ سے مدد کی امید نہین۔ کیونکہ آپ رئیس زادے ہین اور اس گُن کے آدمی نہین کہ ہر جگہ جائین اور ہر کام کر لین۔ دو ہی روز مین مجھے یقین ہو گیا کہ مجھے کسی اور شخص کی مدد کی سخت ضرورت ہی پہلے میرا خیال اپنے والد کی طرف گیا تھا کہ اُن کے پاس جاؤن اور اسی لیے اُن کے دیکھنے کو ایک دن گئی بھی تھی۔ مگر تجربے سے کھلا کہ وہ بھی آپ ہی کے ایسے سیدھے سادھے آدمی ہین۔ اور اُن کی متانت اور سنجیدگی اُن باتون کو ہرگز گوارا نہ کرے گی جن کی اس کام کے لیے ضرورت ہی۔ تب میرا خیال اِن کی طرف گیا۔ اور دل نے کہا چل کے اِن کو تو ٹٹولون دیکھون انکا کیا رنگ ہی؟ اور ساتھ ہی خیال آیا کہ یہ پولیس کے افسر ہین اگر یہ سچے دل سے مدد دینے پر آمادہ ہو گئے تو مین سب کچھ کر لون گی۔ بس اسی خیال سے مین ان کے پاس گئی۔ اور ادھر اُدھر کی باتون مین لگا کے کہا کہ میری شادی ٹھہر گئی ہی۔ صرف بی بی کو رخصت کرالانا ہی اگر آپ مدد دینے کا وعدہ کرین تو اِس کی جرأت کرون۔ ورنہ اس خیال کو جانے دون۔ یہ مدد دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اب مین نے انھین ٹٹولا کہ ان کے دل مین میرا کچھ خیال بھی ہی یا نہین۔ معلوم ہوا کہ آپ کی طرح یہ بھی اپنی بی بی کی یاد مین ہر وقت سر دھنا کرتے ہین۔ اس کے بعد دو تین ملاقاتون مین ربط بڑھا کے مین نے ان سے کہا مجھے منیر صاحب کی بی بی کا پتہ لگانا ہی اگر آپ ساتھ دین تو آپ کی بی بی کو بھی ڈھونڈھ نکالون"۔ انھین میری باتون کا یقین نہین آیا۔ مگر جب مین نے رازداری کی قسم لے کے وزیرن کی گرفتاری کا حال اِن کو

بتایا اور ان کے سامنے اُس کا اور اُس کے دونوں ساتھیوں کا پورا اظہار بھی بیان کرا دیا تو یہ بہت ہی چکرائے اور میری کارگزاریوں کے قائل ہو گئے۔ اور پوری توجہ اور سچے دل سے مجھے ہر کام مین مدد دینے لگے۔ لہذا اب جو کچھ ہو رہا ہے سب اِن کے مشورے سے ہوتا ہے۔ بلکہ دراصل یہی کر رہے ہین ۔"

منیر ۔" واقعی تم نے عجیب نامحرم محرم کو ڈھونڈھ نکالا جسے حقیقت مین تمھارا مددگار ہونا چاہئیے۔ اور لطف یہ کہ اسی درمیان مین بغیر پہچانے وہ تمھاری حالت اور تمھاری لیاقت کا خوب اندازہ کر لین گے۔ تو انھین سب باتین معلوم ہین ؟"

سکینہ ۔" بس ایک مجھے تو نہین پہچانا ہے باقی سب باتین جاننا کیسا یہی کر رہے ہین۔"

منیر ۔" مجھے بھی حیرت تھی کہ تم سی گھر کی بیٹھنے والی لڑکی کے ہاتھ سے اتنے بڑے کام کیونکر انجام پا رہے ہین ؟ اب سمجھ مین آیا کہ اس مین سب سے بڑی کارگزاری اِن کی ہے۔ مگر یہ بھی تمھاری ہی لیاقت و کارگزاری ہے ۔"

سکینہ ۔" یہ ساتھ دیتے تو مین کچھ نہ کر سکتی ۔"

منیر ۔" آہ ! مجھے تم دونون کی حالت پر حسد آتا ہے۔ اُس گھڑی کو دیکھنا چاہتا ہون جس وقت انھین معلوم ہو گا کہ جس نے اُن کی بی بی کو ڈھونڈھا۔ خود وہی اُن کی نازآفرین دُلھن ہے ۔"

سکینہ ۔" اُس گھڑی کو آپ دیکھین گے۔ اور اکیلے آپ نہین آپ کے ساتھ مہ لقا بیگم بھی دیکھین گی۔ جب تک آپ اور مہ لقا ہم کنار نہ ہو لین اس راز کا کھلنا محال ہے ۔"

منیر ۔" آہ ! اس کو تو ایک عمر چاہئیے۔ میرے لیے کب تک اپنی آرزوؤن کا خون کیا کرو گی ؟ اور تم سے کیونکر صبر ہو سکے گا ؟ سکینہ مین نہین چاہتا کہ میری وجہ سے تم خواہ مخواہ کو حرمان نصیب بنی رہو۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کل ہی سعید خان کو بلا کے یہ پردہ درمیان سے اُٹھا دون ۔"

سکینہ ۔" کہین ایسا غضب نہ کیجیے گا۔ سارے کام بگڑ جائین گے۔ بس اس کا وقت جب ہی ہو گا جب مہ لقا بیگم آپ سے مل لین گی ؟ اور اس کو آپ اب دور نہ جانین۔ ہفتہ ہی عشرے مین دیکھ لیجیے گا کہ وہ اصل خیر سے آپ کے پاس آ گئین ۔"

منیر ۔" سکینہ کیون دل دُکھاتی ہو ؟ بھلا اُس کے دل کو کیا تسکین ہو سکتی ہے جسے

یقین ہو چکا کہ اب مہ لقا دنیا مین نہین ہی۔ خدا کے پاس گئی اور قیامت کو ملے گی۔
مین تمھین قسم دلاتا ہون کہ میرے لیے اپنا عیش بدمزہ نہ کرو"
سکینہ "مگر آپ کے قسم دلانے سے پہلے مین قسم کھا چکی ہون کہ جب تک آپ عروس آرزو سے ہمکنار نہ ہو لین گے مجھ پر عیش و راحت حرام ہی۔ اگر مہ لقا بیگم دنیا مین نہین ہین تو سکینہ کو جان لیجیے کہ وہ بھی نہین ہی"
منیر "آہ! ایسی سخت قسم اور بے سوچے سمجھے! نہین تم قسم توڑ دو۔ اس کا کفارہ مین ادا کر دون گا"
سکینہ "یہ ٹوٹنے والی قسم نہین بلکہ خدا سے عہد و پیمان ہی۔ جو بغیر منت پوری ہوئے ٹوٹ نہین سکتا"
یہ جواب سُن کے منیر حسرت کے ساتھ خاموش ہو رہا۔ محمود نے دسترخوان بچھایا۔ اور دونون نے کھایا، عشا کی نماز پڑھی اور لیٹنے کی تیاریان کر رہے تھے کہ سکینہ نے کہا "اب آپ آرام فرمائیے۔ مین اپنے کام کو جاتی ہون"
منیر "اب اس وقت اندھیرے مین کہان جاؤگی؟ صبح کو چلی جانا"
سکینہ "نہین مجھے اس وقت جانا ضروری ہی۔ کل شام کو پھر آؤن گی"
منیر "آخر تم اب وہان کیا کر رہی ہو؟ مجھے تو تم نے یہ کہہ کے کہ تم یہین مکان پر رہا کرو بالکل الگ کر دیا۔ جانتا بھی نہین کہ پسیا نوان مین کیا ہو رہا ہی۔ اور قیدیون کا اب کیا بیان ہی؟"
سکینہ "آپ کو بیکار زحمت ہوتی۔ اور واقعی آپ کا یہان رہنا مصلحت سے خالی نہین۔ جو کچھ ہوگا دو ہی چار روز مین معلوم ہو جائے گا" یہ کہہ کے سکینہ اپنا وہی مردانہ لباس درست کر کے چلی گئی اور منیر پلنگ پر لیٹ کے سو رہا۔

بیسوان باب

انتقام گیر آنکھین

مغرب کا وقت ہی کوّے اُڑ اُڑ کے بسیرون کی طرف جا رہے ہین اور ہمارے رام پور کے بُوم صفت نواب اپنے آشیانۂ جور کا شانہ کو چھوڑ کے دربار مین آئے ہین"

تمام اہل دربار جن سے ہمارے ناظرین واقف ہو چکے ہیں جھک جھک کے آداب بجا لائے۔ اور اجازت پا کے اپنی اپنی جگھوں پر بیٹھے۔ چوبدار نادری احکام بجا لانے کے لیے دست بستہ کھڑے ہیں۔ اور جو نیا شخص آتا ہے ادب سے ملاحظہ سے اکی ڈانٹین سنتا ہوا آ کے آداب گاہ میں ٹھہرتا "آداب بجا لاؤ" کا نعرہ عضب حسن کے آداب کو جھکتا۔ اور پھر جہاں حکم ہوتا ہے بیٹھتا۔ اتنے میں ایک ڈاکٹر صاحب پیش ہوئے۔ جنھوں نے بجائے آداب کے بغیر اس کے کہ ذرا بھی جھکیں باواز بلند کہا "السلام علیکم" اس غیر مانوس آواز پر نواب صاحب متغض اور چین بجبین ہو کے بولے "یہ کون گستاخ بے ادب اور بدتمیز شخص ہے؟"

چوبدار (جھک کے اور ہاتھ جوڑ کے) "خداوند عالم! یہ وہ نئے ڈاکٹر انوار حسین ہیں جو ابھی حال میں ہماری سرکار میں مقرر ہو کے آئے ہیں"

نواب (ڈاکٹر سے) "معلوم ہوتا ہے تم بدتمیز گنواروں میں رہے ہو؟ کبھی تمہیں کسی معزز دربار میں حاضر ہونے کی عزت نہیں نصیب ہوئی ہے"

ڈاکٹر انوار حسین "میں جس اعلیٰ ترین دربار کے آداب پر عمل کرتا ہوں اُس کے سامنے دنیا کے سارے دربار ذلیل و خوار ہیں۔ میں دربار رسالت کے آداب کا پیرو ہوں۔ وہذا فخری"

نواب "تمھارا مذہب کیا ہے؟"

ڈاکٹر "کیا اس محترم دربار کا پتہ سننے پر بھی جناب کو میرا مذہب نہیں معلوم ہوا؟ میں مسلمان ہوں سنی ہوں۔ اور احمدی ہوں"

نواب "احمدی کون؟ وہی خانگی جیسے پرسوں لکھنؤ کا بلبل منڈلے کے آیا تھا؟"

یہ کہتے ہی نواب صاحب نے درباریوں پہ ایک مدعا طلب نظر ڈال کے قہقہہ لگایا۔ اور ساتھ ہی سارا دربار قہقہوں سے گونج گیا۔

ڈاکٹر (برافروختگی کے جذبات کو دبا کے) "مجھے امید نہ تھی کہ ایک اسلامی دربار میں اس مبارک نام کا یوں مضحکہ اڑایا جائے گا۔ خیر میری مراد احمدی سے جناب امام عصر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیرو ہیں جن کا ایک ادنیٰ غلام و پیرو میں بھی ہوں"

نواب صاحب "میں قادیانی مذہب اور قادیانی امام دونوں پر لعنت بھیجتا ہوں"

ڈاکٹر۔ شوق سے بھیجیے" یہ کہتے ہی کڑک کے بولے "السلام علی من اتبع الہدیٰ"
اور دربار سے نکل کے واپس چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد چند منٹ تک دربار مین
ایک سناٹا رہا۔ پھر نواب صاحب نے دریاے فکر سے اُبھر کے فرمایا "مجھے افسوس ہے
کہ یہ شخص بے جوتے کھائے دربار سے چلا گیا۔ خیر مضائقہ نہیں۔ دیکھا جائے گا۔
(چوبدارون سے) اس کا خیال رکھنا۔ آج پہ موقوف نہین۔ کل پرسون نرسون
کسی دن ہو؟ مگر اسے بتا ضرور دیا جائے کہ بدتمیزی کی کیا سزا ہے؟ یہ انگریزی
ملازم ہے اور خیال ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ مناسب کارروائی کی گئی تو اخبارون مین
غل مچے گا۔ اور انگریزی گورنمنٹ دخل دہی کرے گی ورنہ مین تو اسی وقت
بتا دیتا کہ یہ کیسے سلوک کا مستحق تھا؟"
شیخ منظور "حضور! انگریزی تعلیم اور آج کل کی آزادیان مسلمانون اور
ہندوستان کے تمام نوجوانون کو غارت کر رہی ہین۔ یہ لوگ دو چار حرف پڑھ کے
آپے سے باہر ہو جاتے ہین"
نواب صاحب "اور اسی وجہ سے مسلمان تباہ و برباد بھی
ہو رہے ہین"
مولانا ہدایت "قبلۂ عالم۔ اس مین شک کیا ہے؟ پُرانے آداب
تو یہ تھے کہ ع گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی"
شاہ منظور "اجی حق تعالیٰ فرماتا ہے ولا تعتدوا حدود اللہ اور ہمارے
ظل اللہ کے مقرر کیے ہوئے حدود وہی حدود اللہ ہین"
اتنے مین ایک چوبدار باہر سے آیا اور ہاتھ جوڑ کے عرض کیا "خداوندا! ڈاکٹر
یہان سے سیدھا اسٹیشن پر گیا۔ اور وہان جاتے ہی اس نے لاٹ
صاحب کو تار دیا ہے کہ دربار مین میری بے عزتی کی گئی۔ اور میرے دین اور
مقتدایان دین کو میرے منھ پر گالیان دی گئین"
نواب صاحب "مین اس بدمعاش کو اتنا نہین سمجھتا تھا؟ افسوس
نکل گیا میرے ہاتھ سے۔ اچھا پرائوٹ سکرٹری کو بلاؤ" اس حکم کو زبان سے نکلے
چند ہی منٹ ہوئے تھے کہ نواب صاحب کے پرائوٹ سکرٹری شاہ فتح خان دوڑتے

ہوئے آئے۔ اور آداب بجا لا کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

نواب ”شاہ رخ خان! اس بدمعاش اور گستاخ ڈاکٹر نے خود ہی دربار میں گستاخی کی اور خود ہی لاٹ صاحب کو شکایت کا تار بھیجا ہے۔ اچھا تو تم بھی اسی وقت ایک تار دے دو کہ یہ ڈاکٹر بدتمیز گستاخ بیہودہ اور متعصب ہے۔ بھرے دربار میں اُس نے مذہبی بحث چھیڑی۔ میری توہین کی۔ بدزبانیاں کرتا رہا میرے مذہب پر حملے کیے۔ اور اُلٹا برہم ہو کے یہاں سے چلا گیا۔ شاید آپ کی خدمت میں میری کچھ شکایت کرے۔ لہٰذا جناب بغیر میرا بیان سنے کوئی کارروائی نہ کریں پرسوں حاضر ہو کے ملوں گا۔“

شاہ رخ خان ”تو حضور کیا کل لکھنؤ تشریف لے جائیں گے؟ لاٹ صاحب آج کل لکھنؤ میں ہیں۔“

نواب ”دس بارہ روز کے بعد میرا جانے کا ارادہ تھا مگر اب کل ہی روانہ ہو جاؤں گا۔ یہ تار دیتے ہی تم سفر کی تیاری کا بھی حکم دے دو۔“

پرائیوٹ سکرٹری کے جانے کے بعد نواب صاحب نے اہل دربار کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا ”بعض دن ایسے ہوتے ہیں کہ جدھر دیکھیے فکریں ہی فکریں نظر آتی ہیں۔ میں جیسا آج کل پریشان ہوں کبھی نہ تھا۔ حلال نگر میں ہر روز میرا کوئی نہ کوئی دوست غائب ہو جاتا ہے۔ اُس پر طرہ یہ ہوا کہ اب میرے محل میں سے بھی عورتیں بھاگ جاتی ہیں اور کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حلال نگر سے جو دوشیزہ لڑکیاں لائی گئی تھیں قریب قریب سب غائب ہو گئیں۔ میں اس بات پر بھی غور کر رہا ہوں کہ ان بھاگنے اور غائب ہونے والیوں میں عموماً وہی لڑکیاں ہیں جو حلال نگر سے لائی گئی تھیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں میرے خلاف کوئی بڑی گہری سازش ہو رہی ہے جس کا اثر یہاں تک ہے۔ اور اُس کی وجہ سے میرا رعب اُٹھا جاتا ہے۔ میں سختیاں کر کر کے اپنا رعب بٹھاتا ہوں یہاں تک کہ لوگ میرے سامنے لب ہلاتے ڈرتے ہیں۔ مگر اب اُسی حرام پور میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو خود میرے گھر پر دست درازی کر رہے ہیں اور میرا کچھ زور نہیں چلتا۔ اسی سلسلے کی رنجش کا کرشمہ یہ حرام زادہ ڈاکٹر بھی تھا۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے جیسے میں گوارا

اور برداشت نہین کرسکتا۔ چند روز اور دیکھتا ہون۔ مگر لکھنؤ سے واپس آتے ہی دربانون پہرے والون اور محل کی منتظم و مہتمم عورتون کو سخت سزائین دینا شروع کردون گا۔ بس پھر سب سیدھے ہوجائین گے۔ سچ یہ ہے کہ آدمی کو انسانیت فرائض کی پابندی اور ہوشیاری بے سکھائے نہین آتی۔ کتنی بڑی غضب کی بات ہے کہ ان جھگڑون کی وجہ سے جلال نگر کی آمد بالکل بند ہوگئی اور مین آج کل نہایت تکلیف مین ہون۔ جو شخص ہر روز ایک نئی محبوبہ جان نواز کی ہمکناری کا عادی ہورہا ہو اُس کے لیے یہ کس قدر تکلیف کی بات ہے کہ روز شکار خالی جاتا ہے؟ مگر مین خدا کا شکر ادا کرتا ہون کہ مدرسۂ نسوان کی منتظمہ نے ابھی تک مجھے اس تکلیف سے بچا رکھا ہے۔ اس مدرسہ کو جب مین نے قائم کیا تھا اُس وقت لغو اور فضول معلوم ہوتا تھا۔ اور اگر سرکار انگریزی سے پرائیوٹ طور پر تاکید نہ کی جاتی تو مین ایک پیسہ بھی اُس پر نہ صرف کرتا۔ لڑکیون کو پڑھانا گویا اُن کے ہاتھ مین اسلحہ دے کے اپنی حکومت کو کمزور کرنا ہے۔ اور میرا یہ کہنا غلط ہے تو پھر انگریزی گورنمنٹ نے رعایا سے کیون ہتھیار لے لیے ہین؟ مگر اب تجربے کے بعد معلوم ہوا کہ اس مدرسہ کا قائم کرنا کتنی بڑی عظیم الشان مصلحت پر مبنی تھا؟ اور مدرسۂ نسوان کس قدر ضروری اور اہم چیز ہے؟ واقعی وقت پر یہ مدرسہ بہت ہی کام آسکتا ہے۔ اب لکھنؤ سے آنے کے بعد مین تعلیم نسوان پر بڑا زور دون گا۔ اور موقع ملا تو ریاست کے ہر گاؤن اور ہر قصبے مین ایسے ہی مدارس نسوان کھلوا دون گا۔"

تاج کی اس نوابی اسپیچ پر دربار برخواست ہوا۔ نواب صاحب اُٹھ کے زنانے مین گئے تاکہ مخدرات عفت آیات مین سے جس جس کو ساتھ لے جانا ہو اُسے تیاری کا حکم دے دین۔ اور شاہ منظور۔ مولانا ہدایت۔ شیخ مقبول وغیرہ مخصوص مصاحبون اور پرائیوٹ سکرٹری اور دوایڈ ہی کانگون کو بھی ہمراہ رکاب سفر کا حکم ہوگیا۔

رات یون بھی بیداری مین کٹا کرتی تھی مگر آج سامان سفر کے خیال سے محل کے ہر گوشے مین ایک جوش وخروش تھا۔ جدھر دیکھیے ایک شور برپا تھا۔ صبح کے آٹھ بجے اسپیشل ٹرین پلیٹ فارم پر تھی اور نواب صاحب اور اُن کا اسٹاف

سوار ہو رہا تھا۔ دس بجے گاڑی روانہ ہوئی۔ اور شام سے پہلے لکھنؤ کے عالیشان اسٹیشن پر پہنچی۔ لکھنؤ کے پلیٹ فارم نمبر ۲ پر ٹرین ٹھہری۔ جہاں شہر کے سارے دلالان حسن استقبال کے لیے جمع تھے۔ دو چار شریف بھی تمتع دنیوی کی ہوس اور امارت پرستی کے مرض میں مبتلا ہو کے آ گئے تھے۔ اُن بیچاروں کو نواب صاحب کے اصلی مشتاقوں اور حقیقی موردان عنایت کی بھیڑ میں گھسنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بیچارے الگ کھڑے ایک ایک کا منھ تکا کرتے رہے تھے۔ آخر نواب کو دو چار بازاری اوباشوں اور بےغیرت آدھا سے ہوس رانی کے ساتھ ٹہلتے دیکھ کے دُور سے سلام کیا اور اس صورت دکھا دینے پر خوش خوش اپنے گھر واپس گئے۔

یہاں چونکہ کسی خاص مکان میں ٹھہرنے کا انتظام نہیں کیا گیا تھا اس لیے نواب صاحب جو دن تک لکھنؤ میں رہے اپنے سیلونوں (پُرتکلف گاڑیوں) ہی میں رہے۔ اور اس اسپیشل کے پاس چونکہ شرمناک مشاغل اور حیا سوزی کے کاموں کا سلسلہ شب و روز جاری رہتا تھا اس لیے وہ پلیٹ فارم سے ہٹا کے ایسے ویران اور سنسان مقام میں ٹھہرا دیا گیا جہاں تک عام لوگوں کی نظر نہ پہونچ سکتی۔ اور مہذب ناظرین اُن ناپاک مناظر سے محفوظ و مامون رہتیں۔

دوسرے دن نواب صاحب گورنمنٹ ہاؤس میں جا کے لاٹ صاحب سے ملے۔ اور چونکہ ملک کے صاحب اثر اور ممتاز و معزز رؤسا و والیان ملک میں تھے اس لیے سمجھا بجھا کے لاٹ صاحب کو راضی کر لیا۔ لاٹ صاحب دل میں تو سمجھ گئے کہ ڈاکٹر کے بیان میں سرمو فرق نہیں مگر خیال کیا کہ ان کے تمام درباری اور ملازمین انہیں کی سی کہیں گے۔ ڈاکٹر اگر ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنا بھی چاہے تو اُسے شہادت کہاں سے دستیاب ہو سکے گی؟ اس خیال سے انھوں نے ڈاکٹر صاحب کو اُن کی پہلی سرکاری خدمت پر واپس بھیج دیا اور نواب صاحب کو بھی اطمینان دلا دیا کہ میں نے ڈاکٹر کی شکایتوں کا کچھ لحاظ نہیں کیا۔

ورود لکھنؤ کے تیسرے دن دوپہر کے وقت نواب بغیر ہاتھ منھ دھوئے بستر خواب سے اُٹھ کے سیلون سے نکلے۔ اور ادھر اُدھر ٹہل رہے تھے کہ فارن سکرٹری (انہیں پیر دیرین) نے ایک نئے شخص کو جس کی صورت نہایت

ثقہ اور پابند دین بزرگون کی سی تھی لا کے پیش کیا اور کہا "خداوندا! یہ بڑے کارگزار اور کام کے آدمی ہین۔ یہان کے مشہور و ناموَر تاجران حسن مین سے ہین۔ حضور کا شوق بس انھین کی کوشش سے پورا ہو سکتا ہے"

نواب صاحب "تمھارا کیا نام ہے؟"

شخص "حضور! غلام کو لوگ فرحت کہتے ہین۔"

نواب "اور تم سے ملنا ہوا بھی باعث فرحت ہے" اگرچہ پہلے کبھی یہ نام نہین سُنا تھا مگر میان فرحت کا دل بڑھانے کے لیے ارشاد فرمایا "مین نے تمھاری بڑی تعریف سُنی ہے۔ تم تو بڑے نامی گرامی آدمی ہو۔"

فرحت "خدا سلامت رکھے، مگر خالی سُننے سے کیا ہوتا ہے؟ حضور آنکھون سے ملاحظہ فرمائین۔ مگر شرط یہ ہے کہ میرے مکان پر تشریف لے چلین۔ وہ تماشا دکھاؤن کہ قسم قرآن کی کبھی زندگی بھر نہ دیکھا ہو۔"

نواب "کہین جانا تو بھئی میری وضع اور شان کے خلاف ہے۔ اگرچہ مجھ سا شوقین رئیس سارے ہندوستان مین نہ پاؤ گے۔ مگر اس شوق مین آج تک مین کسی کے گھر پر نہین گیا۔ یہین کیون نہین لے آتے؟"

فرحت "خداوندا! ایک کو لاؤن گا۔ دو کو لاؤن گا۔ سب کو پکڑ لانے سے رہا؟ اور حضور میرے یہان کوئی بازاری کسبیان یا آوارہ خانگیان تو ہین نہین۔ مین نے تو اپنی یہ وضع رکھی ہے کہ سوا اچھے گھرانے کی پاکدامن بہو بیٹیون کے کسی ایسی ویسی عورت کو پاس نہین پھٹکنے دیتا۔ اسی طرح میرے گھر پر سوا شریفون اور عمدہ مذاق والے رئیسون کے کوئی معمولی آدمی نہین آنے پاتا۔ اچھے گھرون کی باعصمت اور حسین دلربا مین میرے مکان تک آنے مین تو کسی قسم کا مضائقہ نہین سمجھتین۔ کوئی نہ کوئی فقرہ کر کے چلی ہی آتی ہین۔ مگر کہین اور تھوڑے ہی جا سکتی ہین؟ اگر حضور اچھوتی نازک اندام و نازک مزاج مہذب و شائستہ شریف زادیون کا بڑا بھاری جلسہ ملاحظہ فرمانا چاہتے ہون جنھین باہر کی ہوا بھی نہین لگی ہے اور پسند ہو کہ ہزارون مہ لقاؤن مین سے اپنی مرضی کی معشوقہ کو منتخب فرما لین تو یہ کام تکلیف فرمانے کی عزت افزائی کیے بغیر نہین ہو سکتا۔"

نواب "بھئی تم تو بڑا لالچ دلا رہے ہو۔"

فرحت "قسم ہے حضور کے اقبال کی میں راجہ اندر کے اکھاڑے میں لے جا کے کھڑا کر دوں گا۔ واجد علی شاہ کا رہس اور قیصر باغ کے حسینوں کا جلسہ نہ مات ہو جائے تو اس ڈاڑھی کو پیشاب سے مونڈ ڈالیے گا"

نواب "اچھا خیر آؤں گا۔ مگر میرے ساتھ دس بارہ آدمی ہوں گے"

فرحت "جسے چاہیے لائیے۔ مگر خداوند اندر جہاں خوبرویوں کا غنچہ ہوگا وہاں حضور اکیلے ہی جائیں گے۔ اور اگر کوئی اور جائے گا بھی تو حضور کے بعد۔ ساتھ جانا ممکن نہیں۔ بات یہ ہے کہ اگر اور لوگ ہوئے تو لطف نہ آئے گا۔ وہ شرمیلی لڑکیاں ہیں۔ غیر مردوں کی صورتیں اُنھوں نے کاہے کو دیکھی ہیں۔ انھی لوگوں کے سامنے وہ مارے شرم کے بے تکلف نہ ہو سکیں گی۔ اور خداوند مزہ جب ہی ہے کہ ہزاروں خوبرو ماہ طلعتیں سامنے ہوں اور سب بے تکلف ہوں"

نواب "بہر حال مجھے منظور ہے۔ آج رات کو گیارہ بجے آؤں گا۔ مگر تم ساتھ چلنے کے لیے شام ہی سے آجانا"

فرحت "غلام حاضر رہے گا" یہ کہہ کے فرحت تو چلا گیا۔ اور نواب صاحب کے دل میں ایک ایسی طلسمی کارخانے اور راجہ اندر کے اکھاڑے کی سیر کا جوش و شوق پیدا ہو گیا کہ باقی دن اسی خیال میں گزرا۔ کسی کام میں دل نہ لگتا۔ اور نہ اُن حسین و پری جمال عورتوں سے جو ساتھ آئی تھیں کوئی بات کرتے۔ سارا وقت اسی فکر میں صرف ہو گیا کہ وہاں کون سے کپڑے پہن کے اور کیسا ٹھاٹھ کر کے جاؤں؟ اور کن کن خوش نصیب مصاحبوں کو ساتھ لے جاؤں؟ آخر شکل سے گھڑیاں گن گن کے شام ہوئی۔ اور فرحت حسب وعدہ آ کے موجود ہو گیا جس کے بعد بھی نواب نے دو تین گھنٹے انتظار کی بیتابیوں میں کاٹے۔ اور دس بجے مع اپنے مصاحبوں کے دو موٹروں پر سوار ہو کے شہر کے گنجان حصے کی طرف روانہ ہوئے۔ گاڑیاں ہنڈولے والے کے ناکے سے ہوتی ہوئی رکاب گنج میں پہنچیں۔ وہاں سے مڑ کے چکن گنج میں آئیں۔ اور نواب صاحب ولایتی اسباب کے تھوک فروش سوداگروں اور [illegible] کی بند ہونے والی دکانوں پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہوئے ایک نکڑ پر پہنچے جہاں سے بائیں طرف ایک گلی کٹ کے آگے چلی ہوئی۔ جو [illegible] دان محل [illegible]

گئی ہے۔ موٹرین رُکین اور معلوم ہوا کہ اس گلی مین پیدل جانا ہوگا۔ کیونکہ موٹرین آگے نہین جاسکتین۔ یہین نکڑ پر ایک جنون کے اُتارنے والے لڑ رہے تھے انھون نے نواب کو بڑے کڑوے تیورون سے گھور کے دیکھا۔

نواب صاحب کے دل مین اس وقت آتش شوق تیزتر گردد کا مضمون بسا ہوا تھا۔ ان بزرگ کا خیال بھی نہین کیا۔ اور بے تکلف موٹر سے کود پڑے۔ اور میان فرحت سے کہا "چلو کدھر چلو گے ہ" فرحت انھین اور اُن کے پانچ مصاحبون اور دو چوبدارون کو لے کے گلی مین گھسا۔ اندھیری رات تھی۔ اور خدا جانے آج کیا آفت تھی کہ میونسپلٹی والے بھی اپنی لالٹینین روشن کرنا بھول گئے تھے۔ مگر مضائقہ نہین۔ شوق کی مشعل آگے تھی۔ نواب صاحب قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتے اور ہر ہر موڑ پر دیوارون سے ٹکراتے چلے جاتے تھے اور بالکل خبر نہ تھی کہ کہان جاتے ہین اور کس مقام پر ہین۔ ان گلیون کی بھول بھلیون مین دس بارہ جگہ مُڑ مُڑ کے زندہ دل فرحت ایک دروازے پر ٹھہر گیا۔ اور دستک دی۔ کوئی پانچ منٹ کے بعد دروازہ کُھلا۔ اور ایک تنگ و تاریک کوٹھری مین داخل ہوکے سب صاحب ایک چھوٹے سے مکان مین داخل ہوئے۔ ایک کونے مین چھپر کے ایک ٹوٹے صندوق پر لیمپ رکھا تھا۔ نواب صاحب اور رفقا کرسیون پر بیٹھ گئے۔ ایک چوبدار نواب صاحب کے سرھانے کھڑا ہو کے پنکھا جھلنے لگا۔ اور فرحت نے ہاتھ جوڑ کے عرض کیا "اب ذرا غلام اندر جا کے انتظام کر لے تو پھر حضور کو لے چلے۔"

نواب "مگر بھئی جلدی آنا۔ مجھ سے زیادہ انتظار نہ ہو سکے گا"

فرحت "ابھی غلام ابھی آیا۔" یہ کہہ کے فرحت صحن مین داہنی جانب کا ایک دروازہ کھول کے غائب ہو گیا اور یہان سب صاحب انتظار کی گھڑیان گننے لگے۔ یہان کی حالت دیکھ کے نواب صاحب کے دل مین خیال گزرنے لگا کہ فرحت کے پاس ہرو سے کچھ نہین۔ فقط باتین ہی باتین ہین۔ پھر آپ ہی آپ کہنے لگے "جیسا سامان اُس نے بتایا تھا اُس کے لیے نہایت ہی عالیشان مکان اور بڑی شان و شوکت کا محل ہونا چاہیئے تھا۔ مگر خیر اب تو آ چکے۔ کچھ تو ہوگا۔

لایا ہو تو اگر دو چار سو نہیں تو دو ایک گلرخ و گل رخسار مہ لقا ئین تو ضرور ہی دکھلائے گا؟ بہر حال اس ناامیدی مین بھی ایک امید تھی - اور شوق بے صبریان دکھا رہا تھا - آخر قلب کے شمعدان مین شوق کی جو شمع روشن ہوئی تھی جلتے جلتے ساری جل گئی - اور اب شمعدان جل اُٹھا ہے جس کی لپک سے نواب بیٹھے بیٹھے بیتاب ہو کے بار بار اُٹھ کھڑے ہوتے ہین - اور کہتے ہین "فرحت نہین آیا! کمبخت کہان جا کے مر رہا؟"

مولانا ہدایت "خداوندا! اور ہم ہین ایسے مقام ہین کہ بغیر کسی رہبر کے گاڑیون تک بھی نہین پہونچ سکتے"

نواب "اجی واپس ہی چلنا ہو تو اُس کی سو تدبیرین ہو سکتی ہین - مگر یہ ہین اتنی تکلیف اُٹھا کے آیا ہون تو بے سیر دیکھے نہ جاؤن گا!"

یکایک فرحت یہ کہتا ہوا آیا "بھلا حضور اب بغیر سیر دیکھے جا سکتے ہین؟ حضور تشریف لے چلین مگر تنہا چلین - تھوڑی دیر مین جب وہ لوگ حضور سے مانوس ہو جائین گی تو مین ڈر دور کر کے سب صاحبون کو اندر پہونچا دون گا - ابھی ایک ساتھ سب کے چلنے مین کھیل بگڑ جائے گا - اپنی آرزو و تمنا کے موافق فرحت کی یہ درخواست سنتے ہی نواب صاحب "بسم اللہ" کہہ کے اُٹھے اور فرحت کے ساتھ اُسی دروازے مین داخل ہوئے جس مین سے ہو کے وہ ابھی آیا تھا - اُس مین قدم رکھتے ہی نواب صاحب ایک دوسرے مکان مین داخل ہوئے جس مین سناٹا پڑا تھا - اور صدر دالان مین فقط ایک لمپ روشن تھا - فرحت نواب صاحب کو لے کے اس دالان مین گیا تو دیکھا داہنی جانب بجائے صحنچی کے ایک لمبا پتلا سا گلیارا دور تک چلا گیا تھا اور کوئی سو قدم پر جا کے نواب صاحب نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی حسین پری جمال عورت کھڑی ہے جس کی وضع مین عجیب قسم کی دلفریبی ہے - اور لباس مین وردی کی سی شان پائی جاتی ہے - ایک چھوٹا سا برہنہ تیغچہ ہاتھ مین ہے - سر پر کارچوبی کام کی تاج نما ٹوپی ہے جسے ایک طرف کے کان پر جھکائے اور نہایت بانکپن سے پہنے ہوئے ہے - بدن مین کارچوبی کی زرد پیشواز ہے جس پر زربفت کی پٹیان دونون شانون سے کمر تک آڑی کھنچی ہوئی ہین - اور اُن کے تقاطع سے دونون جانب سینے اور پیٹھ پر آڑی سنہری صلیبین بن گئی ہین - آگے کی طرف

والی صلیب کے داہنی بائیں زاویوں پر سے سینے کے اُبھار نے نکل کے دو تمغے قائم کر دیے ہیں جن پر پیتل کے منقش خول چڑھے ہوئے ہیں - اور اُن کی چوٹیوں پر گوروں کی ٹوپیوں کی طرح ایسی برنجی انیاں لگی ہیں کہ جو سینے سے لپٹانے کی ہوس کرے اُس کے قلب وجگر میں فوراً اتر جائیں - لمبے بالوں کی دو چھوٹی لٹیں آگے نکال دی گئی ہیں جو سیاہ ریشم اور سنہرے کلابتوں میں گوندھ کے کوڑیالے سانپوں کی طرح سینے کے اُن برنجی تمغوں کے گرد لپیٹ دی گئی ہیں - اور باقی بالوں سے بڑی صناعی کے ساتھ ایک سیاہ جال بنا دیا گیا ہے جو گردن سے کمر تک ساری پیٹھ پر زرہ کی طرح پھیلا ہوا ہے - اور اُس کے خانوں کے اندر سنہری بوٹیاں نصب ہیں پیشواز کے نیچے وہ پرانی وضع کا چست زنانہ گھٹنا پہنے ہے اور پاؤں میں لکھنؤ کے بنے ہوئے ناٹ باقی بوٹ ہیں - اس حسینہ کا زیور اگرچہ معمولی قسم کا ہے مگر اس کے جسم پر وہ فوجی وردیوں کی زیبایشی اور نمایشی چیزوں کا کام دے رہا ہے - کانوں کی لوؤں میں نیلگوں آبدار آویزے ہیں - ناک میں الماس کی سنہری کیل ہے - گلے میں بالوں کے اوپر بڑے بڑے مومی موتیوں کا ہار ہے - بازوؤں پر طلائی نونگے اور جوشن ہیں - کلائیوں میں سادی بانک کی چوڑیاں ہیں - اور پاؤں میں بھاری پازیب ہے -

نواب صاحب نے اس عورت کے حسن اُس کی سپاہیانہ وضع اور اُس کے بانکپن کو حیرت سے دیکھا جس کے ساتھ ہی اُس نے بغیر اس کے کہ زبان سے ایک لفظ بھی کہے ایک ناز و انداز سے نیچے کو حرکت دے کے فوجی قاعدے سے سلامی لی اور بُت بن کے خاموش کھڑی ہو گئی -

اب نواب صاحب آگے بڑھے - اور اس گلیارے سے نکل کے ایک اور مکان میں داخل ہوئے - اس میں پُر تکلف فرش تھا - اور عمدہ قسم کا سب سامان قرینے سے آراستہ تھا - کئی مسہریاں تھیں اور دیوارگیریوں کے کئی کنول روشن تھے مگر آدمی کا نام ونشان نہ تھا - لیکن فرحت نواب صاحب کو لیے ہوئے اُس کی ایک کوٹھری میں گیا تو ایک اور لمبا راستہ دکھائی دیا - اور یہاں بھی اُسی پہلی وضع کی ایک شمع رخسار عورت بجائے نیچے کے ایک برچھا ہاتھ میں لیے کھڑی تھی اُس نے بھی ایک تبسم ناز کے ساتھ فوجی طریقے سے سلام کیا - اور نواب صاحب آگے

بڑھ کے کہا "کتنی دور جاؤ گے؟"

فرحت۔ "بس اب پہونچ گئے۔ زیادہ زحمت نہ دون گا۔ ہمارے یہان سامان اس قسم کا ہے کہ ہمین اُس کی حفاظت کے لیے عورتون سے پہرے چوکی کا کام لینا پڑتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہان تک پرندہ پر نہین مار سکتا۔ اور مردون کی رسائی تو قریب قریب غیر ممکن ہے"۔

اب اس راستے سے نکلتے ہی نواب صاحب ایک نہایت ہی پُرتکلف مکان مین پہونچے۔ جس کے وسیع صحن مین دیکھا کہ تختون کا چوکا بچھا ہے۔ اُس پر نہایت ہی اُجلی براق چاندنی کھنچی ہوئی ہے۔ اُس کے درمیان ایک ادھیڑ عورت پاندان کھولے بیٹھی ہے۔ اور چوکے کے اُس طرف دالان کے اندر ساٹھ عورتین جو بیگم صاحبہ بھوپال کی قطع کے زرکار ریشمی برقعے پہنے مین صف باندھے عجب نزاکت سے کھڑی ہین۔ اور اُن کے برقعون کا طلائی کام پچاس پچاس شیون کے دو لیمپون کی تیز روشنی مین جگ مگ جگ مگ کر رہا ہو۔ حسینون کی اس صف کو دیکھ کے نواب صاحب دل مین بہت ہی خوش ہوے۔ اور اپنے دل سے کہا "فرحت نے اپنے بیان مین زیادہ مبالغہ نہین کیا تھا۔ بے شک یہ شریف خاندانون کی گھر گرہستین ہین جن کے پنڈون کو کبھی باہر کی ہوا نہین لگی ہے۔ بس آج مجھے اپنے مذاق کی معشوقائین ملین گی"۔

نواب صاحب بالکل تختون کے پاس تھے۔ وہ عورت جو پاندان کھولے بیٹھی تھی تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہا "تشریف لایئے"۔

نواب صاحب۔ (فرحت سے) "بھئی میرے لیے کوئی کرسی لے آؤ۔ مجھے جوتا اُتارنا مشکل معلوم ہوتا ہے"۔

فرحت۔ "قبلۂ عالم کرسی تو یہان نہین ہے۔ مگر جوتا اُتارنا کون دشوار ہے؟ اور یہ غلام کس لیے ہے؟" یہ کہتے ہی جھک کے جوتے کے فیتے کھولنے لگا۔ آخر نواب صاحب کمال مجبوری سے جوتا اُتار کے تخت کے کنارے بیٹھ گئے۔ اور فرحت ہاتھ باندھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

عورت۔ "اوئی! اے یہ آپ وہان کہان بیٹھے ہین؟ آگے آیئے"۔ غرض اُس نے نواب صاحب کو کئی بار مین تھوڑا تھوڑا آگے کھسکا کے بیچ تخت مین کر لیا۔ نواب

صاحب کی مزاج پُرسی کی - اور ادھر ادُھر کی باتین کرنے لگی - مگر نواب صاحب کی نظر صف خوبان پر اِس طرح جمی ہوئی تھی کہ اُس کے سوالون کا جو اب کبھی دیتے اور کبھی نہ دیتے - اور جب دیتے بھی تو کہتے کچھ - اور زبان سے کچھ نکلتا - یہ حالت دیکھ کے وہ عورت مسکرا کے بولی "حضور ان حسین لڑکیون کے شوق مین بے سبب باتین بھولے ہوئے ہین - اور واقعی جب اتنی دُور چل کے آئے ہین تو ایسا ہی اشتیاق ہونا چاہیے - فرحت تو اب تم جاؤ"

نواب صاحب - "فرحت کو کھڑا نہ رہنے دیجیے"

عورت - "یہ غیر ممکن ہے - حضور نہین جانتے کہ یہ کیسے کیسے معزز اور عالی خاندان گھرانون کی بہو بیٹیاں ہین - بھلا یہ کسی غیر کے سامنے کیون آنے لگی تھین؟ اور مُوے فرحت کی مجال ہے کہ اِن کے پاکیزہ چہرے دیکھے؟ (فرحت سے) اے تو اب تو کس لیے کھڑا ہے؟ جاتا کیون نہین ہے؟" یہ آخری فقرہ اُس عورت نے کچھ اس طرح آنکھین نیلی پیلی کرکے اور ڈانٹ کے کہا کہ فرحت بغیر اِس کے کہ نواب صاحب سے اجازت لے بدحواس بھاگا - اور نظر سے غائب ہوگیا -

اب اُس عورت نے نواب صاحب سے کہا "خدا نے حضور کو رئیس بنایا ہے - اور دنیا بھر کا حُسن و جمال حضور کی غلامی کو تیار ہے - مگر ایسی دلفریب اور جادو نگاہ مہ جبینین حضور نے کبھی نہ دیکھی ہون گی - اچھا تو اب حضور اُن کے پاس جائین گے یا اُنھین یہین بُلاؤن؟"

نواب - "جو تمھارے نزدیک مناسب ہو - مگر پہلے مین اِن کی پیاری صورتین تو دیکھ لون"

عورت - "دیکھیے گا - لیکن ذرا صبر سے کام لیجیے - یہ لونڈیاں نہین ہین کہ اشارون پہ دوڑین - یہ شریف زادیاں ہین - جو اپنے حُسن کے ساتھ اپنے خاندان پر بھی ناز رکھتی ہین - خیر تو اب مین اِنھین ایک ایک کرکے یہان بُلاتی ہون - تاکہ حضور جدا جدا ایک ایک کی صورت دیکھین"

نواب صاحب - "نہین اِس مین بڑی دیر لگے گی - اور ماسوا اِس کے حُسن کا مقابلہ جب ہی ہو سکتا ہے جب ساری مہ طلعتین اپنی چاند سی صورتین سامنے کرکے

بے نقاب بیٹھیں اور انتخاب کرنے والا سب کے دلربا چہروں پر نظر ڈال کے فیصلہ کرے کہ کس کے حسن میں کون سی خوبی ہے اور کس کی کون سی ادا دلکش ہے؟"

عورت "تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب کو ایک ساتھ دیکھیں - خیر - اگرچہ یہ کوہ قاف کی پریاں اس کو نہ پسند کریں گی - لیکن آپ کی یہی خوشی ہے تو میں کہتی ہوں یہ تو ستم گر منظور کر لیں گی" یہ کہہ کے اس نے اُس صف خوبان کی طرف جو بے حس و حرکت اور بالکل خاموش کھڑی تھی متوجہ ہو کے کہا "بی بیو - نواب صاحب کو تمھاری ملاقات کا بیحد شوق ہے - اور سب سے ایک ساتھ ملنا چاہتے ہیں - اگرچہ تمھاری وضع کے خلاف ہے مگر میرے کہنے سے ایک دم کو نواب صاحب کے پاس آ کے بیٹھ جاؤ" جواب میں بجائے اس کے کہ کسی کی زبان سے کوئی لفظ سنا جائے سب ناز و انداز کے ساتھ آ کے نواب کے گرد چوکے پر بیٹھ گئیں - اور جنھیں جگہ نہیں ملی وہ تخت ان کے برابر گرد حلقہ باندھ کے خاموش کھڑی ہو گئیں -

ان حسینوں کے قریب آتے ہی نواب صاحب کا دل دفور شوق سے دھڑکنے لگا - اور گھبرا گھبرا کے ایک ایک پر نظر دوڑانے لگے - مگر سب کے رخ زیبا برقعوں کے اندر تھے - اور بیرونی وضع قطع کے لحاظ سے سب ہی دلربا اور دلفریب تھیں - آخر بے صبر ہو کے اُس عورت سے کہا "لے خدا کے لیے ان کافر اداؤں سے کہیے کہ اپنے رخسار تاباں دکھائیں"

عورت "ذرا ٹھہریے - میں گلوری دے کے پاندان بند کر لوں تب حضور کے سامنے سے مطلع صاف ہو گا" یہ کہہ کے اُس نے نہایت ہی نفاست سے ایک گلوری بنا کے ادب سے نواب صاحب کے سامنے پیش کی - اور پاندان کو بند کر کے پیچھے ہٹا دیا - پھر نواب کے بالکل قریب آ کے بولی "تو اب پردہ اُٹھے ؟"

نواب "خدا کے لیے اُٹھے اور جلدی اُٹھے"

عورت "مگر اچھی طرح سنبھل بیٹھیے - ان میں کا ہر ایک ایک آفتاب ہے - ان کے جلوۂ حسن سے آنکھیں چکاچوند ہو جاتی ہیں - ایسا نہ ہو کہ حضور تاب نہ لا سکیں"

اب نواب صاحب پر ایک عالم محویت طاری تھا جادو کا سارا کارخانہ نظر آتا تھا - اور معلوم ہوتا تھا جیسے آنکھوں کے سامنے سے کوئی بڑا بھاری طلسم ہٹنے والا ہے اور ایک ایسا پردہ اُٹھنے والا ہے جس کے

دُور ہوتے ہی کوہ قاف کی پریاں میری نظر کے سامنے ہوں گی۔ محویت کے ساتھ کلیجے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کے بولے" مین نے اپنا کلیجا سنبھال لیا ہے۔ اور ان حُوران جنت سے کہیے کہ سب ایک ساتھ اپنے چہروں سے نقاب اُلٹ دیں"

عورت "اچھا بی بیو سب ایک ساتھ برقعے اُتار لو"

حکم کے ساتھ ہی اُن حسینوں مین نہایت ہی پھرتیلے پن کے ساتھ ایک ایسی فوری حرکت ہوئی کہ نواب صاحب کی آنکھیں جھپک گئیں۔ اور اب جو آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہین کہ ساٹھ قد آور زبردست شُورما جن کے بڑے بڑے ڈاڑھے دونوں طرف کانوں سے باتین کر رہے ہین جن کی مُوچھوں سے چنگاریاں اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہین آنکھیں اپنے حلقے مین لیے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ نادان محل کے کونگڑے کونگڑے قسائی پن کے جمع کر لیے گئے ہین جو گنہگار بھیڑ کو گرا کے بجائے چھُریوں کے اپنی آنکھوں کے خنجروں سے ذبح کیے ڈالتے ہین۔ اُن کی تیز اور پُرغضب نگاہیں اس طرح نواب صاحب پر جمی ہوئی تھیں کہ جھپکتی تک نہ تھیں۔ یہ سین دیکھتے ہی نواب صاحب کا خون خشک ہو گیا۔ گھبرا کے مدد اور امان مانگنے کے خیال سے خوف زدہ نظر کو اُس عورت کی طرف لے گئے جو اُن سے باتین کر رہی تھی مگر یہ دیکھ کے اور روح تحلیل ہو گئی کہ وہ ایک کاری اور خونخوار قرد لی اُن کے سر پہ کھینچے کھڑی ہے۔ گھبرا کے چیخنے کا ارادہ کیا۔ مگر اُس جوان مرد عورت نے ایسے خوفناک طریقے سے قرد لی کو حرکت دی کہ چیخ کی آواز گلے ہی مین خشک ہو کے رہ گئی۔ اب نواب صاحب خوف اور وحشت کے ساتھ گھبرا گھبرا کے اور سہم سہم کے ایک ایک کی صورت دیکھتے تھے مگر جسے دیکھتے اسی حال مین پاتے کہ اپنی شیر کی ایسی تیز نگاہیں اُن پر گڑائے ہوئے ہے۔ اس سارے مجمع مین سے کسی نے کسی قسم کی حرکت نہین کی۔ سب خاموش اور ساکت صامت تھے مگر آنکھوں ہی آنکھوں مین نواب صاحب کو کھائے جاتے تھے۔ یہ آنکھیں نہ تھیں ملک الموت کی چھُریاں تھیں۔

آخر نواب صاحب ان نگاہوں کے خوف سے ذرا و بک گئے۔ مگر وہ مہیب نظرین اُسی طرح بلکہ پہلے سے زیادہ تیز تھیں اور برچھی کی انیوں کی طرح دل مین اُترتی چلی جاتی تھیں ساعت بہ ساعت نواب صاحب زیادہ مرعوب اور پست ہو کے جھُکتے جاتے تھے اور وہ

مہیب آہنین نگاہین اور زیادہ تیز یان دکھاکے اُٹھین اور گراتی جاتی تھین۔یہان تک کہ دبکتے دبکتے اور جھکتے جھکتے بالکل دبک گئے اور اب کبھی پناہ نہ ملی تو اوندھے پڑ گئے اور آنکھین بندکرلین۔مگر خوف و دہشت نے اِس حالت مین بھی قرار نہ لینے دیا۔گھبرا کے پڑے ہی پڑے سراُٹھایا اور آنکھین کھولین تو دیکھا کہ وہ تیز خونین اور جانستان آنکھین بالکل پاس آگئی ہین۔اور خوف کی بدحواسی مین نواب صاحب کو معلوم ہوا کہ صدہا اژدہے گھیرے ہین۔اور اُن کی شعلہ بار آنکھین مجھے جلاکے خاک کیا چاہتی ہین۔بے اختیار زبان سے نکلا" ہاے مجھے مار ڈالو۔ مگر اس عذاب سے بچاؤ"

عورت ۔(قرولی کو نواب کے سینے پر رکھکے)"اس عذاب سے تو قیامت تک نہین نجات پا سکتا۔پہچانا بھی کہ یہ کون لوگ ہین اور یہ کس کی پُر غضب آنکھین ہین"

نواب ۔(پھر اُن آنکھون سے سہم کے جواب تک اُسی طرح دل و جگر مین گھُسی جاتی تھین)" آہ! مین کسی کو نہین پہچانتا۔ارے اس قرولی کو میرے سینے مین اُتار دو۔ہا ان نظرون کی برچھیون کے مقابل اس قرولی کے چبھنے مین لذت ہے"

عورت " لذت ہے!(قرولی ہٹاکے) تو لذت اب تیرے لیے حرام ہے۔اب تو انتقام و عقاب کا وقت آگیا"

نواب " ہاے مین اپنے گناہون سے توبہ کرتا ہون۔(آنکھین جنھین ذرا کھول دیا تھا ایک چیخ کے ساتھ پھر بند کرکے) ارے قسم کھاتا ہون کہ پھر ایسا قصور نہ ہوگا"

عورت " اس وقت کی توبہ نہین قبول ہو سکتی۔یہ ایمان یاس ہے"

نواب " تو پھر مجھے مار ڈالو! ہاے اب مجھ مین اس زندگی کے برداشت کرنے کی تاب نہین ہے"

عورت " ابھی تیرے لیے زندگی کا بہت عذاب باقی ہے۔موت جو تیرے خیال مین اس سے بامزہ ہے بہت دُور ہے۔اب ان لوگون کو بھی پہچان لے جن کی نگاہین تجھے پامال کررہی ہین۔یہ وہ حسین و پاکدامن کنواریان ہین جن کی تو نے نہایت شقاوت و بے رحمی سے آبرو لی۔اور آبرو لینے کے بعد جانین لین۔وہی آج فرشتۂ عذاب بن کے آئی ہین اور انتقام لے رہی ہین۔آنکھین کھول کے اِن کی

صورتین دیکھ اور پہچان"

نواب "نہین مین نہ دیکھون گا۔ آنکھین کھولنے کی تاب کس مین ہے بھلا"

اس جواب پر عورت نے قرولی نواب کے پیٹ پر رکھکے آہستہ سے گڑو دی اور اُنھون نے ایک چیخ کے ساتھ آنکھین کھولین اور کہا "خدا کے لیے رحم!"

عورت "صد ہا رحم خواہ نگاہون نے مرتے وقت تجھ سے یہی درخواست کی تھی بھلا کبھی تجھے ایسی کسی ایک نگاہ پر بھی ترس آیا تھا؟ مگر مین جانتی ہون کہ تیرے پاس اس کا جواب نہین ہے۔ خیر اب تو عدالت گاہ مین جانے کے لیے تیار ہو جا"

نواب - (بھیانک نظر دونون طرف دیکھ کے) "جب تک یہ خونخوار نگاہین میرے سامنے ہین مجھ سے کچھ نہین ہو سکتا"

عورت "وہ انتقام گیر آنکھین اب تیرے سامنے نہین ہین۔ دیکھ وہ پھر برقعون مین چھپی ہوئی دالان مین کھڑی ہین۔ اور تجھے اُس وقت تک کے لیے چھوڑ دیا کہ عدالت سے باضابطہ طور پر تیرا فیصلہ ہو۔ مگر تیرے گناہگار دل و دماغ پر اُن خون آشام نگاہون کا خوف اس قدر چھا گیا ہے کہ مرتے دم تک وہ تیری نظر کے سامنے رہین گی۔ اور اُنھین دیکھ دیکھ کے تو خوف سے ہمیشہ چونک چونک پڑا کرے گا" عورت کے الفاظ سے نواب کا خوف ذرا کم ہوا۔ اور ڈرتے ڈرتے اُٹھ کے بیٹھے ہی تھے کہ عورت نے ایک تالی بجائی۔ ساتھ ہی ایک کوٹھری کا دروازہ کھلا اور اُس مین سے دس خونخوار سیہ فام و سیہ پوش آدمی نکل کے نواب کی طرف جھپٹے۔ اُن دسون کے سینون پر سرخ رنگ کی خونین حرفون مین "جلاد" کا لفظ لکھا ہوا تھا۔ برہنہ سیفے سب کے ہاتھون مین تھے۔ اُنھون نے آتے ہی نواب کو زمین پر گرا دیا۔ پھر دو نے نواب کا ایک ہاتھ۔ دو نے دوسرا ہاتھ دو نے ایک پاؤن۔ دو نے دوسرا پاؤن پکڑ لیا۔ ایک نے سر پکڑا اور ایک نے سینے کو دبایا۔ غرض وہ دسون اپنے اپنے فرائض کو تقسیم کرکے خاموش کھڑے ہو گئے۔ گویا حکم کے منتظر تھے۔

عورت "اس بدمعاش کے قتل کرنے کی ابھی ضرورت نہین۔ اس کو عدالت مین جواب دہی کا موقع دیا جائے گا۔ لہٰذا اسے فوراً زنجیرون مین باندھ لو" حکم پاتے ہی ان جلادون نے نواب کو طوق و سلاسل مین جکڑ دیا۔ پاؤن مین بیڑیان اور ہاتھون

مین ہتھکڑیان ڈال دین۔ اور نواب حسرت کے ساتھ ایک ایک کی مہیب صورت دیکھ رہے تھے کہ عورت نے کہا "بس اسے لیجاؤ۔ اور حفاظت سے رکھو" یہ اشارہ ہوتے ہی دسون جلاد نواب کو اُسی کوٹھری مین گھسیٹ کے لے گئے جس مین سے وہ نکل کے آئے تھے۔

نواب کے بعد یہی کارروائی اُن کے ہمراہیون کے ساتھ ہوئی۔ وہی فرحت پہلے پولیٹیکل فارن سکرٹری اور نشاہرخ خان پرائیویٹ سکرٹری کو لایا۔ اُن کے بعد مولانا ہدایت اور شیخ مقبول لائے گئے پھر شاہ منظور اور دونون چوبدار بلائے گئے۔ اور سب کے ساتھ یہی برتاؤ ہوا کہ پہلے اُن قاتل اور خونین آنکھون کا نشانہ بنے۔ اور آخر مین سیاہ پوش جلادون نے برآمد ہوکے پابزنجیر کر لیا۔ موٹرین یحییٰ گنج مین دوسرے دن شام تک کھڑی رہین۔ آخر شوفر مجبور اور ناامید ہوکے اُنھین اسپشل ٹرین کے پاس واپس لے گئے۔ جہان موٹرون کو خالی دیکھ کے عورتون مین رونا پیٹنا پڑ گیا۔ اس لیے کہ نواب کے غائب ہونے کی خبر پہلے ہی پہونچ چکی تھی۔ اب سارے شہر مین مشہور ہو گیا کہ "حرام پور کے نواب کہین غائب ہو گئے" پولیس نے حد سے زیادہ تگ و دو کی۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے یحییٰ گنج کی گلیان اور اُن کا ایک ایک مکان چھان ڈالا مگر کچھ سراغ نہ لگا۔ اور معلوم ہی نہ ہوا کہ نواب اور اُن کے ہمراہیون کو زمین کھا گئی یا آسمان کھا گیا۔ آخر بہزار ان یاس وحسرت نواب کا اسپشل پس ماندون کو لے کے حرام پور واپس گیا۔ اور سارے محل مین کہرام مچ گیا۔

اکیسوان باب

جنون کی عدالت

نواب صاحب کے غائب ہونے کے چار روز بعد ہم ایک وحشت ناک جنگل مین ہین جہان انسان کا پتہ نہین معلوم ہوتا۔ کوہستان کی ترائی کا سُنسان گھنا جنگل ہے۔ اور اندھیری ڈراؤنی رات۔ آسمان کے تارے دیو فلک کی خونخوار آنکھین معلوم ہوتے ہین جن کی طرف نظر اُٹھا کے دیکھتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ ایک اندھڑ چل رہا ہے۔ اور بادھر ادھر اگر جھاڑون کے درختون مین ایک مہیب سناٹا پیدا کرتی ہے تو اونچے درختون کے

بڑے بڑے ٹھنون کو زور و شور کے ساتھ لڑ الڑا کے دیو زادون کی دہشت ناک لڑائی کا تماشا دکھاتی ہے - اور معلوم ہوتا ہے کہ جنگل کے تمام نونہالون کے سر دن شورش پسند دیو اور جن کھیل رہے ہین ہوا کا جب کوئی جھونکا نکل جاتا ہے اور ان نباتی دیوون کے ہاتھ پاؤن مین سکون پیدا ہوتا ہے تو اُس وقت کے سناٹے مین درندون کی آوازین دہشت ناک صحرا مین گونج کے بڑے بڑے مضبوط دلون کو دہلانے لگتی ہین -

لیکن اب کی بار جو ہوا اٹھی تو بجاے درندون کی آواز کے انسانون کی آہٹ معلوم ہوئی - جن کا ایک بڑا چھند اگروہ نہایت خاموشی کے ساتھ آ کے رات بسر کرنے کے لیے کوئی مناسب مقام تلاش کرنے لگا - کیا یہ ڈاکو ہین جو کسی قافلہ کو لوٹ کے یہان آ گئے ہین کہ بیٹھ کے اپنے مغصوبہ مال غنیمت کو تقسیم کرین ؟ کیا یہ کوئی ٹھگون کا گروہ ہے جو سرکار انگریزی کے محکمۂ ٹھگی و ڈکیتی سے بچ کے آ گئے ہین اور اپنے پرانے انسان کشی کے مشغلے کو از سر نو تازہ کرنا چاہتے ہین ؟ آخر یہ کون لوگ ہین ؟ اتنے مین یہ سب لوگ ایک چھوٹے سے میدان مین جو جنگل کے اندر درختون کے تصرف سے محفوظ رہ گیا ہے ٹھہرے - ایک لالٹین روشن کی - اور رات کے اندھیرے مین جہان تک ہو سکا اُس میدان کو خس و خاشاک سے پاک کیا - بڑی بڑی دریان بچھائین صندوقون کو اونٹون سے اُتار کے اُن پر رکھا - اور اب لالٹین کی روشنی مین معلوم ہوا کہ یہ کوئی پچاس آدمیون کا گروہ ہے جو کسی مخفی سفر کو زمانے کی نگاہون سے بچ بچ کے اور بڑی رازداری کے ساتھ طے کر رہا ہے -

ان مین سے چند لوگون نے دُور پر جا کے ایک جگہ الاؤ جلایا - اور اکثر لوگ اُن الاؤون پر آٹا گوندھ کے روٹیان پکانے لگے بعض نے حقے بھرے جن کا یاران ہم سفر مین دَور چلنے لگا - حقے کا جب ایک دَور پورا ہو گیا تو ایک شخص نے جو لالٹین کے پاس بیٹھا تھا کہا "اب پہلے اُن کمبختون کی خبر لو جنھین کل سے غذا نہین ملی ہے" اِس کے جواب مین دوسرے نے کہا "روٹیان تو پک لین" پہلے نے ہنس کے اس کا یہ جواب دیا کہ "یہ تازی روٹیان تو ہم کھائین گے - اِن بدمعاش مجرمون کو صبح کی باسی سوکھی روٹیان کھلا کے پانی پلا دو" ایک تیسرا شخص مگر یہان

پانی کہاں ہے؟"چوتھا شخص جو بہت فاصلے پر تھا" پانی مل جائے گا۔ میں اس جنگل کے چپے چپے سے واقف ہوں۔ قریب ہی ایک چھوٹا تالاب ہے۔ دس بارہ آدمی جاکے وہاں سے پانی بھر لائیں"

پہلا "تو پھر جلدی پانی لاؤ" ساتھ ہی دس بارہ آدمی پانی کی تلاش میں گئے۔ اور اسی پہلے شخص نے کہا "اچھا تو جب تک پانی آئے آئے اپنے اسیروں کو ذرا ہوا دے دو۔ کوئی ایک بھی گھٹ کے مرگیا تو غضب ہو جائے گا"

دوسرا "بے شک انھیں ہوا دینا ضروری ہے۔ اور اگرچہ صبح کو منزل مقصود پر پہونچ جائیں گے مگر اس کے لیے اس سے بہتر جگہ نہ ملے گی" یہ کہتے ہی اُس نے کئی اور رفیقوں کی مدد سے آٹھ صندوق لاکے درمیان میں رکھے۔ پہلے شخص نے اپنی جیب سے کنجیوں کا گچھا نکال کے خود اپنے ہاتھ سے اُن صندوقوں کے قفل کھولے ساتھ والوں نے صندوقوں کے ڈھکنے اُٹھائے۔ اور ہر ایک میں سے ایک ایک آدمی کو نکال کے زمین پر لٹا دیا۔ اُن کے مُنھوں سے کپڑے جو ٹھونسے ہوئے تھے نکال کے الگ کیے۔ اور ایک صراحی۔ سے تھوڑا تھوڑا پانی اُن سب پر چھڑک چھڑک کے پنکھوں سے ہوا دینا شروع کی۔ ٹھنڈک اور راحت پا کے اُن لوگوں نے کروٹیں بدل بدل کے آنکھیں کھولیں۔ اور چاروں طرف کے منظر کو خوف اور دہشت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ مگر قبل اس کے کہ یہ ہاتھ پاؤں ہلانے کے قابل ہوں زمین پر پڑے ہی پڑے طوق و سلاسل پہنا کے پابزنجیر کر دیے گئے تاکہ بھاگ نہ سکیں۔ اس طرح مقید کرنے کے بعد پہلے شخص نے ان کی طرف خطاب کر کے کہا "اب تم لوگوں کو اجازت ہے کہ اُٹھ کے بیٹھو۔ اور باتیں کرو" اجازت پاتے ہی یہ آٹھوں آدمی زنجیریں کھڑکھڑاتے ہوئے مایوسی کے ساتھ اُٹھ اُٹھ کے بیٹھے۔ اور اب روشنی میں اُن کے چہرے دیکھ کے ہم نے پہچانا کہ حرام پور کے نواب صاحب اور ان کے رفقا ہیں جو لکھنؤ کے محلہ یحییٰ گنج میں گرفتار کیے گئے تھے۔ مگر اتنی ہی دیر میں ان کی صورتیں کس قدر بدل گئی ہیں! آہ ظالم جب مظلوم ہوتا ہے تو بہت ہی بُرا مظلوم ہوتا ہے۔ سب کے چہروں پر مردنی چھائی ہے۔ سب حسرت و یاس کی نمایاں تصویریں ہیں۔ جو دُنیا ہی میں گناہ کی پاداش کا قائل ہو وہ اس وقت اس ناعاقبت اندیش

ظالمانہ اثر سے اور خود فراموش نواب کو تاسف کے دیکھئے۔ غرور کی جگہ عاجزی ہو۔ نخوت کے مقام پر ذلت ہو۔ دولت نکبت سے بدل گئی ہو۔ خود سری غلامی بن گئی ہو۔ سخت گیر حاکم تھا اب ایک غلام سے بدتر محکوم ہو۔ وہ دعوے۔ وہ ولولے۔ وہ ظالمانہ احکام۔ وہ خونریزی اور بے آبرو کرنے کے جذبات کیا ہوئے؟ وہ شان شوکت وہ دولت وحشمت۔ وہ ہوس پرستی۔ وہ شہوت رانی۔ وہ بے رحمی وہ حیاسوزی وہ خود پرستی و نا عاقبت اندیشی کہاں گئی؟ کسی چیز کا پتہ نہیں تقدیر نے ساری نعمتیں اور آزادیاں اس سے چھین لیں۔ اور اُن لوگوں کے ہاتھ میں اسیر ہو جو اس سے ہر ہر ظلم وستم کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ نواب! ذلیل وحیا نواب! ناپاک و بے شرم نواب! شریفوں کو ذلیل اور آبرو والوں کو بے عزت کرنے والے نواب! تجھے اس دن کی خبر نہ تھی؟ خبر کیوں نہ ہوتی! لیکن ہاں دولت نے تجھے اندھا اور مصاحبوں اور اہل دربار کی خوشامد نے تجھے بے پروا کر دیا تھا جس کا انتقام آج لیا جا رہا ہو۔ مگر عیش کا نشہ جب حد سے گزر جائے تو ایسے ہی خمار کے ساتھ اترتا ہو۔ خیر جا۔ چاہے ساری دنیا تجھے ذلیل کرے ہم اتنا ذلیل کرنا نہیں چاہتے۔ جا اپنی قسمت کا فیصلہ سُن۔ اور جس سزا کا مستوجب ہو اُسے بھگت۔

اب یہ سب اُٹھ کے بیٹھ تو گئے۔ مگر ایک دوسرے کی صورت دیکھتے ہیں اور نظریں نیچی کر لیتے ہیں۔ اتنی جرات نہیں کہ کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نکل سکے اتنے میں پانی آیا۔ اور اُس پہلے شخص نے جو سارے قافلے کا افسر معلوم ہوتا ہو اپنے ایک رفیق سے کہا "اب ذرا لے جا کے اِن کے ہاتھ منھ دھلا لاؤ"

رفیق "اجازت ہو تو دم بھر کو اِن کی ہتھکڑیاں بھی کھول دی جائیں"

پہلا "ہرگز نہیں۔ اگر یہ اپنے ہاتھ سے ہاتھ منھ نہ دھو سکتے ہوں تو اور لوگ دھلوا دیں"

اس حکم کے مطابق نواب اور رفقا جو زنجیروں کی جھنکار سناتے ہوئے یہاں سے لیجائے گئے تھے ہاتھ منھ دھلوا کے پھر یہاں لا بٹھائے گئے۔ اور جوالائی کا ساگ جس میں نمک ہوتا ہو اور سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے سامنے لا کے رکھ دیے گئے۔ کہ کھاؤ۔ اور سب نہایت ہی صبر و قناعت کے ساتھ کھانے لگے۔ نواب! تو تو بہت اچھا

کھانا کھاتا تھا؟ تیرے دسترخوان کے الوان نعمت اور تیری میز کے اعلیٰ ڈنر (انگریزی غذائین) دُور دُور مشہور تھے۔ تجھے غیرت نہین آتی کہ اس وقت تو کس غذا کو کس مزے سے کھا رہا ہے؟ یہ ذلیل ترین غذا جسے ادنیٰ سے ادنیٰ دہقان اور محتاج سے محتاج گداگر بھی نہ کھائے گا تو کس مزے سے کھا رہا ہے؟ سب نے اِن غذاؤن کو پیٹ بھر کے کھایا۔ اور اب وہ لوگ جو انھین گرفتار کرکے لائے ہین اپنا کھانا کھانے مین مصروف ہوئے۔ اس کے بعد پھر سب اپنے اسیرون کے گرد حلقہ باندھ کے بیٹھ گئے۔ اور حقے کے دمون کے ساتھ اِدھر اُدھر کی باتین ہونے لگین۔ جن کا زیادہ حصہ انھین اسیرون کی تذلیل و تحقیر سے متعلق تھا۔ باقی رات باری باری پہرے دے کے اُن لوگون نے اسی جنگل مین کاٹی۔ اور صبح ہونے کو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ باقی تھا کہ اپنے مجرمون کو پہلے کی طرح پھر منھون مین کپڑا ٹھونس ٹھونس کے صندوقون مین بند کیا۔ صندوقون کو اونٹون پر لادا اور چل کھڑے ہوئے۔

منھ اندھیرے ہی یہ لوگ ایک بستی مین داخل ہوئے۔ جہان ایک بڑے بھاری باغ مین جس مین ایک عالی شان وسیع عمارت تھی یہ لوگ بڑے اطمینان کے ساتھ داخل ہو گئے۔ گویا یہی مقام اُن کا منزل مقصود ہے۔ صندوقون کو بڑی حفاظت سے ایک کمرے مین رکھوا دیا۔ اور اِدھر اُدھر چلے گئے۔ اب حاکم فلک (آفتاب) نے اپنے پُر جلال چہرے پر سے افق مشرق کی نقاب اُٹھائی۔ سیاہکاران عالم کو آتش بار نگاہون سے دیکھا۔ اور کمال غیظ و غضب سے آتش باری کرتا ہوا بلندی کی طرف چلا۔ اُس کی تیزی ساعت بہ ساعت بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اور اُس کی روشنی مین چالاک مجرمون کے پوشیدہ گناہ نمایان اور عیان ہوتے جاتے ہین۔ اگرچہ ساری بستی مین ہر طرف سناٹا پڑا ہے۔ اور ایسی خاموشی ہے کہ معلوم ہوتا ہے یہ کوئی بہت ہی ذلیل قسم کا کودہ ہے۔ لیکن اس مکان کے اندر کا جوش و خروش بڑے بڑے شہرون کے شور و غل کو مات کر رہا ہے جس سے تاڑا جاتا ہے کہ یہان کے رہنے والے آدم زاد نہین بلکہ اجنہ ہین۔

دوپہر کے وقت پانچ لمبی سفید ڈاڑھیون والے فرشتہ صورت اور نورانی پیکر بزرگ آکے اِن صندوقون کے پاس کھڑے ہوئے۔ ان بزرگون کا سفید لباس پنی پاکیزگی اور پُرانی وضع و قطع کی وجہ سے دیکھنے والون پر ایک خاص قسم کا رعب ڈالتا

تھا۔ اُن کے علما کی قطع کے بڑے بڑے سفید عمامے ہر دل کو اُن کے تقدس کا یقین دلاتے تھے۔ اُن کے ہمراہ میس قد آور آدمی تھے جن کی لمبی سیاہ ڈاڑھیاں ناف تک تھیں۔ اُن کے چہرے گورے اور خوبصورت تھے۔ اُن کا لباس قدیم الایام کے متبرک مجاہدین کا سا تھا۔ عماموں میں ایک بانکپن تھا۔ عباؤں کے دامن میں سے لگے ہوئے تھے۔ کمروں میں تلواریں بندھی تھیں۔ پیٹھوں پر ڈھالیں تھیں۔ اور ہاتھوں میں نیزے تھے۔ مذکورۂ سابق پانچ بزرگوں اور ان بیس مسلح مجاہدوں میں جو فرق زیادہ نمایاں تھا یہ تھا کہ اُن عالمانہ مذاق کے بزرگوں کے چہروں اور اُن کے چشم و ابرو سے نرمی متانت اور رحم کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ بخلاف اُن کے وہ مسلح مجاہدین جو اُن کے ہمراہ تھے غیظ و غضب اور برہمی و آشفتہ مزاجی کی مجسم تصویریں تھے۔ اُن کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اُن کی بھویں کمانوں کی طرح کھنچی ہوئی تھیں۔ اُن کے گورے رخساروں سے غصے کا خون اپنی جھلک دکھا رہا تھا۔ تیوریاں چڑھی تھیں۔ اور پیشانیوں پر بل تھے۔

اس کمرے میں آتے ہی بیسوں مجاہد آبدار تلواریں کھینچ کے باہر کھڑے ہو گئے اور اُن پانچوں بزرگوں میں سے ایک نے اپنے جبہ کی جیب سے کنجیوں کا گچھا نکال کے اِن صندوق کے قفل کھولے۔ اور نواب صاحب اور اُن کے مصاحبوں کو باہر نکال کے زمین پر لٹا دیا۔ منھوں سے کپڑے نکالے۔ اور اُن کی نبضیں دیکھیں۔ دوسرے بزرگ نے ایک چھوٹا سا گلاب پاش بغل سے نکال کے اُن منھوں پر کیوڑا چھڑکا۔ اور باقی تینوں بزرگ اپنے متبرک ہاتھوں سے اُن سب کے پنکھا جھلنے لگے۔ یہاں تک کہ سب قیدی ہوش میں آئے۔ اور آنکھیں کھول کے اِن نورانی پیکروں کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ آخر کچھ دیر تک دیکھتے رہنے کے بعد مولانا ہدایت نے اپنے دوست شاہ منظور سے کہا "معلوم ہوتا ہے ہم نے دنیا سے کے دوسرے عالم میں آنکھ کھولی ہے۔ اور یہ رحمت کے فرشتے ہمیں لینے کو آئے ہیں" یہاں؟ شاہ منظور "مجھے بھی ایسا ہی شک ہوتا ہے۔ مگر ہماری ایسی قسمت کہاں کہ خدا ہمارے پاس رحمت کے فرشتوں کو بھیجے؟"

اتنے میں نواب حرام پور کی نظر مجاہدوں کے گروہ پر پڑی تیوریوں پر پڑ گئی۔

اور اپنی جگہ سے اُچھل کے غل مچایا " ارے مجھے اِن آنکھون سے بچاؤ جب تک
اس مکان مین یہ مجھے کھائے جاتی تھین یہان بھی کھائے جاتی ہین ! ہائے
کیا اس دوسرے عالم مین بھی ان نگاہون سے پناہ نہ ملے گی ؟" نواب کے
اس پُرحسرت فقرے پر اُن نورانی بزرگ نے جنھون نے سب کو قفل کھول کے
صندوقون سے نکالا تھا مسکرا کے کہا " یہ آنکھین اور نظرین نہین بلکہ خود تمھارے
گناہون کا بار ہے۔ جب تک گناہ کا بار تمھارے دل پر سے نہ ہٹے گا یہ تیز اور
سینہ شگاف آنکھین تمھارے سامنے سے نہ ہٹین گی ؟ "

نواب :- آپ کون بزرگ ہین ؟ "

بزرگ :- فرض کرو کہ مین اپنا نام بتا بھی دون تو اس سے تم کو کیا مل جائے گا ؟ "

نواب :- اچھا نام نہین تو یہی بتائیے کہ آپ انسان ہین یا فرشتے ؟ "

بزرگ :- پھر وہی فضول سوال ! اگر تمھین اس کے معلوم کرنے کا شوق ہی ہے
تو بتائے دیتا ہون کہ مین نہ انسان ہون نہ فرشتہ "

نواب (اضطراب کے ساتھ) " تو پھر آپ کون ہین ؟ "

بزرگ :- مین جن ہون۔ اور اُن جنون مین سے جو حضرت رسول خدا صلعم پر ایمان
لا چکے ہین۔ اور جن کو خوش نصیبی سے پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا
فخر حاصل ہوا ہے۔ وقتاً فوقتاً مین اکثر آدمیون سے ملا ہون جن مین سے ایک دہلی کے
شاہ ولی اللہ بھی تھے۔ جنھین مجھ سے مصافحہ کرنے کی بدولت تابعی ہونے کا فخر حاصل ہوگیا "

نواب :- اوہ ! آپ کی اتنی عمر ہے ؟ "

بزرگ :- ہم اجنہ کی عمرین ایسی ہی ہوتی ہین " اب شاہ منظور اور مولانا ہدایت
اور اُن کے ساتھ بوڑھے فارن سکرٹری صاحب اُٹھ اُٹھ کے اُن بزرگ کی
طرف لپکے کہ آیئے آپ سے مصافحہ تو کرلین کہ ہمین بھی ایک محترم صحابی کی ملاقات
سے تابعی ہونے کا فخر نصیب ہو جائے " ان کو اپنی طرف لپکتے دیکھ کے وہ بزرگ
پیچھے ہٹ گئے اور کہا ابھی تم اس قابل نہین ہو۔ پہلے اُن جرمون سے برات
حاصل کرو جن مین ماخوذ ہو کے آئے ہو پھر ایسی ہوس کرنا "

نواب :- آپ ہی فرمایئے کہ ان الزامون سے ہمین کیونکر برات حاصل ہوگی ؟ "

بزرگ ’’یہ تو ہین نہین جانتا کہ براءت حاصل ہوگی یا نہین۔ لیکن اتنا بتائے دیتا ہون کہ آج ہی تمھارے مقدمے کی کارروائی شروع ہو جائے گی۔ اس مقدمے مین اگر تم بری ہو گئے تو مسرت سرمدی نصیب ہوگی۔ اور اگر مجرم ثابت ہوئے تو ابدی لعنت اور پھٹکار مین مبتلا ہو جاؤ گے۔ اور قیامت تک۔ نہین بلکہ اُس کے بعد بھی ابد الآباد تک تم پر خدا کی لعنت برستی رہے گی‘‘

یہ سُن کے نواب جوان رحم کے فرشتون سے بہت کچھ مانوس ہو گئے تھے اُٹھ بیٹھے اور کہا ’’یہ تو فرمایئے کہ ہمارا مقدمہ کس کے اجلاس مین پیش ہوگا؟‘‘

بزرگ ’’ایک بڑے عالم و فاضل اور قانون دان بوڑھے جن صحابی کے اجلاس مین جن کے فیصلون پر آج تک کوئی نکتہ چینی نہین کر سکا‘‘

شاہ رخ خان (پرائوٹ سکرٹری جو اب ذرا ہوش و حواس درست کر چکے تھے) ’’مگر انسانون کے مقدمے سے جنون کو کیا علاقہ؟ اور ہمارے معاملے مین اُنھین فیصلہ کرنے کا حق ہی کیا حاصل ہے؟‘‘

بزرگ ’’اس کی وجہ تم کو اجلاس پر چل کے معلوم ہو جائے گی۔ اور اسی لیے تم صندوقون سے نکال کے ہوشیار رکھے گئے ہو۔ اب کچھ کھا پی لو۔ اور تھوڑی دیر ٹہل ٹہلا کے اور باہر کی ہوا کھا کے اپنے ہوش و حواس درست کر لو‘‘

بزرگ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ مجاہدین نے پیچھے ہٹ کے ایک وسیع میدان چھوڑ دیا۔ اور یہ سب صاحب کمرے کے باہر چلے گئے۔ اب پانچون بزرگ جو بظاہر اپنا فرض ادا کر چکے تھے کمرے سے نکل کے چلے گئے۔ مگر وہ بیس مجاہدین اُسی طرح تھوڑے تھوڑے فاصلے پر صف باندھے خاموش کھڑے رہے۔ گویا اسیرون کو ایک محدود دائرے تک آزادی دے کے پہرے پر کھڑے تھے کہ کسی طرف بھاگ کے نہ جانے پائین

بزرگون کو گئے کوئی پانچ منٹ ہوئے ہون گے کہ دس پندرہ آدمی لوٹون اور صراحیون مین پانی اور خوانون مین کھانا لے کے آئے۔ نواب اور اُن کے رفقا کو حوائج ضروری سے فارغ ہونے کا موقع دیا۔ ہاتھ منھ دُھلوائے۔ دسترخوان بچھا کے کھانا کھلایا۔ اور پھر ہاتھ دُھلوا کے کہا ’’اب تم سب کو اتنی آزادی ہے کہ

اس کمرے مین اور باہر صحن مین اتنی ہی دُور تک جہان مجاہدین صف باندھے کھڑے ہین چلو پھرو ہنسو بولو۔ اور آپس مین باتین کرو۔ مگر خبردار بھاگنے کا قصد نہ کرنا۔ ورنہ بہت ہی ذلت کے ساتھ پا بزنجیر کر دیے جاؤ گے۔ غروب آفتاب کے بعد تمھارا مقدمہ پیش ہوگا"

شاہ رخ خان نے "رات کو پیش ہوگا؟ ایسی کوئی کچہری کبھی نہین سُنی تھی جس مین رات کو مقدمات فیصل ہوا کرتے ہون؟"

نواب نے "چپ بھی رہو۔ اور جو وہ میرے دربار کا نام لے دین تو کیا جواب دو گے ان باتون کے یاد آنے سے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ ایسی باتین چھیڑ چھیڑ کے معلوم ہوتا ہے تم مجھے ذلیل کراؤ گے؟" نواب کے ڈانٹنے سے شاہ رخ خان خاموش ہو رہے تھے مگر ایک خادم جو کھلا پلا کے واپس جا رہا تھا کہنے لگا "یہ جنون کی عدالت ہے۔ اور جنون کا سارا کاروبار رات ہی کو ہوا کرتا ہے جب کہ انسان غافل پڑے سوتے ہوتے ہین"

یہ کہہ کے وہ بھی چلا گیا اور یہ آٹھون مجرم بتائے ہوئے محدود دائرے مین آہستہ آہستہ گشت لگانے لگے۔ مگر خاموش تھے اور متفکر۔ کوئی کسی سے بات نہ کرتا تھا۔ اور سب کے دل مین یہ اندیشہ تھا کہ دیکھیے رات کو ہماری نسبت کیا فیصلہ ہوتا ہے آخر فکر و سکوت مین ٹہلتے ٹہلتے نواب صاحب ان سب کو اشارے سے بلا کے کمرے کے اندر لے گئے اور کہا "بالکل کچھ مین نہین آتا کہ مین کہان ہون؟ کیون لایا گیا ہون؟ یہ عدالت کیسی؟ اور جنون کو میرے معاملات مین کیا دخل؟ مگر افسوس کوئی چیز اپنے بس مین نہین ہے۔ لیکن اس اجلاس پر جانے سے پہلے مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم لوگون سے میری نسبت سوالات کیے گئے تو کیا کہو گے؟ کیا تم سب مجھے مجرم اور ملزم بنا دو گے؟"

سب رفقا نے "نہین۔ ایسی کورنمکی ہم سے نہین ہو سکتی۔ ہم سے جہان تک بنے گا حضور پر الزام نہ آنے دین گے"

نواب نے "اگر تم اس ارادے مین مضبوط ہو تو پھر مجھے کسی بات کا اندیشہ نہین۔ آخر یہ لوگ میرے خلاف شہادتین کہان سے لائین گے؟"

فارن سکرٹری نے "خدا کرے ایسا ہی ہو۔ مگر مجھے تو خداوند بڑا ڈر لگتا ہے"

اور یہ بڑا نازک معاملہ نظر آتا ہے۔"

نواب " ڈرو نہین۔ ہم سب ساتھ ہین۔ اور رنج وتکلیف مین ایک دوسرے کے شریک حال رہین گے۔"

اسی قسم کی چند باتون مین شام ہوگئی۔ اور اُن مجاہدون نے جو اس وقت تک اُسی طرح خاموش کھڑے تھے پاس آکے حکم دیا کہ "چلو۔ عدالت کھل گئی۔ اور وہ وقت آگیا جب تم اپنی قسمت کا فیصلہ سنوگے۔ اور اپنے کردار کی سزا پاؤگے۔" نواب اور سب رفقا گھبرا کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بیسیون مجاہدین نے اُنھین اپنے حلقے مین کرلیا۔ اور سامنے کی ایک بڑی عالی شان عمارت مین لے گئے جس مین خوب تیز روشنی ہورہی تھی۔

اس عمارت کے اندر ایک بڑا بھاری ہال تھا جس مین سامنے شہ نشین کے اوپر اُن پانچ بزرگون مین سے تین تکیہ لگائے وقار وتمکنت کے ساتھ دوزانو بیٹھے تھے۔ اُن کے دونون ہمراہی بزرگ ادھر اُدھر شہ نشین کے نیچے کھڑے تھے۔ گویا وہ فریقین کے وکیل تھے۔ جن کا کام یہ تھا کہ اپنے اپنے فریق کے گواہون کو تہذیب وشائستگی کے ساتھ عدالت کے سامنے پیش کرین۔ اتنے مین داہنی جانب مدعی کے وکیل کے قریب ایک نہایت ہی حسین وخوبرو شخص جو نوخیز ونوجوان تھا اور شاہانہ لباس کے ساتھ سر پر ایک مرصع تاج بھی پہنے تھا آکے کھڑا ہوگیا۔ اور ساتھ ہی اُن مجاہدین نے جو عدالت کے سپاہیون کی خدمت بجالاتے تھے نواب اور اُن کے ساتون رفقا کو لے جا کے مجرمون کے کٹہرے مین کھڑا کردیا۔

اب اُن تینون بزرگون نے فریقین پر بڑے غور وتوجہ سے ایک تفصیلی نگاہ ڈالی اور ان بزرگ نے جو مدعی کی جانب سے وکالت کو کھڑے ہوئے تھے عدالت سے اجازت لے کے کہنا شروع کیا کہ: "حضور عالی۔ اس مقدمے مین بہت سے مجرم ہین جن مین سے ابھی آٹھ عدالت کے سامنے حاضر کئے گئے ہین اور باقی حسب ضرورت وترتیب مناسب اوقات مین پیش ہوتے جائین گے۔ بنائے مقدمہ یہ ہے کہ یہ شخص جو حرام پور کا نواب اور حاکم ہے (نواب کی طرف اشارہ کرکے) اس نے اور اس کے ملازمون اور کارندون نے شہر حلال نگر مین سازش کرکے سلسلہ جاری کردیا کہ بنی آدم کی جو لڑکی بیاہی

جاتی برات ہی کے دن راستے مین سے غائب ہو کے اسکے محل مین پہونچ جاتی جسکی وجہ سے ہر گھر مین کہرام مچ گیا۔ مگر ہمین اُس وقت تک انسانون کے اس جرم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اس شریر نواب نے اپنا نام بچانے کے لیے اس بات کو شہرت دی کہ ہمارے سلطان اجنّہ کے ولی عہد شاہزادہ عباس اُن سب لڑکیون کو اُٹھالے جاتے ہین۔ یہ امر یہان تک مشہور ہوا کہ حلال نگرا ور حرام پور مین ہر شخص کی زبان پر ہی۔ اور ہر گھر مین ہمارے ولی عہد بہادر کو گالیان دی جا رہی ہین۔ یہ خبر شاہزادے صاحب کو سخت ناگوار ہوئی خصوصًا اس لیے کہ حضرت سلیمانؑ کے عہد سے بنی جان عہد و پیمان کر چکے ہین کہ انسانون کی آزادیون مین فرق نہ ڈالین گے۔ اور اُنھین ہرگز نہ چھیڑین گے۔ پھر حضرت پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کے سامنے اُس عہد کی تجدید ہوئی جس پر ہمارے تمام بنی نوع آج تک قائم ہین۔ مگر نواب نے یہ اتہام لگا کے ہمارے شہزادے کو ایک ایسی سخت بدعہدی کا ملزم مشہور کر دیا جسے وہ نہین برداشت کر سکے۔ اور چونکہ یہ بنی جان کا مقدمہ ہی جس مین ایک محترم و معزز جن ایک انسان پر دعوی کرتا ہی اس لیے عدالت ہذا سے درخواست چارہ جوئی کر کے امید کی جاتی ہی کہ مجرمون کو مناسب سزا دی جائے گی!!

تینون قاضیون مین سے دو اس بیان کو قلمبند کرتے جاتے تھے۔ اور تیسرا جو دونون ساتھیون کے درمیان بیٹھا تھا سب مین سنیر تھا اور صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہونے کی عزت رکھتا تھا۔ وہ دعوی کی اس اسپیچ کو غیر معمولی متانت کے ساتھ بہت ہی غور اور توجہ سے سنتا رہا۔ فیصلہ کرنا اُسی کا کام تھا اور اُسکے دونون رفقا کے فرائض یہ تھے کہ ساری کارروائی کو قلمبند کرین۔ اور آخر مین رائے قائم کرتے وقت اپنی رائے اور اپنے مشورے سے اُسے مدد دین۔ جب دعوی کی اسپیچ ختم ہوئی تو اُس اعلی جج نے سب کی طرف متوجہ ہو کے کہا "یہ ایک خالص اسلامی عدالت ہی۔ اس مین شریعت کے سچے سچے اصول پر عمل ہوتا ہی۔ اور اس عدالت کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہی کہ جو کوئی یہان ذرا بھی دروغ بیانی کرتا ہی فورًا ٹوک دیا جاتا ہی جس سے ایسا مرعوب ہوتا ہی کہ غش کھا کے گر پڑتا ہی۔ بعض لوگ جو صریح جھوٹ بولے اسی جگہ اجلاس پر گرے اور تڑپ کے مر گئے۔ اسلیے ہمین

اسکا ذرا بھی اندیشہ نہین کہ ہمارے سامنے آکے کوئی جھوٹ بولے گا یا اگر جھوٹ بولا تو اپنے جھوٹ مین سر سبز ہو سکے گا۔ اور چونکہ جھوٹ کا اندیشہ نہین ہے اس لیئے ہم نہ کسی سے حلف لیتے ہین۔ نہ قرآن اُٹھواتے ہین۔ اور نہ وکلا کو جرح مین تضیع اوقات کا موقع دیتے ہین۔ یہ وکلا صرف اس لیے ہین کہ کارروائی تہذیب سے ہو۔ اور اپنے فریق کے متعلق باتون کی بشرط ضرورت توضیح کر دیا کرین"! یہ کہنے کے بعد قابل و متبرک جج نے پوچھا "ان لوگون کی گرفتاری کہان اور کیونکر عمل مین آئی؟"

وکیل مدعی "یہ سب لکھنؤ مین گرفتار کیئے گئے جس افسر کے ذریعے سے حلال نگر اور حرام پور مین مجرمون کی گرفتاریان عمل مین آرہی تھین اُس کے حلقۂ اقتدارات سے جب یہ ملزم بھاگ گئے تو ہم نے اپنے لکھنؤ کے مجسٹریٹ کو جو وہان کی مشہور جُنون کی مسجد مین رہتا ہے لکھا۔ اُس نے اپنے ایک ہوشیار اور سیانے جن کو جو وہان کے محلہ یحییٰ گنج کے پاس نادان محل کی خاموشی مین رہا کرتا ہے حکم دیا کہ فوراً ان لوگون کو ماخوذ کرے روانہ کرے وہ اس بدکار روزا لی نواب کو مع اُسکے بدمعاش رفقا کے اسی کے مذاق کا لالچ دلا کے اپنے محلے مین لایا اور اسیر کر لیا"

جج۔ (آٹھون ملزمون سے) "یہ الزامات تم قبول کرتے ہو یا انکار ہے؟"

نواب حرام پور کو کبھی ایسا اتفاق کاہے کو پیش آیا تھا کہ کسی اپنے سے بالا حاکم کے سامنے مجرمون کی طرح کھڑے کیے جاتے؟ آپ تو اپنی مسند پہ بیٹھ کے حکومت کرنا خوب جانتے تھے جس طرح کتا اپنے محلے مین شیر ہوتا ہے اُسی طرح آپ بنے قالین کے شیر تھے۔ تن بدن مین لرزہ پڑ گیا۔ اور حواس جاتے رہے۔ کہنا کچھ چاہتے تھے اور مُنھ سے کچھ نکلتا تھا۔ اور آخر اپنی بے دست و پائی دیکھ کے زار و قطار رونے لگے اُنھین اس حال مین دیکھ کے شاہ رُخ خان نے ہاتھ جوڑ کے کہا "ہمین ان جرمون سے قطعاً انکار ہے"! یہ الفاظ زبان سے نکلے ہی تھے کہ مجاہد جو پیچھے کھڑے تھے اُن مین سے ایک نے زور سے تھپیڑ مارا کہ گر کے بیہوش ہو گئے سب رفقا کے اعضا مین لرزہ پڑ گیا۔ اور نواب نے گھبرا کے کہا "مجھے سب باتون کا اقبال ہے"

جج اعلیٰ۔ "خیر تو اب دعوے کی کارروائی شروع ہو۔ (دعوے کے وکیل سے) تم اپنی شہادتون کو پیش کرو"!

وکیل سرکار "چونکہ اس مقدمے کے سلسلے مین صدہا آدمیون کو آزار پہونچا ہے اس نواب کے ہاتھ سے جو اس وقت عورتون کی طرح رو رہا ہے مختلف قسم کے سنگین جرائم سرزد ہوئے ہین اور اس کے مظالم سے بے انتہا مخلوق فریاد کر رہی ہے اس لیے ضرورت ہے کہ عدالت اُن تمام جرمون کی تحقیقات بھی کر لے جو اس سے سرزد ہوئے ہین عام ازین کہ اُن سے بنی جان کی دل آزاری ہوئی یا بنی آدم کی"

وکیل مدعا علیہم "ایسی عام تحقیقات کی یہ عدالت مجاز نہین ہے"

وکیل مدعی "لیکن بغیر ایسی تحقیقات کے یہ امر پوری طرح نہ ثابت ہو سکے گا کہ ہمارے ولی عہد شاہزادہ عباس کو جو تہمت لگائی گئی وہ کس قدر سخت اور کس وسیع دائرے تک اُن کو بدنام کرنے والی اور انسانون کے دلون مین اجنبہ کی نسبت کیسے قابل نفرت خیالات پیدا کرنے والی ہے"

وکیل مدعا علیہم "اگر ایسی عام تحقیقات کی بھی گئی تو اُس کا نتیجہ کیا ہے؟ جب یہ عدالت انسانون کو اُن جرائم پر جو اُن کے بنی نوع کے مقابلے مین ہون سزا دینا ہی نہین پسند کرتی تو پھر ایسی فضول کارروائی مین وقت ضائع کرنا بیکار رہے"

جج اعلی "مین اسوقت عام طور پر اور حسب وسیع پیمانے پر جا ہا جائے تحقیقات کرنا چاہتا ہون سزا دینے یا نہ دینے یا نوعیت سزا پر بعد کو غور کیا جائے گا"

عدالت کے اس فیصلے کے بعد وکیل دعوے نے پیچھے پھر کے مجاہدین کو اشارہ کیا۔ اور ساتھ ہی نواب اور اُن کے رفقا نے حیرت سے دیکھا کہ حلال نگر کی مشہور رنڈی ملکہ آ کے گواہون کے کٹہرے مین کھڑی ہو گئی۔ اعلی جج نے پہلے اُسکا نام پوچھا۔ اور پھر کہا "تم کو خبر ہے کہ اس عدالت مین جو جھوٹ بولتا ہے اُس کا کیا حال ہوتا ہے؟"

ملکہ "جی ہان مجھے بتا دیا گیا ہے کہ جھوٹ بولون گی تو ابھی اسی جگہ غش کھا کے گر پڑونگی"

جج "تو نواب حرام پور کے جو کچھ حالات تم جانتی ہو یا اُن کے جو کام تم سے متعلق رہے ہون صاف صاف بیان کرو"

ملکہ "حضور مین اُن کی نوکر تھی۔ اور میرے ذمے یہ خدمت تھی کہ حلال نگر مین

دلھنوں کے غائب کرنے اور بھگانے کا جو کام نواب صاحب کے حکم سے جاری کیا گیا تھا اُس کا انتظام کروں۔ اس خدمت پر یہاں وزیرن نام ایک عورت مقرر تھی اور اُس کے ساتھ دس سپاہی تھے۔ چار ہرکارے خود میرے پاس متعین تھے۔ اُن کے علاوہ حلال نگر کے تمام پولیس والوں کو افسر ہوں یا سپاہی اتنی ہی تنخواہ دیجاتی تھی جتنی وہ سرکار انگریزی سے پاتے تھے۔ وزیرن کو پچاس روپئے مہینہ اُس کے دسوں ساتھیوں میں سے ہر ایک کو دس روپیہ اور میرے ہرکاروں کو آٹھ آٹھ روپیہ مہینہ تنخواہ ملتی تھی۔ اور سو روپیہ مہینہ میں لیتی تھی۔ میری شہزادی کو بھی تیس روپیہ مہینے وظیفہ ملتا تھا اس لیے کہ اُس نے دنیا کو فریب دے کے یہ مشہور کر دیا تھا کہ یہ کام جنوں کا ہے۔ یہ سب تنخواہیں میرے ہی ہاتھ سے تقسیم ہوتی ہیں اس کے علاوہ ایک ہزار روپیہ متفرق خرچ کے لیے ہر وقت میرے پاس موجود رہا کرتے تھے"

جج "یہ رقم تمھارے پاس کیونکر اور کس کے ذریعے سے آتی تھی؟"

ملکہ "میں ہر انگریزی مہینہ کی پہلی کو برآورد تیار کرکے بھیجتی تھی اور یانچویں تک روپیہ خزانے سے میرے پاس آجایا کرتا تھا"

جج "تمھارا تقرر کس کے ذریعے سے ہوا؟ کیا یہ نواب خود تمھارے پاس آیا تھا؟"

ملکہ "جی نہیں میری کیا حیثیت تھی کہ نواب صاحب میرے یہاں آتے؟ مولوی سعد اللہ جو نواب صاحب کے مزاج میں بڑا رسوخ رکھتے ہیں اُن کے ذریعے سے میں مقرر ہوئی"

جج "جب کوئی لڑکی بھگانا ہوتی تھی اُس وقت کیا کارروائی کی جاتی تھی؟"

ملکہ "وزیرن اس بات کا پتہ لگاتی رہتی تھی کہ کس کی لڑکی کی شادی ہونے والی ہے جب اُسے کسی شادی کا پتہ لگتا مجھے آکے خبر کر دیتی میں شادی کی تاریخ سے دو ایک روز پہلے اپنے ہرکاروں کو بھیج کے مولوی سعد اللہ کو خبر کرتی۔ وہ نئے پچاس سپاہی یہاں بھیج دیتے۔ وہ لوگ برات کے راستہ میں کسی نہ کسی جگہ ہنگامہ اور فوجداری کر دیتے۔ اور اس ہنگامہ میں موقع پاکے حرام پور کے اُن پچاس سپاہیوں کا افسر دلھن کو اور اُن دوسری عورتوں کو جو اُس کی فنس میں ہوتیں فنس سے نکال کے اپنے کسی معتبر آدمی کے حوالے کرتا جو اُنھیں کسی تاریک گلی میں

اُٹھالے جاتا۔ پھر دُلھن وغیرہ کے عوض مین پتھر کی سلین فنس مین رکھادی جاتین
یا بازار سے کوئی اندھی بڑھیا پکڑ کے اُس مین بند کردی جاتی۔ اس کے بعد وہ لوگ
جہیز کے صندوق یا پٹارے مین جو ضرور لوٹ لیے جاتے تھے دُلھن اور اُس کی
ساتھ والیون کے مُنھ مین کپڑا ٹھونس کے اور کبھی بیہوشی کی دوا سونگھا کے
جو حرام پور کے ڈاکٹر خانون مین سے مہیا کردی جاتی بند کردیتے۔ پھر اُنھین اپنا
ایک قفل چڑھا دیتے۔ اور صندوق اور کنجی دونون چیزین وزیرن کے سپاہیون
کے حوالے کردی جاتین۔ وہ اُنھین شہر کے باہر پُرانے کھنڈرون مین لے جاتے جہان
وزیرن پہلے سے موجود رہتی وزیرن نے وہان ایک کوٹھری اپنے قبضے مین کر رکھی
تھی اُس مین ضرورت کی تمام چیزین موجود رکھتی۔ دُلھن کی سب ساتھ والیون
کو وہ فوراً ہی قتل کرکے زمین مین گاڑ دیتی۔ دُلھن کے کپڑے اور اُس کا زیور اُتار کے
خود لے لیتی پھر اُسے ایک سادی ساری بندھوا کے کسی صندوق یا پٹارے مین بند اور
مقفل کردیتی اور جو لوگ لاتے تھے اُن کو حکم دیتی کہ اپنی سرحد تک اس صندوق کو
پہونچا دین انگریزی سرحد تک یہ لوگ لیجاتے۔ حرام پور کی سرحد پر وہ سپاہی
جو ہنگامہ کرنے کو آتے تھے ٹھہر کے انتظام کرتے۔ اور جیسے ہی یہ لوگ پہونچتے وہ
صندوق کو اُن سے لے کے حرام پور لے جاتے۔ اور وہان اُسے مولوی سعد اللہ کے
حوالے کردیتے۔ مولوی صاحب اُس دُلھن کو بنا چُنا کے اور پُرتکلف لباس و زیور
سے آراستہ کرکے نواب صاحب کی خلوت مین پیش کرتے ؟؟

جج "جتنی لڑکیان غائب ہوئین سب یونہین لیجائی گئین ؟"

ملکہ "دو تین دفعہ یہ بھی ہوا کہ خود مولوی سعد اللہ کسی دُلھن کو یہان سے اپنے
ساتھ گاڑی مین بٹھا کے حرام پور لے گئے۔ مولوی محمد نصیر کی بہو یونہین بھیجی گئی تھین"

جج "کیا یہ خبر تمھارے ذریعے سے مشہور ہوئی کہ اُن دُلھنون کو جنون کے شاہزادے
عباس اُٹھالے جاتے ہین ؟"

ملکہ "حضور اس کی مین بے شک قصوروار ہون۔ مگر اصلی تجویز یہ مولوی سعد اللہ
کی تھی۔ بات یہ ہوئی کہ حلال نگر کے ایک رئیس زادے محمد منیر صاحب مولوی
سعد اللہ کے شاگرد ہین۔ اُن کی شادی ہونے والی تھی۔ اور اُن کی دُلھن کی لیاقت

اور اُن کے حسن و جمال کی بڑی شہرت تھی سب لوگون نے چاہا کہ اس شادی مین نہ چھیڑا جائے۔ مگر مولوی سعد اللہ نے نہ مانا اور کہا اس لڑکی کو نہ بھگایا تو کچھ بھی نہ کیا اُنھون نے محمد منیر کو دھوکے مین ڈالنے کے لیے پہلے تو انھین اپنے زبردست عامل ہونے کا یقین دلایا۔ پھر کہا کسی برہمن کی لڑکی پر نو بہار پری آئی تھی اور جب اُس کے آنے کا سبب پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے شوہر شاہزادہ عباس کو شہوت پرستی سے روکنے کے لیے کسی ایسے عامل کی تلاش مین سرگردان ہے جو زبردست سے زبردست جنون کو گرفتار کر لے۔ نو بہار پری کا بیان تھا کہ شاہزادہ عباس آوارہ ہو گیا اور روز کوئی نئی دلھن پکڑے جاتا ہے۔ مین نے شہزادی رنڈی کی کنگھی اُسے دے دی کہ اپنے شوہر شاہزادہ عباس کے تکیے مین سرہانے رکھ دے جس کے اثر سے وہ عنقریب شہزادی کے عشق مین بیتاب ہو کے آئے گا۔ اور جب شہزادی کو ستائے گا تو مین خواہ مخواہ بُلایا جاؤن گا۔ اور جاتے ہی اُسے جلا کے خاک کر دونگا مولوی صاحب کے اس بیان مین منیر کو کچھ شبہ تھا مگر جب مولوی صاحب کے اور میرے سمجھانے اور بتانے سے شہزادی کھیلی اور اُس کے سر پر شاہزادہ عباس کا آنا ظاہر کیا گیا۔ اور منیر کو مولوی صاحب سیر دکھانے کو لائے تو شہزادی نے اس کام کو ایسی خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ منیر کو اور اُس کے ساتھ ساری دُنیا کو یقین آ گیا کہ یہ آفت شاہزادہ عباس ہی کی مچائی ہوئی ہے۔ اور لوگون کا خیال دوسری طرف بٹ گیا!"

جج :- "اتنا اور بتاؤ کہ دُلھنون کا جو زیور اُتارا جاتا تھا وہ سب وزیرن لے لیتی تھی یا اُس مین سے کسی اور کو بھی کچھ ملتا تھا؟"

ملکہ :- "اُس مین سے آدھا میرا حق تھا اور آدھا وزیرن کا۔ اور مولوی سعد اللہ الگ مانگتے تھے۔ مگر وزیرن نے ہمیشہ ہر دُلھن کا سارا زیور غائب کر دیا۔ بہلانے کے لیے مجھے تو دو ایک چیزین دے بھی دین مگر مولوی صاحب کو کبھی کچھ نہ دیا۔ ہان جن دُلھنون کو مولوی صاحب اپنے ساتھ لے گئے اُن کا زیور وزیرن نہین پا سکی اور وہ مولوی سعد اللہ ہی کے پاس رہا۔ اور اُس مین سے مجھے بھی کچھ نہین ملا!"

جج "تو کیا وہ دُلھنین اُن کھنڈرون مین وزیرن کے پاس نہین بھیجی گئی تھین؟"
ملکہ "نہ بھیجی کیون نہین گئین؟ مگر وزیرن کو معلوم تھا کہ انھین خود مولوی صاحب لے جائین گے اس لیے وہ اُن کے بنڈے پر سے ایک تار بھی نہین لے سکی"
جج "اچھا۔ اب دوسرے گواہ کو بُلاؤ"
وکیل مدعی۔ حضور عالی یہ عورت اگرچہ گواہ کی حیثیت سے پیش کی گئی ہے مگر دراصل یہ بھی مجرمون مین شامل ہے۔ اور اپنے جرائم کا اقبال کر چکی ہے"
جج "بے شک۔ یہ بھی ملزمون مین شامل کی جائے" یہ حکم ہوتے ہی ملکہ نواب صاحب کے پاس لا کے کھڑی کر دی گئی۔

اب لوگون نے گواہی کے مقام پر وزیرن کو لا کے کھڑا کیا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی نواب صاحب کا خون خشک ہو گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ وزیرن کا چہرہ گویا ایک آئینہ تھا جس مین انھین اپنے جرائم اور ان مین ملی ہوئی اپنی موت نظر آتی تھی۔ وزیرن نے جج کے سامنے اپنا پورا سچا سچا حال اول سے آخر تک بیان کر دیا۔ جسے سُن کے کل حاضرین مارے غصے کے بیتاب ہوئے جاتے تھے۔ اور ہر طرف سے اُس پر غیظ و غضب کی نگاہین پڑ رہی تھین۔ کہ ایسی ظالم و سنگدل عورت کے قتل مین دیر کیون لگائی جاتی ہے؟ خود وزیرن نے بھی اس بات کو محسوس کیا اور چلا کے کہا "مین گنہگار ضرور ہون۔ مگر جتنے ظلم اور جتنے گناہ میرے ہاتھ سے ہوئے حقیقت پوچھیے تو سب نواب صاحب کے گناہ ہین۔ اُن کے کہنے اُن کے جرأت دلانے۔ اور اُن کی مدد کرنے سے اور انھین کی خواہش پوری کرنے کے لیے مین نے اپنے منھ مین کالک لگائی ہے"

جج "تمھین یاد ہے کہ ہلال نگر کی کتنی دُلھنون کو تم نے ڈکیتی کر کے اس نواب کے پاس بھیجا؟"
وزیرن "کوئی سو سے اوپر ہی اوپر ہونگی۔ اُن مین سے جو نتیس کو تو نواب نے اس بات پر آشفتہ ہو کے کہ وہ اپنی آبرو نہین دینا چاہتین اور اُس کے نقرون مین نہین آتین طرح طرح کے عذابون سے قتل کرا ڈالا؟ چھ سہم کے یا اپنے ہاتھ سے خودکشی کر کے یا بے آبروئی کے صدمے سے بیمار پڑ کے مر گئین۔ اور باقی نواب کے محل مین ہین۔

جج:- اور جو عورتیں دلھنوں کے ساتھ لائی گئیں اور جنھیں تو نے مار ڈالا وہ کتنی ہوں گی؟"

وزیرن:- وہ کوئی دو سو کے قریب ہوں گی۔ کوئی دلھن نہ تھی جس کے ساتھ کوئی نہ کوئی عورت نہ آئی ہو۔ اور اکثر کے ساتھ تو دو دو تین تین عورتیں تھیں؟"

جج:- سب عورتیں اور دلھنیں جو زیور پہنے ہوتی تھیں اسے تو لے لیتی تھی؟"

وزیرن:- جی ہاں سب کا زیور میں اُتار لیا کرتی تھی۔ ایسے ہر معاملے میں دو چار چیزیں تو میں لیجا کے ملکہ کو دے دیتی تھی باقی سب میرا ہوتا تھا۔ اور تین چار دلھنوں کا زیور مولوی سعد اللہ نے لے لیا۔ اس لیے کہ انھیں وہی اپنے ساتھ حرام پور لے گئے تھے۔"

جج:- اور آخر میں تو گرفتار کیونکر ہوئی؟"

وزیرن:- اصل یہ ہے کہ نواب صاحب کی یہ خدمت میں ایک مدت تک بجا لاتی رہی اور کسی کو مجھ پر شبہ نہیں ہوا۔ مگر حلال نگر کے رئیس محمد نصیر کے صاحبزادے محمد منیر مجھسے کچھ کھٹک گئے تھے۔ انھیں دنوں اُن کی شادی حلال نگر کی ایک ایسی حسین اور لائق لڑکی کے ساتھ ہونے والی تھی جس کی تعریف نواب صاحب سُن چکے تھے۔ میرا اور سب لوگوں کا ارادہ تھا کہ اس شادی میں طرح دے جائیں مگر نواب کی خوشامد میں مولوی سعد اللہ نے کہ محمد منیر کے اُستاد تھے نہ مانا اور در پے ہوئے کہ یہ حسین لڑکی ضرور اُڑا لی جائے۔ اور یہی ہوا کہ منیر کی دلھن برات سے اُڑ کے میرے یہاں آئی۔ اور میرے پاس سے اُسے مولوی سعد اللہ حرام پور لے گئے۔ منیر کو اپنی ماہ وش دلھن کے چھن جانے پر بڑا رنج ہوا۔ اور روز بروز وہ مجھ سے زیادہ بدگمان ہوتے گئے۔ اور میرے کاموں کی نگرانی کرنے لگے۔

اب ہم لوگوں کے ڈر کے مارے کوئی شادی ہی نہ ہوتی تھی لیکن صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے سررشتہ دار محمد سعید خاں کی نسبت حلال نگر کے منصف احسن اللہ خاں کی بیٹی کے ساتھ ٹھہری اور مجھے اسکی ٹوہ ہو گئی کہ لڑکی کس دن رخصت ہوگی۔ دولھا نے اپنی پولیس کی حکومت کے زعم میں اور منصف صاحب نے خود اپنی منصفی کے برتے پر خیال کیا کہ انکا کوئی کچھ بگاڑ نہ سکے گا لیکن اس پر بھی رخصتی کی تاریخ اس طرح چھپائی کہ پاس پڑوس

بھی کسی کو خبر نہ تھی۔ مگر مین نے خود منصف صاحب کی ماما کو گانٹھ لیا تھا جو دُلھن کی پالکی کے ساتھ آنے والی تھی۔ اُس سے وقت اور تاریخ کا پتہ لگ گیا اور قاعدے کے موافق دُلھن اُڑائی گئی۔ ہمارے دو آدمی اُسے بیرونی کھنڈرون مین میرے پاس لے آئے اور مین اُسے ڈرا دھمکا کے سیدھا کر رہی تھی کہ کوٹھے پر سے دو آدمی کود پڑے اور مجھے گرفتار کر لیا۔ اور اب مین نے غور سے دیکھا تو وہ محمد نصیر کے صاحبزادے محمد منیر تھے تھوڑی دیر مین معلوم ہوا کہ اُن کے اور بھی بہت سے ساتھی چارون طرف کھنڈرون مین لگے ہوئے تھے جنھون نے اُن دونون سپاہیون کو بھی پکڑ لیا جو اس لڑکی کو لائے تھے۔ اُن کے سامنے پہلے تو مین نے اپنے جرمون کے قبول کرنے سے انکار کیا تھا مگر بعد کو اقبال کرنا پڑا اور سارا زیور جو دُلھنون سے لے لے کے مین نے جمع کیا تھا اور اُس کے ساتھ بہت سا روپیہ بھی جو اسی کھنڈر مین ایک جگہ دفن تھا اُسے بھی مین نے جبراً و قہراً بتا کے برآمد کرا دیا۔"

جج دی خیر۔ تو اب تم بھی مجرمون کے زمرے مین جا کے کھڑی ہو۔ اور اب چونکہ نماز فجر کا وقت آ گیا اور رات ختم ہونے کو ہے اس لیے باقی کارروائی پھر کل شام سے شروع ہوگی۔

بائیسوان باب

"یمن کس طرح اسیر بلا ہوئی"

عدالت کے برخاست ہوتے ہی نواب صاحب مع اپنے ہم جرم و ہم ظلم رفقا کے پھر اُسی کمرے مین پہونچا دیے گئے جس مین اُنھین پہلا دن گزرا تھا۔ اور پھر اُسی طرح بیس مجاہدین کا ایک مسلح دستہ صف باندھ کے پہرے پر کھڑا ہو گیا۔ یہان نواب صاحب کو کچھ زیادہ تکلیف نہ تھی۔ وہ انھین دو چارون کے اندر اس سے بہت زیادہ کڑی جھیل چکے تھے۔ مگر اب مقدمے کا فیصلہ اور انجام کا دھڑکا سب پر بالا تھا۔ آج ان کے ساتھ ملکہ اور وزیرن بھی تھین۔ جن سے اگرچہ پہلے زمانۂ حکومت مین ملاقات ہوتی تو یقیناً بڑے ذوق و شوق سے بہت ہی [illegible] غلطی اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ ملتے۔ یا اگر اُن کے خلاف ہو۔ الٹا

تو ناک چوٹی کٹوا لیتے۔ بخلاف اُس کے آج دبی بلی کی طرح خود ہی کان کٹوا نے کو تیار ہین۔ نواب موجودہ حالت مین اُنھین اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہین۔ اس لیے اپنے اظہار مین اُنھون نے نواب کو اس قدر ملزم اور اتنا بڑا مجرم ثابت کر دیا ہی کہ جان بچنے کی کوئی امید نہین باقی رہی۔ بہر حال سب لوگون نے دن کو کھایا پیا۔ آرام سے سوئے۔ اور شام ہوتے ہی پھر جا کے اجلاس مین کھڑے کر دیے گئے۔

آج نواب صاحب نہایت حیرت سے کیا دیکھتے ہین کہ مولوی سعد اللہ شہادت گاہ مین کھڑے ہوئے ہین۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی نواب کو بڑا طیش آیا کہ یہ ظالم مولوی مہ لقا کو لے بھاگا اور اب یہان میرے خلاف گواہی دینے کو آیا ہی؟ مگر زور کیا تھا؟ خون کا گھونٹ پی کے رہ گئے۔ اور عدالت کے حکم سے مولوی سعد اللہ نے اپنا بیان شروع کیا جس مین اُنھون نے نواب صاحب کے اور اپنے تمام جرائم صاف صاف بیان کر دیے۔ ملکہ اور وزیرن کے بیانون کی پوری پوری تصدیق کی۔ اور کہا حضور عالی! یہ نواب حرام پور نہایت ہی بدکار بدمزاج احسان فراموش زانی اور ظالم ہی۔ مین نے اس پر بڑے بڑے احسان کیے ہین۔ اسی کی وجہ سے مین بھی سیاہ کاریون مین مبتلا ہوا۔ اس کے خوش کرنے کے لیے اپنے نہایت نیک اور سعادت مند شاگرد منیر سے بے وفائی کر کے اُس کی دُلھن کو راستے سے اُڑا دیا۔ اور خود لے کے اس کے پاس آیا۔ اس کو بدنامی سے بچانے کے لیے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے اس طرح جنون کے شاہزادہ عباس کو اُن تمام جرائم کا ذمہ دار مشہور کر دیا کہ ہر ادنی و اعلیٰ کو اُس کا یقین آ گیا۔ مگر ان سب احسانون کا معاوضہ یہ تھا کہ ایک مظلوم کی جان بخشی کی اس سے درخواست کی تو اس نے نہایت ہی بے مروتی سے صاف انکار کر دیا۔"

جج "وہ کون مظلوم تھا جس پر تم سے بے درد کو بھی ترس آیا۔ اور اس کی سفارش پر آمادہ ہو گئے؟"

اس کے جواب مین سعد اللہ نے مفصل بیان کر دیا کہ نواب نے کیونکر منور خان کی بی بی اعزہ جہان بیگم کو طلاق دلوائی۔ پھر غفور خان کی بی بی بدر جہان کو شوہر سے چھڑا کے کیسی بیحیائی کی شرطون سے بلا انتظار عدت معینہ

منورخان کے عقد میں دے دیا؟ بعد ازان اُس کے ننھے تین برس کے بچے انورخان کے ساتھ اپنی جوان بیٹی منزلت آرا کا کس طرح جبراً نکاح کرایا؟ اور کس بے باکی سے دُلھن کی رونمائی میں منورخان کی ساری جائداد اُس سے لکھوالی؟ پھر ان سب مظالم کے بعد کس بے رحمی سے منورخان حوالات میں اور اُس کا معصوم بچہ ماں کی گود میں مروا ڈالا گیا؟ اسی قدر نہیں غفورخان کی بھی اس بات پر قتل کر کے بوٹی بوٹی کاٹی گئی کہ اسے اپنی بی بی کا چھٹنا گوارا نہ تھا"

ان واقعات پر نواب صاحب کی یہ حالت تھی کہ مارے غصے کے اپنی بوٹیاں نوچ رہے تھے۔ اور بار بار دل میں کہتے "کیا کروں ساری باتیں طشت از بام ہوئی جاتی ہیں۔ اور کچھ زور نہیں چلتا"

جج "افسوس! شاید شقی ترین اُمت یہی نواب ہو! لوگ ابن ملجم کو اشقی الامت بتاتے ہیں۔ مگر واقعات سے معلوم ہوتا ہو کہ اس کا درجہ ابن ملجم سے بھی بڑھا ہوا ہو۔ ایسا بے درد ظالم میں نے اپنی اس طولانی عمر میں نہیں دیکھا تھا۔ خیر تو اب منورخان کی بی بی اختر جہان کہاں ہو؟"

سعد اللہ "حضور نواب کے محل میں بیٹھی خون کے آنسو رو رہی ہو اور اگر حضور اُسے طلب فرمائیں گے تو حاضر ہو کے سارے حالات بیان کر دے گی"

وکیل مدعی "حضور وہ بھی شہادت میں پیش ہو گی۔ ابھی صرف وہی لوگ پیش کیے جا رہے ہیں جو مجرم ہیں"

جج (سعد اللہ سے) "کچھ اور بیان کرو گے؟"

سعد اللہ "حضور ابھی مجھے نواب کی بے وفائی کا حال عرض کرنا ہو۔ میٹر کی دُلھن سہرتا بیگم جسے میں ہی لایا تھا اور میں نہ ہوتا تو یہ اُس نازنین کی ہوا بھی نہ پاتا وہی اتفاقاً اس کے گھر سے غائب ہو گئی تو یہ سمجھا کہ اُسے میں بھگا لایا ہوں۔ اور میرے خون کا پیاسا ہو گیا۔ اگر میں حلال نمک میں نہ ہوتا تو یہ میری بوٹیاں اُڑا دیتا۔ اس کی حالت یہ ہو کہ جسے چاہتا ہو ادنی ادنی بات پر بے تکلف مار ڈالتا ہو۔ خدمتگاروں مصاحبوں اور درباریوں سے کوئی معمولی غلطی ہوئی اور اس نے دھڑ سے بندوق اُٹھا کے مار دی۔ کسی کو مار ڈالنا

اس کے نزدیک کوئی بات ہی نہین ہی غنیمت یہ ہوا کہ مین حرام پور سے بھاگ آیا تھا"۔
جج بیرخیر اب ہمین زیادہ پوچھنے کی ضرورت نہین اسے بھی مجرمون مین شامل کرو۔

مولوی سعد اللہ ہٹے ہی تھے کہ اُن کی جگہ پر شیخ فیض اللہ کو کھڑا کر دیا گیا جس نے بیان کیا کہ "مین حلال نگر کا کوتوال ہون۔ اور وہان کے سارے پولیس والے میرے ماتحت ہین مجھے ملکہ جان کی معرفت نواب حرام پور سے دو سو روپیہ مہینہ تنخواہ ملا کرتی تھی اور اسی قدر تنخواہ مجھے سرکار انگریزی سے ملتی ہی۔ اس کے معاوضہ مین میرا کام یہ تھا کہ حلال نگر مین جو دُلھنین غائب ہون اُن کے متعلق تفتیش نہ کرون اور نواب صاحب کے کسی ملازم پر اگر کبھی شبہ بھی ہو تو بچا دون ہر برات کے ساتھ مین پولیس کے جوان ضرور ساتھ کر دیا کرتا تھا مگر اُنھین ہدایت ہوتی تھی کہ راستے مین جب کوئی ہنگامہ ہو تو الگ ہو جائین اور اُن لوگون کو دُلھن کے نکال لے جانے کا موقع دین۔ میرے سب سپاہی اور تمام ماتحت افسر اس کام کو بڑی خوشی سے انجام دیتے تھے اس لیے کہ نواب صاحب کے یہان سے سب کو تنخواہ ملتی تھی"۔

فیض اللہ بھی یہ بیان دے کے مجرمون کے گروہ مین شامل ہوا۔ اور اُس کے بعد آگے پیچھے تین گروہ عدالت مین پیش ہوئے پہلے تو وہ دس آدمی جو وزیرن کے ماتحت تھے اُن کے بعد چار ملکہ کے ماتحت پرکالے۔ اور پھر حلال نگر کے دس سب انسپکٹر اور کانسٹبل جنھون نے نواب کے ملازمون کو جرائم مین زیادہ مدد دی تھی ان سب کا بیان لیا گیا سب نے اپنے جرم قبول کیے۔ اور سب مجرمون مین شامل کر دیے گئے"۔

وکیل سرکار "کارروائی مقدمے کے لیے مناسب ہوگا کہ جو لوگ نواب صاحب کے ساتھ گرفتار کر کے لکھنؤ سے لائے گئے ہین اُن کے بیانات بھی لے لیے جائین اُن مین بوڑھا فارن سکرٹری سب سے بڑا مجرم ہی۔ باقی سب کے جرائم خفیف ہین اور اُن کے بیانات شہادت کا کام دین گے"۔ اس تجویز کے مطابق فارن سکرٹری کا بیان لیا گیا۔ جس سے کھلا کہ نواب کی شہوت پرستی کا جال کہان کہان پھیلا ہوا ہی۔ اور ہندوستان کی عصمت کو اُس کے ناپاک ہاتھون سے کس قدر نقصان پہونچ رہا ہی۔ شاہ منظور مولانا ہدایت اور شیخ مقبول

اور پرائیوٹ سکرٹری کے بیانوں سے نواب کے مظالم اُس کی بیہودگیوں بدتمیزیوں اور بدمعاشیوں کے صدہا واقعات معلوم ہوئے۔ جس کا یہ نتیجہ تھا کہ تمام حاضرین عدالت نواب حرام پور پر لعنت کرتے تھے اور ہر طرف سے اُن پر نفرت و حقارت کی نظریں پڑ رہی تھیں۔ اور نواب کی یہ حالت تھی کہ مارے ندامت کے زمین میں گڑا جاتا تھا اور دل میں کہتا تھا "ہائے کیسا نازک وقت ہے؟ میرا کوئی نہیں! جسے دیکھیے جانی دشمن ہے! میرے خاص ملازم میرے منھ پر شکایت کر رہے ہیں اور خود اپنے ہاتھ پاؤں اپنے عدو ہیں۔ کاش میں مر جاتا۔ کاش مجھ میں خودکشی کی جرأت ہوتی کہ یہ ہیرا جو انگوٹھی میں ہے اُسے چبا کے نگل جاؤں۔ اور اس عذاب بھری زندگی کا خاتمہ کر دوں۔ مگر افسوس یہ بھی نہیں ہو سکتا! میں تو بڑا بہادر تھا کبھی کسی کو خطرے میں نہیں لایا۔ مگر آج ثابت ہوا کہ نہایت ہی بزدل ہوں۔ تو کیا اتنا بزدل ہوں کہ خودکشی بھی نہیں ہو سکتی؟ نہیں نہیں۔ مجھ سے نہ ہو سکے گی"۔

جج "کیا شہزادی نہیں لائی گئی جس کے سر پر شاہزادہ عباس نے آ کے قبول کیا تھا کہ حلال نگر کی تمام مولھنوں کو وہی اُڑا لیجایا کرتا ہے؟" اس پر عام طور پر ایک قہقہہ اُڑا۔

وکیل دعوی "حضور وہ بھی حاضر ہے" اور ساتھ ہی شہزادی کٹہرے میں آ کے کھڑی ہو گئی۔ مگر نہایت ہی بدحواس اور سہمی ہوئی۔ وہ بھیانک نگاہوں سے ایک ایک شخص اور ایک ایک چیز کو دیکھ رہی تھی کہ جج نے پوچھا "تمہارے ہی سر پر شاہزادہ عباس آئے تھے؟"

شہزادی "بے شک مجھ سے یہ قصور ہوا۔ مگر میں بے وقوف اور ایک بھولی ناسمجھ لڑکی تھی۔ مولوی سعد اللہ اور امان جان نے جیسا کہا ویسا کرنے کو تیار ہو گئی"۔

جج "خیر اسے بھی مجرموں میں شامل کرو" یہ سنتے ہی شہزادی کا منھ خشک ہو گیا۔ اور نہایت ہی یاس کے ساتھ ایک ایک کا منھ تکتی ہوئی اپنی ماں ملکہ اور وزیرن کے برابر لیجا کے کھڑی کر دی گئی اُس کے بعد سکینہ بیگم کی ماما پیش ہوئی جس نے قبول کیا کہ وزیرن نے مجھے بیس روپے دیے تھے جس کے عوض میں

مین سنائے شادی کی تاریخ بھی بتا دی۔ اور سکینہ بیگم کو قزاقان حسن کی ڈولی مین سوار کرادیا۔" اور وہ بھی مجرمون مین شامل کی گئی۔

وکیل دعوی :- اب مجرمون کی تعداد پوری ہوگئی۔ خود نواب کو ملا کے کل ۳۸ مجرم ہین۔ جن مین سے نواب حرام پورا ور سعداللہ۔ وزیرن۔ ملکہ۔ وزیرن کے ساتھ والے دستون پاہی۔ اور فیض اللہ اور سکینہ کی ماما کل سولہ آدمی ایسے سخت مجرم ہین کہ اُن کی سزا تجویز کرنا بھی دشوار ہی"

یہ کہنے کے بعد اس نے کہا "اب عدالت کے سامنے وہ بے گناہ اور معصوم مظلوم پیش کیے جاتے ہین جن مین سے ہر ایک کی داستان جدا ہی۔ اور ہر داستان انسان کے دل مین زخم ڈالنے اور خون کے آنسو بہانے کے لیے کافی ہی" یہ کہہ کے اس نے اشارہ کیا۔ اور مجاہدین نے جو صف باندھے کھڑے تھے اجلاس کے بائین پہلو پر جگہ خالی کرا کے برقع پوش حسینون کی ایک صف لا کے کھڑی کردی اگرچہ یہ برقع مین تھین۔ مگر ان کی شرمیلی آنکھین مارے غیرت کے زمین مین گڑی جاتی تھین۔ اور کسی کو اوپر نظر اٹھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

جج :- "یہ کون عورتین ہین؟"

وکیل دعوی :- "حضور عالی۔ یہ سب جلال نگر کی وہ ستم زدہ لڑکیان ہین جو برات مین دولھا کے ساتھ جاتے ہوے راستے مین سے اُڑا دی گئین اُن کی ساتھ والی عورتین وزیرن کے خنجر ستم کی نذر ہوئین۔ اور یہ سب بے آبرو کرنے کے لیے نواب حرام پور کے محل مین پہونچا دی گئین۔ انھین مین منور خان کی مظلوم بی بی اختر جہان بیگم اور غفور خان کی بی بی بدر جہان بھی ہین"

جج کے حکم سے پہلے اُنھین آخر الزکر خاتونون کا اظہار ہوا۔ اختر جہان بیگم نے رو رو کے اور آنسو بہا بہا کے بیان کیا کہ وہ کیونکر تباہ و برباد کر کے خاک مین ملا دی گئی۔ منور خان کی نسبت اُس نے بتایا کہ وہ حوالات ہی مین سے غائب ہوگئے۔ اور کسی کو نہین معلوم کہ وہان اس غریب پر کیا گزری۔ اپنے معصوم بچے انور کی نسبت اُس نے بتایا کہ پہلے وہ لوگون کے دکھانے کے لیے سہرا باندھ کے دولھا بنایا گیا۔ پھر اسے برابر کئی دن تک نقصان کرنے والی دوائیان دی گئین۔ اور

جب اس پر بھی نہ مرا تو مین ایک دن گود مین لیے بیٹھی تھی کہ خود یہ نواب آیا اور کہنے لگا "لاؤ مین ذرا اپنے داماد کو تو دیکھون" یہ کہہ کے میری گود سے لیا اور اس طرح میری آنکھون کے سامنے میرے بچے کا گلا گھونٹ دیا کہ اُس کی زبان اور آنکھین باہر نکل پڑین اور تڑپ کے رہ گیا۔ اور مین دل مسوس کے رہ گئی۔ پھر اُس ننھی سی بیجان لاش کو میری گود مین دے کے چلا گیا۔ یہ کہہ کے اختر جہان ڈاڑھین مار مار کے رونے لگی اور جتنے لوگ عدالت کے ہال مین موجود تھے سب کی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے۔ تینون جج بھی رومال سے آنسو پونچھ رہے تھے کہ غفور خان کی بی بی بدر جہان نے کہا "حضور۔ مین اپنی مصیبت کیونکر بیان کرون؟ میرے شوہر نواب کے خاص مصاحب اور منظور نظر لوگون مین تھے۔ مگر اُن پر پہلے یہ عنایت ہوئی کہ مین زبردستی بُلا کے بے آبرو کی گئی۔ جسے میرے شوہر نے بیحیائی اختیار کر کے گوارا کیا۔ اُس کے بعد جب نواب نے اُن کو حکم دیا کہ مجھے طلاق دین اور زبردستی مین منور خان کے ساتھ باندھ دی گئی تو پہلے اس پر بھی اُنھون نے ضبط کیا۔ لیکن آخر ضبط نہ ہو سکا اور کہین اُن کی زبان سے نکل گیا کہ اس بے عزتی کو مین نہین برداشت کر سکتا۔ بس کیا تھا اُسی وقت تلوار سے قتل کر ڈالا۔ اور سارے درباریون نے مل کے اُن کے جسم کا قیمہ قیمہ کیا"

جج "افسوس! کیا دنیا مین کوئی اور بھی ایسا بیحیا و سنگدل زانی ہے؟"

بدر جہان "حضور کہین نہین۔ چراغ لے کے ڈھونڈھیے تو بھی دنیا مین کہین نہین نہین ملے گا۔ حضور اس کی حالت یہ ہے کہ ریاست کے بہت سے ملازم اور عہدہ دار ایسے ہین جن کی جورو سے بھی تعلق ہے بیٹی سے بھی تعلق ہے۔ بہن سے بھی تعلق ہے۔ اس کی بے شرمی و بیحیائی کی کوئی روک اور کوئی حد نہین ہے"

جج "بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ ریاست برٹش گورنمنٹ کے پڑوس مین اور اُس کی حمایت مین ہے۔ کیا انگریزی عہدہ دارون کو ان معاملات کی خبر نہین ہوتی؟"

وکیل دعوی "حضور برٹش حکام کو اطلاع ہی نہین ہونے پاتی۔ اور اگر کسی واقعے کی سُن گُن پا جاتے ہین اور تفتیش پر آمادہ ہو جاتے ہین تو حرام پور کے اندر نواب کے خلاف اُنھین کوئی شہادت نہین ملتی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اس نے ایک خدمتگار کو مار ڈالا۔ اس کی خبر انگریزی حکام کو پہونچ گئی۔ اور وہ تحقیقات کو

جا پہونچے۔ مقتول کی ماں اور جورو نے بیان کیا کہ ہمارے شوہر کو نواب نے کہین بھیجدیا ہی جہان سے وہ ہر مہینے مین ہمارے پاس منی آرڈر کرکے روپیہ بھیج دیا کرتا ہی۔ وہ غریب اس کے سوا کچھ اور کہتین تو وہ بھی اپنے شوہر کے پاس پہونچادی جاتین اس پر طرہ یہ ہی کہ یوروپین حکام کو اس پر بھی اطمینان نہ ہوا تو نواب نے ایک دوسرے شخص کو اس خدمتگار کے نام سے پیش کر دیا۔ اور ماں اور بی بی نے قبول کر لیا کہ ہان یہی ہمارا بیٹا اور ہمارا شوہر ہی۔ ایسی حالت مین انگریزی حکام کیا کر سکتے ہین؟ باوجود اس کے بھی اُن پر اتنا الزام ضرور ہی کہ اس قدر شکایتین ان کے کانون مین پہونچتی رہتی ہین جو اُنھین ریاست کا انتظام اپنے ہاتھ مین لینے کے لیے کافی ہین۔ مگر افسوس وہ دعوتون اور ڈنرون کی مروت مین اتنی اخلاقی جرأت نہین کرتے کہ حرام پور کے مظلومون کو اس کے ہاتھ سے نجات دلائین"

اس کے بعد یکے بعد دیگرے اُن تمام لڑکیون کے اظہار ہونے لگے جو سعد اللہ اور وزیرن کی ڈکیتی سے اس حسن کے ڈاکو (نواب حرام پور) کے محل مین پہونچائی گئی تھین۔ ہر ایک کا بیان خاص درد خاص اثر اور خاص شان رکھتا تھا۔ جسے سُن سُن کے لوگ حیرت سے انگلیان کاٹتے اور نواب کی طرف نظر حقارت سے دیکھ کے بے اختیار کہہ اُٹھتے تھے "اُس پر لعنت ہی!"

وکیل مدعی "اب ان مظلوم لڑکیون مین سے صرف ایک کا بیان رہ گیا ہی جس سے میری مراد حلال نگر کے رئیس زادے محمد منیر کی دُلھن مہ لقا بیگم ہی۔ اس کے بیان سے عدالت کو اس مقدمے کے متعلق عجب عجب انکشافات ہون گے اور نظر آجائے گا کہ دنیا مین اگر اس بے شرم وظالم نواب کے ایسے ننگ زمین حرامزادے ہین تو یہین مہ لقا بیگم کا ایسا ایک نیک سیرت نیک خو۔ اُلو العزم اور فخر جہان فرشتہ بھی موجود ہی۔ اور سچ یہ ہی کہ اسی خاتون کی ہمت بلند اور ایثار نفس سے حلال نگر ہی نہین سارے ہندوستان کو بلکہ خود حرام پور کو بھی اس شریر النفس نواب کے شر سے نجات ملی" وکیل کی تقریر نے تمام سامعین کے دلون پر ایسا اثر ڈال دیا تھا کہ تمام لوگون کی نگاہین بڑے پُرشوق خیر مقدم کے ساتھ مہ لقا کو شہادت کے کٹہرے مین لائین۔ جو برقع مین چھپے ہونے پر بھی شرماتی اور اُس کے ساتھ اپنی

عصمت وعفت پر ناز کرتی اور اپنی کامیابی پر اندر ہی اندر مسکراتی ہوئی آئی - اور یون بیان کرنا شروع کیا -

مہ لقا: مین اپنے شوہر محمد منیر کی خالہ کی بیٹی ہون - اور بچپن ہی سے مین اُن کو منگی ہوئی تھی - مان باپ نے میری تعلیم پر بڑی توجہ کی - اور علاوہ عربی و فارسی کے مس منٹن نام ایک انگلش لیڈی سے مین نے انگریزی زبان اور نقاشی کے فن کو حاصل کیا تھا - ایک امیر اور معزز گھرانے کی بیٹی تھی اس لیے بڑے اللہ آمین سے پلی اور نہایت ہی ناز و نعم مین پرورش پائی - مگر شادی کے ہوتے ہی اس بدکار و ظالم نواب کے ہاتھون بچپن کی ساری راحتین خاک مین مل گئین - اور ایسی آفت مین پھنسی کہ خدا کسی کو نہ نصیب کرے - مین عدالت کو بتاتی ہون کہ مین کس طرح اسیر بلا ہوئی - جب میری شادی کا زمانہ قریب آیا تو روز کسی نہ کسی دُلھن کے غائب ہو جانے کی وجہ سے حلال نگر مین ایک آفت مچی ہوئی تھی - اور میرے شوہر شہر کے واقعات سُن سُن کے ایسے ڈرے کہ شادی کو ملتوی کرتے جاتے تھے - آخر ان سے اور گھر کی ماما اصیلون سے مجھے معلوم ہوا کہ آج کل حلال نگر مین دُلھنین براتون مین سے غائب ہو جایا کرتی ہین - اور کچھ پتہ نہین لگتا - اب مین روز ایسی خبرین سنتی اور میرا دل دُکھتا کہ افسوس میری بہنون اور وطن کی بھولی بھالی معصوم عفت لڑکیون پر کیسا ظلم ہو رہا ہو اور اُس کے روکنے کی کوئی صورت کسی سے نہین بن پڑتی ! میری اُستانی مس منٹن نے کہا اس فساد مین پولیس والے ضرور شریک ہین - بغیر اس کے اتنے بڑے سنگین جرم اس کثرت سے نہین ہو سکتے - اسی اثنا مین مجھے اپنے شوہر سے معلوم ہوا کہ ان کے اُستاد مولوی سعد اللہ انھین یقین دلاتے ہین کہ یہ کام جنون کا ہو - اور عنقریب شاہزادی کے سرپر عباس نام جنون کا کوئی شاہزادہ آنے والا ہو جو اس فساد اور لُٹس کا بانی ہو - مین یہ نہین کہہ سکتی کہ کیون مگر یہ سُن کے میرے دل مین خیال گزرا کہ اس کام مین مولوی صاحب اور شہزادی شریک معلوم ہوتی ہو - پھر پیرزن کی نسبت جو اب اکثر آنے جانے لگی تھی مجھے کچھ شبہ سا ہوا - اس پر طرہ یہ ہوا کہ میرے آیندہ شوہر نے بھی کہلا بھیجا کہ یہ مشتبہ عورت ہو اسے گھر مین نہ آنے دو - اس کے بعد

ایک دن مین نے وزیرن کو گھور کے جو دیکھا تو اس کی آنکھین کچھ اس طرح ڈر کے
جھک گئین کہ مجھے اُس پران جرمون مین شریک ہونے کا یقین ہو گیا۔ دل مین ان
خیالات کے جم جانے کے بعد میرے دل کو اور صدمہ ہونے لگا کہ طبقۂ نسوان پر نہایت
بڑا ظلم ہو رہا ہو اور کسی کے کان پر جُون نہین رینگتی! کئی دن تک مین دل ہی
دل مین سوچتی اور کُڑھتی رہی۔ آخر گھبرا کے اپنی اُستانی مس منٹن سے اپنا درد دل
بیان کیا اور کہا مُیرا جی چاہتا ہو کہ خود ہی اس آفت مین پھنس کے ڈوبنے والے کی
طرح ہاتھ پاؤن ماردن۔ زور چل جائے تو اس آفت کو ہمیشہ کے لیے مٹا دون اور نہ مٹا سکون
تو خود بھی مٹ جاؤن۔ مس منٹن نے میری اُولوالعزمی کی تعریف کی۔ مگر کہا یہ نہایت ہی
مشکل اور خطرناک ارادہ ہو۔ اپنے دل کو تولو۔ اگر جانو برداشت کر سکو گی تو اس سے
بہتر کیا ہو سکتا ہو ورنہ اس خیال سے باز آجاؤ۔ اس کے بعد ایک شب و روز
مین برابر اسی اُدھیڑبن مین رہی اور آخر ہی دل مین ٹھان لی کہ چاہے جو ہو
مین اس مہم کو اختیار کرون گی۔ دل مین کہا کہ ایک اخلاقی جہاد کرون گی
جیتی تو غازی ہون گی۔ اور ہاری تو شہید۔ بس اسی وقت سے مین
اس کام کے لیے آمادہ ہو گئی۔ مگر اپنے بیگمز کو ایسی بات پر راضی کرنا
مشکل تھا۔ اور بغیر اُن کی رضامندی کے ایسا کام کرنے کو میرا جی نہ چاہتا تھا۔
اب اسی شوق مین مین نے ایک نیا خط ایجاد کیا۔ چونکہ نقاشی کا فن جانتی تھی
اس لیے پھول پتیون سے حرفون کا کام لے کے اُس خط مین ایسی شان پیدا کر دی
کہ کوئی دیکھے تو اس طرف اُس کا خیال نہ جائے کہ کچھ لکھا ہو بلکہ اُسے صرف ایک
خوبصورت بیل تصور کرے۔ اس خط کے حروف تہجی اور اُن کے نیچے اُسی خط کی
چند سطرین مین نے ایک کاغذ پر الگ رکھین۔ اور جب محمد منیر ملنے کو آئے تو اُن سے
پہلے تو مین نے اس بات کا عہد و پیمان لیا کہ جو بات کہون گی اُسے منظور کر لین گے۔
اور جب اُنھون نے اقرار کر لیا تو اُن پر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ وہ سُنتے ہی گھبرا گئے۔
اور بہت روکا۔ مگر مین نے نہ مانا تب انھون نے اپنے قول کے موافق اجازت دی۔
اور مین نے اُس نئے خط کا ذکر کر کے وہ کاغذ اُن کے ہاتھ مین دیا اور قسم لی کہ اگر
مین واپس نہ آؤن تو کم از کم پانچ سال تک یہ خط کسی کو ہرگز نہ بتائین گے پھر اُن سے

کہا کہ میں جہاں اور جس حال میں ہوں گی جس طرح بنے گا اس خط کے ذریعے سے تمھیں اپنے حال سے آگاہ کروں گی۔ اور رہائی کی تدبیریں بتاؤں گی۔ میں نے اُن سے بار بار یہ بھی کہا کہ ابھی مجھ سے نکاح نہ کریں بلکہ اُس وقت شادی ہو جب میں صحیح و سالم اور عزت و آبرو کے ساتھ واپس آجاؤں۔ کیونکہ ممکن ہے واپس آنے کے بعد میں اُن کے کام کی نہ رہی ہوں اور اُن کے لیے باعث ننگ ہوں۔ مگر انھوں نے ایک نہ سُنی۔ اور ہم دونوں کی رضامندی سے یہ قرار پایا کہ شادی کی تاریخ مولوی سعد اللہ سے مقرر کرائی جائے۔ اور اُسی تاریخ وہ قاعدے کے موافق برات کے ساتھ مجھے رخصت کرا لے جائیں۔ کسی کو شادی کی خوشی ہوتی ہوگی مگر میری یہ حالت تھی کہ ایسی برات کرنے کو تو کر بیٹھی تھی مگر جوں جوں برات کا دن قریب آتا جاتا تھا میرا خون خشک ہوتا جاتا تھا۔

آخر وہ قیامت کا دن آگیا۔ میر دولھا بن کے دھوم دھام سے آئے۔ نکاح ہوا اور میں رخصت ہو کے اُن کے ساتھ روانہ ہوئی۔ برات راستے میں تھی کہ ایک جگہ بڑا شور و غل ہونے لگا۔ لوگوں میں مار پیٹ شروع ہو گئی۔ کہار میری فنس کو لے کے ایک تاریک گلی میں گھس گئے۔ اور اندھیرے میں پنس رکھ کے الگ کھڑے ہو گئے اتنے میں کہاروں سے کسی سے لڑائی ہونے لگی۔ اور سب کہار سڑک پر جا کے لڑنے لگے۔ اب جبکہ میری پینس کے پاس اپنا کوئی نہ تھا چار پانچ شخصوں نے آکے مجھے اور میرے ساتھ والی دو عورتوں کو جن میں ایک تو میری خاص پرانی ماما تھی اور دوسری ایک دور کی رشتہ دار بی بی تھیں زبردستی کھینچ کے پینس میں سے نکال لیا اور تینوں کے منھوں میں زبردستی کپڑا ٹھونس کے لے بھاگے۔ پھر ایک اندھیری گلی میں ٹھہر کے ہم تینوں کو تین صندوقوں میں بند کیا اور ایک ایسے اجاڑ مکان میں لے گئے جہاں ہر طرف سناٹا اور اندھیرا تھا۔ وہاں ہم تینوں صندوقوں میں سے نکالے گئے۔ اور میں نے ہوش میں آنے کے بعد دیکھا کہ وزیرن ایک ڈائن کی طرح خنجر ہاتھ میں لیے سر پر کھڑی ہے۔ ماما اور دوسری ساتھ والی بی بی کی لاشیں میرے برابر پڑی ہیں اور وہ خنجر تول تول کے دیکھ رہی ہے۔ میں نے دل کو کڑا کر کے اپنے آپ کو

سنبھالا اور جب ہوش و حواس ذرا ٹھکانے ہوئے تو دیر تک اسے اسی حالت مین دیکھتی رہی۔ اور آخر کہا "تم خنجر تول تول کے کیون رہ جاتی ہو؟ جس طرح دونون کو مار ڈالا ہی میرا بھی کام تمام کر دو"

وزیرن "جی تو یہی چاہتا ہی۔ مگر کیا کرون بے بس ہون۔ میرا زور چلے تو تمھاری بوٹیان کاٹ کاٹ کے جدا کردن۔ تم نے مجھے بے عزت کیا۔ تم نے مجھے گالیان دین تم نے مجھے اپنے گھر سے نکال دیا۔ تم نے مینر کو میرا دشمن بنا دیا۔ خیر جو ہوا سو ہوا اب اپنا زیورا اور یہ بھاری کپڑے اُتار کے میرے حوالے کرو"

مین "میرا تم پر کوئی زور چل نہین سکتا اور نہ تمھارا کوئی ہاتھ پکڑے ہی جو چاہو کرو۔ کپڑے اور زیورا اور جو کچھ پسند ہو لے لو۔ مین اپنے ہاتھ سے تو اُتار کے دینے سے رہی"

وزیرن "تو کیا تم اس خنجر سے بھی نہین ڈرتین؟"

مین "مین کسی چیز سے نہین ڈرتی۔ میرے اس جواب پر برہم ہو کے اُس نے مجھ پر خنجر کا وار کیا۔ اور خدا جانے مجھ مین کہان کی طاقت آگئی تھی کہ اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس دھر پکڑ مین ایک مقدس صورت کے بزرگ "کیا ہی؟ کیا ہی؟" کہتے ہوئے آگئے۔ وزیرن کو ڈانٹا ڈپٹا۔ گالیان دین۔ مجھے اُس سے جدا کیا؟ اُس کے ہاتھ سے خنجر لے کے الگ پھینکا۔ اور بغیر اس کے کہ وزیرن سے کوئی اور بات کرین مجھ سے کہنے لگے "آ بیٹی آ۔ تو میرے ساتھ آ۔ مین تجھے تیرے گھر پہونچا دون۔ یہ نہایت ہی حرامزادی عورت ہی۔ اس کے زیادہ منھ بھی نہ لگنا چاہیئے" یہ کہہ کے اُنھون نے میری پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ اُن کے آنے سے میرے دل مین قوت سی آگئی۔ اور بے تکلف اُن کے ساتھ چل کھڑی ہوئی۔ دو قدم آگے جا کے اُن سے کہا اس حرامزادی عورت نے میری ماما اور میری ایک عزیز خاتون کو ابھی ابھی جان سے مار ڈالا ہی۔ اُنھون نے اس بات کو تعجب سے سنا۔ اور طیش کے ساتھ بولے "اچھا کل اس کا انتظام کرون گا اب اس وقت تمھین خیریت سے تمھارے گھر پہونچا دون" اب ہم دونون اُس اُجاڑ جگہ سے جہان وزیرن تھی دو تین سو قدم نکل کے سڑک پر پہونچے۔ یہان اُٹھا

تو ایک گاڑی تیار کھڑی تھی۔ اُن بزرگ نے مجھے گاڑی مین ب
بٹھا اور پوچھا تمھین کہان پہونچا دون؟ تمھارے
دولھا کے پاس؟" مین نے کہا کہین پہونچا د
دولھا مجھ مہر کے ان لیے چلتا ہون "
نام کیونکر معلوم ہوگیا۔ مگر خاموش
اب گاڑی چلی مین بھی ہو
خیالات مین غرق تھی۔ مگ
باتین نکالے۔ اب گا
مین نے بھی کڑا کر
چاہتی ہو۔ زیاد
صبح ہوگئی۔ ا
رہی تھی
کھڑکی
نے
ر
ذ و
سے
کر

کوڑی ہوئی۔ اور میرا کلیجا دھک دھک کر رہا تھا۔ دل میں اتنی ڈھی
گرفتار ہوگئی؟ اور اب کیا ہونا ہے؟ استنے میں گاڑی
اور انھیں بزرگ نے آکے دروازہ کھول
عالیشان محل میں ہوں جس میں میرا اُن
میری گاڑی کو گھیرے کھڑی ہوئی
اب سیدھی طرح اُتر آؤ
کی محترم میں تمھارے برابر
ادب کرنا چاہیے تھا

ت ہوئی۔ سارے
محرم عاقبت
تھا جس سے
اس پر بھی
افسوس
نے
نے
ٹ
کے

مین اُن کی طرف جھپٹی۔ وہ اپنی ڈاڑھی کو دونوں ہاتھوں سے چھپا کے بدحواس بھاگے۔ اور مین نے جب اُنھین نہ پکڑ پایا تو میدان مین کھڑے ہوکے اُچھلنا کودنا جھومنا اور سر ہلانا شروع کیا۔ اتنے مین نواب جو ایک کم عمر زنانہ لڑکا سا معلوم ہوتا تھا اور ناچنے والون کے ایسے کپڑے پہنے تھا دور سے کھڑے ہوکے میری صورت اور میری حالت دیکھنے لگا۔ مین اُسی طرح جھومتی رہی۔ جو پاس آیا اُسے کاٹنے اور مارنے کو دوڑی۔ اور آخر مین نے نواب کو یہ کہتے سنا "مولانا سعداللہ صاحب اس نے صورت بڑی پیاری پائی ہے۔ اور بڑی کوششون سے ہاتھ آئی ہے۔ کوئی اور عورت ہوتی تو مین مروا ڈالتا۔ مگر اسے آپ اپنے پاس لیجا کے رکھیے اور علاج کیجیے آپ تو بڑے بڑے جنون کو اُتار چکے ہین۔ پھر یہ جن جو اس کے سر پر ہے کیا چیز ہے۔ اس لیے آپ کے قریب جو سرکاری مکان ہے اُس مین لیجا کے رکھیے اور جب اچھی ہولے آئیے"

دوسرے ہی دن مین اُس مکان مین پہونچا دی گئی۔ مگر مولوی صاحب کی یہ حالت تھی کہ میرے پاس آتے اُن کا دم نکلتا تھا۔ فکر ہوئی کہ میری داشت کے لیے کوئی عورت میرے پاس لاکے رکھی جائے۔ کئی عورتین آئین اور مین نے مار کے نکال دیا۔ آخر دوگانہ نام ایک بڑھیا آئی۔ وہ میرے ہاتھ کی مار کھانے پر بھی نہ ٹلی اور خوشامدین کرتی رہی تو مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اُس سے ذرا مانوس ہو جاؤن۔ اُس کے ہاتھ سے کھانا کھا لیا۔ دو چار ٹھکانے کی باتین کین۔ اور اُسے باہر چھوڑ کر ایک کمرے مین دروازہ بند کرکے بیٹھ رہی۔ یہان تنہائی مین موقع ملا تو سوچنے لگی کہ سیٹر کو اپنی حالت کی کیونکر خبر کرون؟ اتفاقاً حلال نگر کی بنی ہوئی ایک تھالی نظر آئی جس مین رکھ کے دوگانہ نے مجھے گلوریان دی تھین اُسے مین نے اُٹھا لیا۔ پھر ادھر اُدھر دیکھا تو دیوار مین چار پانچ کیلین دکھائی دین اُنھین مین نے ہلا ہلا کے اُکھاڑ لیا۔ پھر ڈھونڈھ کے ایک پتھر کا ٹکڑا لائی اور اُسی کیل سے اُس تھالی مین اپنا مختصر حال اپنے خط گلستان مین اس طرح لکھا کہ کسی کو تحریر کا شبہہ نہ ہو۔ اُسی مین یہ بھی لکھ دیا کہ روز کسی کو گدڑی بازار بھیج دیا کرو۔ پھر اُس مین مٹی مل مل کے ایسا بنا دیا کہ پُرانے نقش و نگار معلوم ہون اُس روز شام کو مین نے اُس تھالی کو کپڑون مین چھپا لیا اور بیٹھ کے جھومنے لگی

مولوی سعد اللہ آئے کہ اپنے عمل سے میرے جن کو زیر کریں۔ میں نے دیر تک جھوٹے رہنے اور مجنون کی سی باتیں کرنے کے بعد کہا "تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ میں جن نہیں دیو ہوں۔ اور بڑا زبردست دیو۔ زیادہ چھیڑو گے تو اُٹھا کے دے ماروں گا۔" اور جب دیر تک مولانا "اپنا نام بتاؤ، اپنا نام بتاؤ" کہتے رہے تو میں نے وہ تھالی نکال کے زور سے اُن کے منھ پر کھینچ ماری۔ اور کہا "ایسی تھالی لا دو تو اپنا نام بتاؤں گا۔" مولوی صاحب وہ تھالی لے کے چلے گئے اور ایک ہفتے کے بعد ویسی ہی دوسری تھالی لا کے دی اور کہا "لو یہ تھالی موجود ہے اب تو نام بتاؤ گے؟" میں نے ایک فرضی نام بتا دیا۔ اور اُس تھالی کو اکیلے میں غور سے دیکھا تو اُس میں اُنھیں حرفوں میں منیر کا نام بھی لکھا تھا جس سے میں سمجھ گئی کہ انھیں میرے یہاں ہونے کی خبر ہو گئی۔

اب ایک ہفتے میں میں نے دوگانہ کو دوست بنا لیا۔ ٹٹولنے سے معلوم ہوا کہ وہ نواب سے بہت ہی جلی ہوئی تھی۔ اور اُن لڑکیوں پر بہت ترس کھاتی تھی جو یوں زبردستی چُرا چُرا کے اور لوٹ لوٹ کے لائی جاتی تھیں۔ میں اپنے کمرے میں بند پڑی رہتی اور وہ اکثر اکیلی باہر بیٹھی بیٹھی نواب کے مظالم پر افسوس کیا کرتی۔ اور کہتی "نہیں معلوم ان ظلموں کا کیا انجام ہونا ہے۔" ایک دن کہنے لگی "خداوندا۔ کب بے بسوں کو اس ظالم نواب سے اپنا بدلہ ملے گا؟" میں نے یہ سن کے اُسے اندر بلا لیا۔ اور کہا "اچھا تم چاہتی ہو کہ نواب سے بدلہ لیا جائے؟" وہ بولی "خدا کی قسم چاہتی ہوں مجھے تو اُس دن کی تمنا ہے جس دن سے اپنے ظلموں کا بدلہ لے گا۔" اپنے موافق دیکھ کے میں نے اُسے اپنا ہمراز بنا لیا۔ اور اس نے بہت ہی سچے دل سے میرے سامنے قسم کھائی کہ میرے ساتھ ہمیشہ وفاداری کرے گی۔ اب اُس کے ذریعے سے یہ انتظام ہو گیا کہ ہر جمعہ کو حلال نگر کے گدڑی بازار میں میرے ہاتھ کا کڑھا ہوا ایک رومال پہونچ جایا کرتا۔ اس کی ایک بہن تھی وہ رومال لے کے لیجاتی۔ اور خود ہی حلال نگر لے جا کے بیچ آیا کرتی۔ اس طریقے سے مجھے ہفتے میں اپنا ایک خط بھیجنے کا موقع مل گیا۔ پہرے والوں کا قاعدہ تھا کہ باہر سے جب کوئی آتا اُس کی تلاشی لے لیا کرتے۔ مگر میرے یہاں سے باہر جانے کے

رقت تلاش نہ کی جاتی تھی - اس وجہ سے مین اپنا حال تو لکھ بھیجتی مگر یہ مجال نہ تھی کہ حلال نگر سے کوئی چیز منگواؤن - اور یہ بھی مناسب نہ تھا کہ دوگانہ کی بہن کو اپنے راز سے آگاہ کرون -

الغرض منیر کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ اصلی مجرم حرام پور کا نواب ہی - اور عورتون کو غائب کرنے والے وزیرن - مولوی سعد اللہ - ملکہ - اور حلال نگر کے اکثر ملازمین پولیس ہین - آخر اُنھون نے وزیرن کے کامون کی ایسی نگرانی رکھی کہ اُسے ایک روز موقع پر پکڑ لیا اور گرفتار کرکے اپنے پاس رکھا - اس کے بعد اُن کو صورت سنگھ نام ایک کمسن اور ہوشیار دوست مل گیا جس کی کوششون سے مجھے اُس مردود کانتی کے گھر اور ذلت و بے آبروئی کے سیہ خانے سے نجات ملی - اور اب بہتر ہوگا کہ عدالت اس کے بعد کے واقعات کو اُسی شخص کی زبان سے سُنے ۔

تیسوان باب

صورت سنگھ کا بیان

جج نے مہ لقا کا بیان سُن کے صورت سنگھ کو طلب کیا - جو اپنی اُسی سکھون کی وضع مین سر پر اپنی حیثیت اور قد و قامت سے بڑا پگڑ باندھے عدالت مین آکے کھڑا ہو گیا - اور مردانہ صورت کے ساتھ اُس کی کمسنی جسمانی نزاکت - اور غیر معمولی خوبصورتی پر چارون طرف سے تعجب کی نظرین پڑنے لگین - لوگ ابھی جی بھر کے اُس کے حسین چہرے کو نہین دیکھ چکے تھے کہ جج نے کہا "تم نے اس معاملے مین کیا کوشش کی؟ جو کچھ جانتے ہو بیان کرو"

صورت سنگھ "مین منیر کا دوست ہون - اور ایسا دوست جس کے راز کو منیر کے سوا کوئی نہین جانتا - جب مجھے منیر کی مصیبت اور اُن کی پریشانی و مایوسی کا حال معلوم ہوا اور یہ سُنا کہ مہ لقا بیگم نے صرف اپنی بہنون کی ہمدردی کے جوش مین جان بوجھ کے اپنے آپ کو آفت مین پھنسا لیا ہی تو مین نے عہد کیا کہ مین جب تک مہ لقا بیگم کو اُن سے نہ ملا دون گا کوئی کام نہ کرون گا - جب منیر وزیرن اور اُس کے دو ساتھیون کو گرفتار کر کے لائے، تو مین نے اُن کے

اظہار لیے۔ اور ایک کو دوسرے سے توڑ کے اور طرح طرح کے سوالات کر کے تینوں سے اُن کے جرموں کا اقبال کرا لیا۔ اب مجھے دو باتوں کی فکر تھی۔ ایک تو یہ کہ اس مہم کے لیے کوئی اچھا اور ہوشیار مددگار چاہیے جو آخر تک ساتھ دے۔ اور قوت و اثر رکھتا ہو۔ منیر کی یہ حالت نظر آئی کہ حد سے زیادہ مایوس تھے۔ اور یاس نے اُن کی طبیعت ایسی پست کر دی تھی کہ اُن سے مدد ملنے کی ذرا بھی اُمید نہ تھی۔ دوسری فکر یہ تھی کہ حرام پور کے نواب سے اور اُن لوگوں سے جو اُس کی سازش میں شریک ہیں کیونکر انتقام لیا جائے؟ پہلی فکر دُور کرنے کے لیے سوچتے سوچتے میں نے محمد سعید خان کو ڈھونڈھ نکالا جو حلال نگر میں صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے سررشتہ دار تھے۔ اُن کے دل کو بھی صدمہ پہونچا تھا۔ اور اُن کی دُلھن بھی غائب کر دی گئی تھیں۔ جن کی یاد میں وہ ہر وقت آنسو بہاتے رہتے۔ میں اُن سے ملا۔ اُنھیں اپنا دوست بنایا۔ پھر اُن پر اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ اور امید دلائی کہ آپ کی بی بی بھی اس کوشش میں مل جائیں گی۔ اُن پر میرے کہنے کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ مدد دینے کو تیار ہو گئے۔ اور میری کوششوں میں جان پڑ گئی۔

منیر نے اس موقع پر مجھے لاکھوں روپیہ سے مدد دی۔ اور دراصل میں نے جو کچھ کیا اُنھیں کی مدد سے کیا۔ اس کے علاوہ منیر ہی کے ایک موضع کو جو پسیانوان کے نام سے مشہور ہے۔ اور حرام پور کے سرحدی علاقے میں واقع ہے میں نے اپنی کوششوں کا مرکز قرار دیا۔ موضع پسیانوان کو میں نے اس لیے منتخب کیا کہ اول تو انگریزی علاقے میں حکام کی بیدار مغزی سے میری کارروائیوں کے قبل از وقت کھل جانے کا اندیشہ تھا۔ اور دوسرے اس لیے کہ نواب حرام پور کو اُسی کے علاقے میں سزا دینا مجھے اچھا معلوم ہوا۔ چند روز میں میں نے سو سپاہی نوکر رکھ لیے اور جس طرح پہلے حلال نگر میں دُلھنیں غائب ہوا کرتی تھیں اُسی طرح ہم نے اُن لوگوں کو غائب کرنا شروع کر دیا۔ جو اس سازش میں شریک تھے۔ چنانچہ ہم نے حلال نگر کی طوائف ملکہ۔ وہاں کے انسپکٹر شیخ فیض اللہ۔ اُن کے بہت سے ہمراہیوں۔ اور مولوی سعد اللہ کو غائب کر کے موضع پسیانوان میں قید کیا جہاں وزیرن اور اُس کے ہمراہی پہلے سے گرفتار موجود تھے وہ تمام زیور

اور اسباب، جو وزیرن کے وہاں سے برآمد ہوا تھا وہ بھی وہین لاکے جمع کیا گیا اُسی اسباب کا جو حصہ ملکہ کے پاس تھا وہ شاہزادی کے ذریعے سے ہمین مل گیا۔ اس لیے کہ شہزادی اب منیر کی سچی دوست ہے۔ اُس نے سارے حالات خود ہی بیان کر دیے۔ حرام پور کے سازشیون پر لعنت بھیجتی ہے۔ اور اپنے فعل پر نہایت ہی نادم ہے۔ لہذا ملکہ کے پاس اس لوٹ کا جس قدر مال تھا اُس نے خود ہی لا کے دے دیا۔ مگر یہ عجیب اتفاق تھا کہ جو زیور مہ لقا بیگم سے چھین کے مولانا سعداللہ نے اپنے پاس رکھ لیا تھا وہ بھی شہزادی کی معرفت ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ حرام پور سے آتے وقت مولوی سعداللہ اپنے ایک صندوق کو ساتھ لیتے آئے تھے۔ اور شہزادی کے پاس رکھوا دیا تھا جب سعداللہ غائب ہوئے تو شہزادی نے اُس صندوق کو لا کے منیر کے پاس رکھوا دیا۔ منیر سے ہم کو ملا اور ہم نے کھول کے دیکھا تو اُس مین بہت سے اور زیور اور نقد رقم کے ساتھ مہ لقا بیگم کا زیور بھی موجود تھا۔ یہ سب زیور اور سرمایہ اب عدالت کے قبضے مین ہے۔

حلال نگر مین تو مین نے یہ سب انتظام کر لیا مگر حرام پور مین کوئی زور چلتا نہ نظر آتا تھا۔ اسی اثنا مین منیر کو مہ لقا کا آخری رومال ملا جس سے معلوم ہوا کہ نواب نے قصد کر لیا ہے کہ تین روز کے بعد اُس غریب کو مار ڈالین گے۔ اُس کو پڑھ کے منیر بالکل مایوس ہو گئے۔ مگر مین نے بغیر اُن پر ظاہر کیے دل مین ارادہ کر لیا کہ جو کچھ کرنا ہو اُنھین دو روز کے اندر کر لینا چاہیے۔ ورنہ ساری کوشش بیکار جائے گی۔ جو عورت رومال لائی تھی اُس کے پیچھے مین نے اپنے دو جاسوس لگا دیے جن سے معلوم ہوا کہ وہ اُس روز حلال نگر کے ایک مکان مین رہی اور دوسرے دن حرام پور روانہ ہو گئی۔ ایک جاسوس نے آ کے مجھے اِن واقعات کی خبر کی اور دوسرا اُس کے پیچھے حرام پور گیا۔ مگر مین بھی اُس کے ساتھ ہی ساتھ حرام پور پہونچا۔ اور سرا مین ٹھہر گیا۔ دو گھنٹے بعد میرے جاسوس نے خبر دی کہ وہ عورت فلان محلے کے فلان مکان مین گئی ہے۔ پھر اُسی سے پتہ لگ گیا کہ اُس مکان مین کون کون لوگ رہتے ہین۔ اور کس وضع و حیثیت کے لوگ ہین۔ شام ہوتے ہوتے اُس جاسوس نے اُس محلے کی ایک بڑھیا بھی ڈھونڈھ نکالی جو سب

گھروں میں آتی جاتی تھی۔ اُسے وہ سرا میں میرے پاس لے آیا۔ میں نے اُس پر ظاہر کیا کہ میں نواب صاحب کے مخفی زنانے جاسوسوں میں سے ہوں۔ پھر اُسے دس روپیہ دیے اور سو روپیہ کا لالچ دلا کے اس بات کی خواہش کی کہ مجھے اپنے محلے کے مکانوں کی سیر کرا دو تاکہ اس بات کا اندازہ کروں کہ نواب صاحب کے قابل کون کون لڑکیاں ہیں۔ اُس نے وعدہ کیا۔ اور میں اُسی رات زنانہ بھیس کر کے اُس کے ساتھ روانہ ہوا۔ اُس نے مجھے اپنی بھتیجی کہہ کے مختلف خاندانوں کی عورتوں سے ملایا۔ اور کہا کہ یہ دہلی سے آئی ہیں۔ اور دو چار روز رہ کے چلی جائیں گی۔

اسی سلسلے میں مجھ سے اُس بڑھیا سے ملاقات ہوئی جو رومال لے جا کے منیر کے ہاتھ بیچا کرتی تھی۔ میں اُس سے بہت ہی جھک کے اور بے انتہا اخلاق سے ملا۔ پھر دوسرے دن اکیلے میں مل کے اُسے پچاس روپیہ دیے اور پوچھا مہ لقا بیگم کہاں اور کس مکان میں ہیں۔ اُس نے اُن کی ساری حالت بیان کر دی اور بتایا کہ یہاں سے قریب ہی ایک مکان میں رہتی ہیں اور بالکل اکیلی ہیں۔ بس ایک میری بہن دوگانہ تو اُن کے پاس رہتی ہیں۔ باقی کسی اور کی مجال نہیں کہ اُن کے پاس بھی جا سکے۔ دروازے پر بہت سخت پہرا ہے۔ کبھی کبھی مولوی سعد اللہ جن کے وہ سپرد ہیں دوا درمن اور جھاڑ پھونک کے لیے جاتے ہیں مگر ڈر کے مارے وہ بھی دُور ہی دور رہتے ہیں۔" میں نے کہا "اگر تم میرا ایک کاغذ دوگانہ کے ذریعے سے مہ لقا بیگم کے پاس پہونچا دو اور اُس کا جواب لا دو تو تمہیں سو روپیہ اور دوں گا۔ یہ اطمینان رکھو کہ اُس کاغذ پر کچھ لکھا بھی نہ ہوگا فقط بیل بوٹے بنے ہوں گے۔" اُس نے کہا "یہ بہت مشکل ہے۔ جو اندر جاتا ہے اُس کی تلاشی لی جاتی ہے۔ مگر خیر میں کسی طرح آپ کا خط پہونچا دوں گی۔ مگر جواب دینا اُن کا کام ہے۔ اور وہ اپنے ہوش و حواس میں کب ہیں جو جواب دیں گی؟" میں نے کہا "نہ دیں گی نہ سہی۔ تم تو اُس کاغذ کو پہونچا دو گی؟" اُس نے اس کا مضبوط وعدہ کیا اور میں دو گھنٹے کے بعد ایک کاغذ لے کے اُس کے پاس گیا جس پر خط گلستان میں صرف اتنا لکھا ہوا تھا کہ "میں منیر کی بھیجی ہوئی آئی ہوں۔ اور ملنا چاہتی ہوں۔" وہ خط اُسے دوگانہ کو دے دیا اور اس نے جیسے ہی مہ لقا بیگم کو دکھایا وہ مارے خوشی کے دوگانہ کے گلے

لپٹ گئیں اور کہا "جس طرح بنے مجھے اُس عورت سے ملا دو"۔ دوگانہ نے اسی روز رات کو اپنی بہن کے ساتھ مجھے بلوایا۔ پہرے والوں کو میں نے دوگانہ کے ذریعے سے دس روپیہ دلوا دیے۔ اندر قدم رکھتے ہی دوگانہ کی بہن کو تھوڑی سی رقم دے کے رخصت کر دیا اور اندر جا کے مہ لقا بیگم سے ملا۔ وہ میری صورت دیکھتے ہی بے اختیار لپٹ کے رونے لگیں۔ اور اپنی ساری سرگذشت بیان کی۔ میں نے اپنے دلی جوش محبت سے جھک کے اُن کے قدم چوم لیے۔ پھر اپنی کیفیت سچی سچی بیان کر دی۔ اور کہا "خدا کرتا دنیا میں تمھاری سی بہت سی عورتیں ہوتیں"۔ پھر میں نے انھیں تسلی دی۔ اور دوگانہ سے پوچھا "اب بتاؤ تمھیں نواب سے ہمدردی ہے یا مہ لقا بیگم سے؟" اُس نے نواب کو بہت سی گالیاں دے کے کہا "نام نہ لو اُس موئے کا۔ اور میں تو چاہتی ہوں کہ زندگی بھر ان پاکدامن بی بی کا ساتھ نہ چھوڑوں۔ نواب کے لاکھ روپیہ بھی ہوں تو بھی ان پر سے قربان ہیں"۔ اسے اس قدر موافق دیکھ کے میں نے کہا "تو ایک کام کرو۔ میں اسی وقت واپس جا کے سرا میں ٹھیرتی ہوں مگر وہاں تمھیں مردوں کے لباس میں ملوں گی۔ تم میرے جاتے ہی پہرے والوں کو سو روپیہ دے کے اتنی اجازت حاصل کر لینا کہ تمھارے ساتھ مہ لقا کو بھی تمھاری بہن کے گھر تک ہو آنے دیں۔ یہ لوگ روپیہ کے بندے ہیں روپیہ کا نام سنتے ہی راضی ہو جائیں گے۔ بس تم انھیں لے کے سیدھی سرا میں آنا جہاں سے ہم تینوں ایک یکہ میں بیٹھ کے شہر کے باہر چلیں گے۔ وہاں ہماری موٹر کھڑی ہوئی ہے (جس کا میں نے پہلے سے انتظام کر لیا تھا) اُس پر بیٹھ کے ہوا کی طرح اُڑ جائیں گے۔ اور کوئی ہماری گرد کو بھی نہ پائے گا"۔ دوگانہ نے اسے منظور کیا۔ اور میں اُسے سو روپیہ دے کے سرا میں واپس چلی آئی۔ اور آدمی دوڑائے کہ جس قدر جلد ہو سکے کوئی بہت ہی تیز یکہ سرا میں لا کے کھڑا کر دیں۔ اور شہر کے باہر جہاں میں نے بتا دیا تھا موٹر تیار رکھیں۔ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ پورے دو گھنٹے نہ ہوئے ہوں گے کہ دوگانہ اور مہ لقا بیگم چادروں میں لپٹی ہوئی آ پہنچیں۔ انھیں فوراً یکہ میں بٹھا کے میں شہر کے باہر لایا۔ اور وہاں سے جو موٹر میں بیٹھا تو پیا نوا ان کے قریب پہونچ کے

دم لیا۔ اور وہاں بھی بستی سے ایک میل باہر موٹر کو چھوڑ دیا تاکہ کسی کو خبر نہ ہو۔ پھر ہم سب نہایت خاموشی کے ساتھ آبادی میں گئے۔ مہ لقا بیگم اور دوگانہ کو میں نے وہیں چھوڑا۔ اور خود اُس موٹر پر بیٹھ کے واپس چلا تو صبح سے پہلے حرام پور میں تھا دن نکلتے ہی میں پھر اُسی عورت سے ملا جس نے دوگانہ کی بہن سے ملایا تھا اُس کے ذریعے سے کئی گھرانوں میں جا کے معزز بیگموں سے راہ و رسم پیدا کیا یہاں تک کہ عورت بن کے ایک نہایت ہی معزز عہدہ دار کے گھر میں رہنے لگا۔ جن کی بی بی نواب صاحب کی منظور نظر تھیں۔ اور روز محل میں جایا کرتی تھیں۔ اُن کے ساتھ میں بھی کئی بار محل میں گیا۔ اور وہاں عورتوں سے ملاقاتیں پیدا کر کے بخوبی پتہ لگا لیا کہ حلال نگر سے آئی ہوئی دُلھنیں کون کون ہیں۔ کہاں کہاں ہیں۔ اور کس کس حال میں ہیں۔

مجھے محل میں جانے سے ایک ہی ہفتے میں تجربہ ہو گیا کہ اندر باہر کے تمام لوگ نواب سے ناراض ہیں۔ دل ہی دل میں اُنھیں کوستے ہیں۔ اور راتوں کو اُٹھ اُٹھ کے دعا کیا کرتے ہیں کہ خدا اس موذی نواب کو غارت کرے۔ ایسے ناراض لوگوں کو ملا کے اور بے دریغ انعام دے کے عورتوں کو وہاں سے نکال لینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ شہر کے سیکڑوں خاندانوں کی بہو بیٹیاں روز آتی اور واپس چلی جاتی تھیں محافظوں کو دے دلا کے اُنھیں کے ساتھ محل والیوں میں سے بھی کسی کو نکال لے جانا بہت آسان تھا خصوصاً جب سب عورتیں وہاں کی زندگی سے ناراض اور اپنی حالت پر نالاں تھیں اور محل کے تمام ملازم نواب کو ظلم و ستم اور بدکاری و بدمعاشی کا بدترین نمونہ تصور کرتے تھے تو وہاں تھوڑی کوشش میں اور تھوڑا ہی خرچ کر کے بہت کچھ کامیابی حاصل کی جا سکتی تھی"۔

انھیں اسباب سے مجھے روز بروز اُن مظلوم عورتوں کے نکال لانے میں جو حلال نگر سے جبراً لا کے محل میں قید کی گئی تھیں امید سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ نواب کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو اپنی بوٹیاں نوچنے لگا۔ ایک ایک سے بدگمان تھا۔ اور ہزار انتظام اور نگرانی کرتا مگر عورتوں کے غائب ہونے کا جو سلسلہ میں نے قائم کر دیا تھا رُوکے نہ رُکتا۔ یہ حالت دیکھ دیکھ کے اُسے اپنے ملازموں پر اور زیادہ طیش آتا۔ اور خون کے گھونٹ پی پی کے رہ جاتا۔ اسی اثنا میں وہ لکھنؤ

گیا۔ اور ہمارے کارندے بھی لکھنؤ پہونچ گئے۔ اس موقع پر ہمین اپنے بڑے ہوئے جنون سے جو کہ ہمارے حلقے کے مخفی کارگزار تھے بڑی مدد ملی۔ اور انھین کی مدد سے نواب لکھنؤ سے پکڑ کے پیسا نوان مین لایا گیا۔ جہان حلال نگر اور حرام کے تمام غائب شدہ زن و مرد موجود تھے۔

اب ہماری تفتیش نے پورا مقدمہ برآمد کر لیا تھا۔ تمام مجرم ہمارے ہاتھ مین اسیر تھے۔ کل ثبوت ہمارے پاس موجود تھین۔ مگر یہ نہین بن پڑتا تھا کہ مقدمہ کس اجلاس مین پیش کیا جائے؟ حرام پور مین پیش نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہان کا فیصلہ وہی تھا جو نواب کی مرضی اور اُس کی شہوت پرستی کا تقاضا ہو۔ وہان کے حاکمون اور ججون کو نہ شرعی قانون سے تعلق تھا نہ انگریزی قانون سے۔ اب رہا یہ کہ انگریزی عدالت مین پیش ہو وہان یہ خرابی تھی اصلی مجرم عدالت کے حلقۂ اقتدارات سے باہر تھے اور جرم بھی زیادہ تر عدالت کے حلقۂ اثر سے باہر ہی سرزد ہوئے تھے جس سے اندیشہ تھا کہ صرف ایک قانونی جھگڑے کی بنا پر مجرم سزا سے بچ جائین گے۔ اسی اثنا مین جنون کی اس عدالت مین شاہزادۂ عباس نے چارہ جوئی کی اور ہماری تفتیش اور کوشش نے شاہزادے صاحب کو ساری زحمتون سے بچا دیا لہذا اب امید ہے کہ اس محترم عدالت مین جس کے جج صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین نہایت ہی سچا فیصلہ ہوگا۔ اور جو جس سزا کا مستحق ہے اُسے وہ سزا ضرور ملے گی"

صورت سنگھ کا بیان سُن کے جج اور تمام لوگ نہایت ہی محظوظ ہوئے سبھون نے اُسے اُس کی کوشش اور کارگزاری کی داد دی۔ عدالت نے اُس کے شکریے کا ووٹ پاس کیا۔ اور اعلیٰ جج نے پوچھا "اب کسی کا بیان تو نہین باقی ہے؟"

وکیل دعوی "حلال نگر کے صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس کے سررشتہ دار محمد سعید خان کا بیان ابھی باقی ہے" عدالت نے اجازت دی اور محمد سعید خان نے آکے صورت سنگھ کے بیان کی تصدیق کی اور کہا "مین نے ہر معاملے مین صورت سنگھ کی رہبری کی۔ بہادر جری اور بھروسے کے آدمی فراہم کر دیے۔ اور جب وہ اپنے مقدمے کی تفتیش کے لیے حرام پور مین گیا تو مین نے حلال نگر اور پیسا نوان مین جملہ انتظامات کی دیکھ بھال کی۔ لیکن سچ یہ ہے کہ جو کچھ ہوا سب صورت سنگھ کی کوششون کا نتیجہ ہے"

اس کے بعد وہ زیور جو برآمد ہوا تھا سامنے لا کے رکھا گیا اور حکم ہوا کہ تمام مظلوم دُلھنین جو عدالت مین صف باندھے کھڑی ہین اُن کے سامنے پیش کیا جائے۔ اور اجازت دی جائے کہ وہ اپنی اپنی چیزون کو پہچان کے اُٹھا لین اس طریقے سے تمام زیبا شمائل لڑکیون نے اپنا اپنا زیور پہچان کے چھانٹ لیا اور تھوڑا سا زیور جو بچ رہا تھا اُس کی نسبت خیال کیا گیا کہ یا تو اُن ستم رسیدہ دُلھنون کا ہو جو ظالم نواب کے ہاتھون غریق رحمت ہوئین۔ یا اُن خاتونون کا ہو جو دُلھنون کے ساتھ سوار ہو کے آئی تھین اور وزیرن کے دست ستم کا نشانہ بنین۔

اس کے بعد عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ مجرمون کو سزا دینے سے پہلے مصیبت زدون کی دادرسی ہونی چاہیے۔ حلال نگر کے وہ تمام دل شکستہ دولھا عدالت کے سامنے پیش کئے جائین جن کی دُلھنین یوم عروسی ہی کو اُن کے آغوش سے چھین لی گئی تھین"۔ حکم کے ساتھ ہی مجاہدین کے ساتھ حلال نگر کے کنخدا کنوارے نوجوانون کا ایک حسرت زدہ گروہ آیا جن کے لیے اس محترم اجلاس نے داہنے پہلو پر جگہ خالی کی گئی۔ اور وہ سب اپنے دُلھنون کے مقابل صفین باندھ کے مودب کھڑے ہو گئے۔ جن مین ہمارا محمد منیر بھی تھا جو اس عدالت کی حالت اور سطوت دیکھ کے نہایت ہی متحیر اور مرعوب تھا۔

اس موقع پر تمام نامرادون کو بامراد اور شاہد آرزو کے قریب دیکھ کے محمد سعید خان نے ایک آہ فلک دوز کھینچی۔ اور درد کی آواز مین یہ شعر پڑھا۔

صد غنچہ بشگفت الا دل من   ای وا دل من! ای وا دل من!

پھر قدم آگے بڑھا کے کہا "آج کے دن سب کامیاب و بامراد ہین۔ ہر شخص اس عدالت کے فیض سے معشوقۂ آرزو سے ہمکنار ہے۔ سب کی دُلھنین مل گئین منیر کو اپنی معشوقۂ جان فزا کا وصال نصیب ہونے والا ہے۔ اور مہ لقا بیگم نے اپنی بہنون کی حمایت مین جو جہاد اکبر کیا تھا اُس مین وہ فتحیاب ہوئین مگر افسوس مین ویسا ہی محروم القسمت اور بدنصیب ہون۔ میرا دل اُسی طرح خون ہو رہا ہے۔ ان زیبا شمائل عروسون مین حلال نگر کے سارے ستم زدون کی دُلھنین موجود ہین۔ ایک نہین ہے تو میری سکینہ!"

وکیل دعوی "معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری بی بی نواب سے مل نہ سکین" (صورت سنگھ سے) "تم نے نواب کے محل کو دیکھا اور پتہ لگایا ہے کہ کون کون عورتین ان کے گھر مین قید تھین۔ کیا تمھین سعید خان کی بی بی کا پتہ نہین لگا؟"

صورت سنگھ "وہان جتنی دلھنین حلال نگر سے گئی تھین اور زندہ موجود یہی ہین جو سامنے کھڑی ہین۔ اب وہان کوئی نہین باقی ہے"

سعید خان (آبدیدہ ہو کے) "تو معلوم ہوتا ہے میری بی بی زندہ نہین ہے اپنی عزت و آبرو پر جان دے دی۔ آہ! وہ شہید ہو گئی۔ اور مجھے اُس کی قبر نہین معلوم کہ اُس پر چراغ جلاؤن اور پھولون کی چادر چڑھاؤن۔ افسوس میری کوشش بیکار گئی! اور سوا حسرت و یاس کے کچھ نہ ہاتھ آیا"

صورت سنگھ (مسکرا کے) "گھبرا کے آپ مایوس نہ ہون۔ پتہ نہ لگنے سے یہ نہ خیال کیجیے کہ سکینہ بیگم مر گئین۔ مین نے جس طرح تیمور کی دلھن کے ڈھونڈھ نکالنے کا وعدہ کیا تھا اُسی طرح آپ سے بھی وعدہ کیا ہے اور اس لیے جیسے اُن کی دلھن کو ڈھونڈھ نکالا آپ کی دلھن کو بھی ڈھونڈھ لاؤن گا۔ مگر خرابی تو یہ ہے کہ نہ آپ اپنی دلھن کو پہچانتے ہین اور نہ آپ کی دلھن آپ کو پہچانتی ہین۔ یہان عدالت ہی مین آپ کی دلھن نہ موجود ہون۔ اور یہ دلھنون کا جو غول کھڑا ہوا ہے انھین مین آپ کی دلھن بھی نہ ہون"

سعید خان "اگر میری دلھن یہان ہوتین تو اب تک چھپی نہ رہتین۔ کسی نہ کسی طریقے سے پہچان ہی لی جاتین"

صورت سنگھ "تو آپ کسی پہچاننے والے کو بلائیے"

سعید خان "ایسا کوئی یہان پہچاننے والا کہان سے لاؤن؟"

صورت سنگھ "اچھا تو آپ روئین دھوئین نہین۔ مین آپ کی دلھن کو آج ہی آپ سے ملا دون گا اور اُن کے پہچاننے کا بھی انتظام ہو جائے گا لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کی دلھن نے ارمان اور تمنا کی شکل مین ایک عہد و پیمان کیا ہے۔ جب تک وہ عہد نہ پورا ہو لے نہ آپ اُن سے مل سکین گے اور نہ وہ آپ سے ملین گی"

سعید خان "تو آپ کو اتنا تو معلوم ہے کہ وہ صحیح و سلامت اور خیریت سے ہین؟"

صورت سنگھ "ہان اس کا تو مین آپ کو اطمینان دلا سکتا ہون"

پیدعلی: اچھا تو پھر اُن کا وہ عہد کب پورا ہوگا؟ بتائیے کہ مین اُس کے پورا کرنے کی کوشش کرون۔"

صورت سنگھ: "یہ آپ کا کام نہین اپنا فرض وہی خوب انجام دے سکتی ہین۔"

اب عدالت نے حکم دیا کہ اِن عروسانِ زیبا کے برقع اُتار ڈالے جائین۔ اور سب نوجوانون کو اجازت دی جائے کہ اپنی اپنی دُلھنون کو پہچان کے لے لین رہی سلسلے مین سب سے پہلے محمد منیر کو صورت سنگھ لیجا کے مہ لقا بیگم سے ملانے۔

ان احکام کی تعمیل نہایت ہی پُرلطف تھی۔ اور اس وقت کا منظر دنیا کی اعلیٰ ترین دلچسپیون کی یادگار تھا۔ یکایک اور ایک ہی حرکت مین تمام دُلھنون نے برقع اُتار کے الگ ڈال دیے۔ معلوم ہوا کہ مہ پارہ سا گھٹائین چھوٹین اور سیکڑون چاند دامن ابر مین سے نکل آئے۔ اس کے بعد صورت سنگھ نے عجیب ذوق و شوق کے ساتھ اپنے فرض منصبی کو ادا کیا۔

اس نے محمد منیر کا ہاتھ پکڑا۔ اُسے مہ لقا بیگم کے قریب لیجا کے کھڑا کر دیا۔ اور کہا "خدا نے غم و الم کا زمانہ ختم کیا۔ اور مسرت و شادمانی کی گھڑی آ پہونچی۔ مہ لقا بیگم اپنے جہاد مین فتحیاب ہوئین۔ اور کامیابی کے جھنڈے اُڑاتی ہوئی صحیح و سالم آ پہونچین اور دیکھیے یہ کھڑی ہین۔"

مہ لقا بیگم کی صورت دیکھتے ہی منیر پہلے تو بہت حیرت زدہ اور کھویا ہوا رہ گیا اور اُس مضطربانہ نگاہ کے بعد بے تحاشا اور بے اختیار دوڑ کے لپٹ گیا۔ مدت کا فراق درمیان کی یاس و ناامیدی پھر اس کے بعد غیر متوقع وصال۔ جوش و جذبہ نے کچھ ایسا بیخود کیا کہ دونون کو کسی بات کا ہوش نہ تھا۔ نہ اس کا لحاظ تھا کہ ہم ہزارہا آدمیون اور ایک باقاعدہ عدالت کے سامنے ہین۔ اور نہ اس کی فکر تھی کہ کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا۔ دونون سارے عالم کو بیخود بنا دینے والے جوش سے رہ رہ کے ستے اور پیچ پیچ کے لپٹتے تھے۔ آخر مہ لقا کو ہوش آیا کہ ان جذبات کے اظہار کا یہ موقع نہین ہے۔ ذرا پیچھے ہٹ کے کہا "تمھین کچھ ہوش بھی ہے کہ کہان ہو اور کیا کر رہے ہو؟"

منیر: "مجھے ایسے ہوش کی ضرورت نہین جو تم سے ملنے نہ دے۔ ع ما نمی خواہیم ننگ و نام را۔"

ماہ لقا: ”تم نہ چاہو مگر میں چاہتی ہوں۔ ہمیں تمھیں تو تھوڑے ہی دن جھیلنا پڑے اُن حرماں نصیبوں کو یاد کرو جن کی نسبت کوئی حق گو شاعر کہہ گیا ہے

عمرہا باید کہ تا گردون گرداں یک شبے ... عاشقے را وصل بخشد یا غریبے را وطن

بس اب ضبط و تحمل سے کام لو۔ اور اس عدالت عالیہ کے شکر گزار ہو جس نے ہم سے نامراد بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا۔ اور دل کی بیتابیاں ظاہر کرنے کے لیے تو ساری زندگی پڑی ہے“

منیر: ”یہ کون سی عدالت ہے؟ مجھے مطلق خبر نہیں۔ میں تو کل سعید خان کے ساتھ حرام پور سے اپنے موضع بسیانوان میں آیا تھا۔ آج اس عدالت کو دیکھا تو دنیا کی ساری عدالتیں نظر سے گر گئیں“

ماہ لقا: ”ہمیں سب سے زیادہ شکر گزار اپنے دوست صورت سنگھ کا ہونا چاہیے جن کی کوشش سے ہم دونوں کو یہ مبارک گھڑی دیکھنا نصیب ہوئی۔“ یہ سنتے ہی محمد منیر نے صورت سنگھ کے آگے جھک کے اُس کا شکریہ ادا کیا۔

ماہ لقا اور منیر کے ملنے سے یوں تو سب اور تمام حاضرین عدالت نہایت متاثر تھے مگر سعید خان کی بیقراری اور بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ انھوں نے نہایت جوش دل کے ساتھ پھر وہی شعر پڑھا جو پہلے پڑھ چکے تھے کہ ؎

صد غنچہ شگفت الا دل من ... او در دل من او وائے دل من

وکیل دعویٰ: (سعید خان سے) ”آپ زیادہ مایوس نہ ہوں۔ یہ عدالت آج کا اجلاس ختم ہونے سے پہلے آپ کو بھی شاید آرزو سے ہمکنار دیکھنا چاہتی ہے“

سعید خان: ”مگر میری محبوبہ رابعہ سکینہ کا تو کہیں پتہ ہی نہیں۔ وہ نواب حرام پور کے محل میں تھی۔ اور کہیں اُس کا سراغ نہ لگا۔ سوا اس کے کہ وہ دنیا ہی سے رخصت ہو گئی اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ صورت سنگھ نے امید دلائی ہے مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ صورت یاس بھی نہایت ہی گھٹ جاتی ہے۔“ سعید خان کے یہ الفاظ سن کے محمد منیر مسکرایا۔ اور کچھ کہنے کو تھا کہ صورت سنگھ نے آہستہ سے سعید خان سے کہا ”لا تقنطوا من رحمۃ اللہ! خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہیں کہیں تمھاری دلھن بھی موجود ہیں کوئی پہچاننے والا ہو تو ڈھونڈھو۔“

سعید خان "افسوس یہاں کوئی پہچاننے والا بھی نہیں موجود ہے"

وکیل دعوی "غالباً وزیرن پہچانتی ہوگی اُس سے پوچھا جائے" وزیرن بلڈ زینب کے گروہ میں سے نکال کے سامنے لائی گئی اور پوچھا گیا کہ محمد سعید خان کی دُلھن جس پر تو ظلم کرتی ہوئی پکڑی گئی تھی اُسے پہچانتی ہو؟"

وزیرن "میں نے رات کو اندھیرے میں دیکھا تھا۔ اور ایک بار دیا سلائی جلا کے اُس کی صورت دیکھی تھی۔ جو اس وقت بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے" (تمام دُلھنوں کے چہروں پر یکے بعد دیگرے نظر ڈال کے) "ان میں تو وہ صورت نہیں نظر آتی"

وکیل "یہ نہیں پہچانتی تو سکینہ بیگم کو اُن کی ماما پہچان لے گی۔ جو دغا بازی کر کے وزیرن سے مل گئی تھی۔ اور جس نے انھیں برات کے دن پینس سے نکال کے حسن کے ڈاکوؤں کے حوالے کر دیا تھا؟" سب نے کہا بیشک وہ پہچان لے گی۔ اب وہ ماما مجرموں میں سے نکال کے لائی گئی۔ اُس نے بھی ساری دُلھنوں کو دیکھا اور بولی "ان میں تو کوئی بھی نہیں ہے"

آخر جب یہ معاملہ کسی طرح حل ہوتا نہ نظر آیا تو منیر نے سعید خان سے کہا "اچھا آپ کی دُلھن میں تلاش کرتا ہوں۔ اور جس طرح آپ نے کوشش کر کے میری بی بی کو ڈھونڈھ نکالا اُسی طرح میں آپ کی بی بی کو تلاش کر کے حاضر کیے دیتا ہوں۔ مگر عدالت مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دے" حسب درخواست مہلت دی گئی۔ اور اُس نے صورت سنگھ سے کہا "چلو ہم تم مل کے اپنے دوست کی عروس زیبا کو ڈھونڈھ لائیں۔ جس طرح تم نے میری بی بی کی تلاش میں مجھے مدد دی ویسے ہی میرے اِن دوست کی بی بی سکینہ کی تلاش میں بھی میری مدد کرو" اُس کی خواہش کے مطابق صورت سنگھ بھی اُس کے ساتھ ہوا۔ اور دونوں عدالت سے نکل کے چلے گئے۔

ابھی نصف گھنٹہ پورا نہیں گزرا ہوگا کہ محمد منیر پھر عدالت میں آیا۔ اور ایک برقع پوش نازنین اُس کے ساتھ تھی۔ جو نزاکت و ناز آفرینی کے ساتھ قدم اُٹھاتی اور ہر قدم پر پازیب اور چھڑوں کی جھنکار سے ہنگامۂ محشر بپا کرتی ہوئی آ کے عدالت کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ سب کی نگاہیں عجیب ذوق و شوق کے ساتھ اُس برقع پوش نازنین کی طرف اُٹھ گئیں۔ مگر محمد سعید خان کے شوق میں کچھ

ایسی بے صبری و بیتابی کی جھلک تھی کہ حاضرین اُس برقع پوش ماہ وش کی جمال جہاں آرا دیکھنے کے بعد جب تک سعید خان کے پُر آرزو اور ارمان بھرے چہرے کو نہ دیکھ لیں اُن کی نظروں کے سامنے حسن وعشق کے جذب و انجذاب کی پوری تصویر نہیں قائم ہو سکتی تھیں۔

محمد منیر آنے کے بعد ذرا ٹھہرا۔ اور پھر محمد سعید خان کی طرف رخ کر کے کہا لیجیے اپنی دُلھن کو لیجیے۔ اور پہچانیے۔ ساتھ ہی اُس نے ایک طلسمی پھرتی کے ساتھ اُس نازنین پر سے برقع کھینچ کے الگ پھینک دیا۔ اور حسن عالم آشوب کی ایک ایسی بجلی چمکی کہ محمد سعید خان کے خرمن ہوش پر گری کہ تمام دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوندھ ہو گئیں۔ اور محمد سعید خان بت پرستی کے جوش میں خود ہی بت بن کے رہ گئے۔ اُن کے ہوش وحواس بجا نہ تھے۔ اور جن کی اس عدالت میں معلوم ہوتا تھا کہ یا تو کوئی کوہ قاف کی پری آ کے کھڑی ہو گئی اور یا آسمان پر سے حسن وجمال کی دیوی زہرہ زمین پر اتر آئی ہے۔ اور وہ بھی اپنی آسمانی سادگی اور پریوں کی بے تکلف وضع میں نہیں۔ بلکہ اس پر دنیوی آرائش اور زمین کی مادی صنعت گری نے اپنے کمالات کا خاتمہ کر دیا ہے۔ کیونکہ بت چاردہ سالہ نہیں بلکہ عروس چاردہ سالہ ہے۔ زلفوں کی شب قدر میں مانگ کی کہکشاں تو ہوا ہی کرتی ہے مگر یہاں موتیوں کی دوہری لڑی نے اُس کے غیر منتظم تاروں کو دنیوی ترتیب سے آراستہ کر کے دو متوازی قطاروں میں منضبط کر دیا ہے۔ شب کاکل کے نیچے جبین ناز کا مطلع صبح ہے جس میں سادہ مزاج عالم بالا والوں کی تعلیم کے لیے صناع زمین نے نگینوں اور سیکڑوں تاروں کو عجب دلفریب طریقے سے مرتب اور قائم کر دیا ہے۔ آنکھوں کی نرگس شہلا میں سرمہ کا سیاہ ڈورا پیدا کر کے ہندوستان خرابات کی کمر میں قدرت نے صد ہا خنجر اپیٹے تھے مشاطۂ زمین نے اُن کے ہاتھ میں جانستان نیچے بھی دے دیے ہیں۔ لب لعلیں مسی کی بدولت گلاب کی پنکھڑیوں سے سوسن کے پھول بن گئے ہیں اور ہاتھوں میں خلاق قدرت نے جو ید بیضا کا معجزہ پیدا کیا تھا اس میں دنیا کے صنعت گر نے جانستانی کا جلال دکھانے کے لیے مہندی کی خونیں شفق پیدا کر دی ہے۔ یہ زہرہ جبین عروس زیبا سکینہ تھی۔ جو اُسی لباس۔ اُسی زیور۔ اور اُسی

وضع میں تھی جس میں کہ شب عروسی کو اپنے میکے سے رخصت کی گئی تھی۔ اور اسی دن کا سا سنگھار اور بناؤ چناؤ اور ویسی ہی زیبائی و رعنائی اُس کے حسن عالمگیر میں از سر نو پیدا کر دی گئی تھی۔ یہ حسن و جمال اور یہ کمال مشاطہ گری دیکھ کے کل حاضرین دیر تک محو نظارہ رہے اور کسی کی زبان سے کچھ نہ نکلتا تھا۔ آخر مقدس محترم جج نے قفل سکوت کو آیۂ فتبارک اللہ احسن الخالقین!" کی کنجی سے کھولا۔ اور اس نئی عروس زیبا سے پوچھا "سعید خان کی دُلھن سکینہ بیگم تم ہی ہو؟"

منیر "حضور ہمارے یہاں خود دُلھنیں جواب نہیں دیا کرتی ہیں۔ اگر میری شہادت کافی نہیں ہے تو شناخت کرنے والوں کو بلایا جائے"

ساتھ ہی: دایا جو سکینہ کی پٹیس کے ساتھ گھر سے آئی تھی اس عروس ہلاروزہ سالہ کو دیکھتے ہی بے اختیار چلا اُٹھی۔ "ہاں ہاں۔ یہی میری بی بی سکینہ بیگم ہیں!" اس کے بعد وزیرن بھی بولی "ہاں اسی مہ جبین دُلھن کا پیارا چہرہ ہم نے دیا سلائی کھینچ کے پٹارے کے اندر دیکھا تھا"

اب سعید خان کی حیرت و ازخود رفتگی جوش مسرت کی صورت اختیار کرنے لگی تھی۔ اُنھوں نے اپنی دُلھن کو خوبصورت سنا تھا مگر اُسے ایسا چاند کا ٹکڑا اور ایسی آسمانی حور نہیں سمجھتے تھے۔ جب یہ صورت زیبا دیکھی اور یقین ہوا کہ یہی نگار رعنا میری جان و مال کی مالک دُلھن ہے تو بے اختیار منیر کے قدموں پر گر پڑے اور کہا "اس احسان کو زندگی بھر نہ بھولوں گا۔ آپ نے ڈھونڈھ نکالا یا صورت سنگھ نے؟"

منیر "اب آپ کو صورت سنگھ کی کیا ضرورت ہے؟ اُن کی ضرورت اُسی وقت تک تھی جب تک کہ آپ کو اپنی سکینہ بیگم اور مجھے اپنی مہ لقا بیگم نہیں ملی تھیں۔ اور جب ہم دونوں بامراد و کامیاب ہو گئے تو اب اُن کی فکر نہ کیجیے۔ پھر کبھی ایسی ہی اور ضرورت پیش آئے گی تو میں اُنھیں ڈھونڈھ لاؤں گا"

سعید خان "مگر مجھے اُن کی کوشش کا شکریہ ادا کرنا ہے"

منیر "وہ تو گئے۔ اور اب اُن کا ملنا دشوار ہے"

سعید خان "افسوس کہ بے مجھ سے ملے جُلے چلے گئے۔ خدا کے لیے پتہ بتائیے کہ جہاں ہوں جا کے اُن کا شکر گزار ہوں"

منیر "اگر آپ اس کے لیے ایسے ہی بے صبر ہین تو سکینہ بیگم کا شکریہ ادا کر لیجیے اور دل مین خیال کیجیے کہ یہی صورت سنگھ ہین"

سعید خان - (ہنس کے) "بھلا میرے خیال کر لینے سے یہ صورت سنگھ بن جائین گی"

منیر "فرض کیجیے کہ حقیقت مین یہی صورت سنگھ ہین تب تو آپ ان کا شکریہ ادا کرنے مین تامل نہ کرین گے؟"

سعید خان "یہی! یعنی صورت سنگھ جس کے ساتھ مین ان کوششون مین شریک رہا تھا - جس نے میرے دل مین جستجو کی آگ لگا دی تھی جس سے روز ملتا اور گھنٹون باتین کرتا تھا - اور جس کی عجیب و غریب کارروائیون اور حیرت انگیز مستعدی نے مجھے حیران کر دیا تھا وہی میری سکینہ بیگم ہے؟ یہ نہین ہو سکتا - خدا کی قسم نہین ہو سکتا"

منیر "تو قسم نہ کھائیے - خدا کی قدرت سے سب ہی کچھ ہو سکتا ہے"

سعید خان "مین کیونکر مانون؟ اگر صورت سنگھ ہی میری بی بی اور پیاری نازنین سکینہ بیگم تھی تو اُس نے مجھے پہلے سے کیون نہ بتلا دیا؟"

منیر "فرض کیجیے کہ اُسے کوئی ایسا کام کرنا تھا جس کو پورا کیے بغیر وہ آپ سے نہ مل سکتی ہو؟ یا دل مین ٹھان لی ہو کہ جب تک مہ لقا بیگم کو آزاد نہ کرا لون گی اپنے شوہر سے نہ ملون گی؟"

سعید خان "کیونکر مانون؟ سمجھ مین نہین آتا کہ اُس کی سی نازپروردہ نازنین سے ایسے جرأت کے کام کیونکر ہو سکے؟"

اس کے جواب مین منیر نے عدالت کی طرف متوجہ ہو کے ساری سرگذشت اول سے آخر تک بیان کی کہ کیونکر وہ سکینہ بیگم کو زیرن کے پنجۂ ستم سے چھڑا کے لایا - پھر کن خیالات نے سکینہ کو اپنے میکے یا سسرال جانے سے روکا - اور پھر وہ نوکری پر آمادہ کیا - اُس کے بعد اُس نے کن فرائض کو اپنے ذمہ لیا - کیونکر صورت سنگھ بنی - کس طرح اپنے شوہر سعید خان سے غیرون کی طرح ملی - اپنے نام کو چھپایا اور اپنے جوہر اور ہنر کو اُن پر ظاہر کیا - اُن کی ہمدم و ہمراز بنی - اور پھر بھی اصلی راز کو پردۂ خفا مین رکھا - پھر کس مستعدی سے اُس نے نواب حرام پور کا فتنہ دور کرنے اور بدمعاشون کا طلسم توڑنے کی کوشش کی اور آخر مین کس طرح کامیاب ہوئی"

ان واقعات نے سب سے بڑا پردہ سعید خان اور ناظرین کے سامنے سے اُٹھا دیا۔ اور اعلیٰ جج نے سب کی طرف خطاب کر کے کہا بڑی خوشی کی بات ہے کہ مقدمہ کی ساری کارروائی نہایت ہی لطف اور حیرت افزا مسرت کے ساتھ ختم ہوئی اور عدالت اور جملہ حاضرین عدالت کی آرزوؤن کے مطابق سب کی تمنائین پوری ہوگئین۔ دلقا منیر کو مل گئی۔ سکینہ بیگم سعید خان کو ملی۔ اور جتنی دلہنین حلال گرفتہ تھین [illegible] سب اپنے اپنے شوہرون سے عنقریب جا ملین گی۔ البتہ اس میدان امتحان مین چند دلہنین اور محترم خاتونین شہید اور ظالمون کے ہاتھون سے [illegible] ہوئین جن کا سب کو افسوس ہے۔ اور ہم اُن کے حق مین فاتحہ خیر پڑھتے ہین۔ اسی سلسلے مین یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دنیا مین جہان اس بدمعاش زال اور وزیرن کی ایسی سیہ باطن ڈائن اور دیونی ہے وہان دلقا اور سکینہ کی ایسی نیک بی بیان حسن و خوبی اور عفت و پاکدامنی کی دیویان اور آسمان کی فرشتہ سیرت حورین بھی موجود ہین۔ دلقا نے خفیہ قومی ہمدردی اور طبقہ نسوان کی فلاح کے لیے اپنی جان اور اپنی عزت و آبرو کو خطرے مین ڈال کے زبردست جہاد کیا۔ سکینہ بیگم نے دلقا کے حالات سن کر اس کی کمک کی اور سب سے زبردست مہم سر کر کے آئے اور اس کے ساتھ سارے معصوم مظلومان حلال نگر کو [illegible] کے ساحرانہ برج طلسم سے نکال لائی۔ اور بجائے اس کے کہ اپنے مان باپ یا اپنے شوہر کے پاس ایک مشتبہ حیثیت سے واپس آئے اپنی زندگی کو خطرے مین ڈال کے دشمنون سے دوچار کر کے شیطانون کے لشکر کو پامال کیا۔ اور جس طرح سونا تاؤ کھا کے [illegible] صاف ہو جاتا ہے وہ آتش کدہ مین کود کے مقدس [illegible] کی طرح نہایت [illegible] عصمت اور بڑی بھاری عزت و آبرو کے ساتھ اپنے مان باپ کی گود اور شوہر کے آغوش شوق مین واپس آگئی۔

اب صرف عدالت کا ناگوار فرض باقی ہے کہ مجرمون [illegible] سزا کی [illegible] عدالت کی اصلی غرض یہ ہے کہ ہمارے شہزادہ عباس کی جانبازی [illegible] ان کے مجرم ان ملزمون مین صرف تین ہین (۱) سعد اللہ جو اپنے [illegible] اور اپنے بھائی کے حرکات سے مولویون اور علماؤن کی [illegible] ملک

حلال نگر کی بدکار کسبی اور (۳) اُس کی بیٹی شہزادی جو اپنے پیشہ کے لحاظ سے حلال نگر کے مقابل حرام پوری کے لیے زیادہ موزون ہین۔ شاہزادہ دُعا اس کی خواہش پوری کرنے کے لیے ان تینون مجرمون کو سزا دینا کافی ہو۔ مگر واقعات نے ان بہت زیادہ سنگین جرائم اُن لوگون پر اور ان کے ساتھ اور بہتون پر ثابت کر دیے ہین جن کا سرغنا یہ عیار روزگار نواب ہی۔ ہمارا فرض اور ہماری خواہش ہی کہ جو احکام کے معاملات ہین دخل دون۔ لیکن اگر ہم اس کی پابندی کرینگے تو ستم زدہ مظلومون کے دلون کے زخم اچھے نہ ہون گے یہ سچ ہی کہ یہ لوگ ایسے مجرم ہین اور ایسے شرمناک اخلاق کے لوگ ہین کہ ان کو سزا دینا نوع انسان سے کسی قسم کی بے رحمی نہین بلکہ اُن پر احسان ہی۔

اس لیے اس بدمعاش و عیار روزگار نواب کے سوا اور سب مجرمون کی نسبت یہ سزا تجویز کی جاتی ہی کہ یہ سب [illegible] قتل اور ناپید کر دیے جائین [illegible] [illegible] مٹا دیے جائین کہ گویا کبھی تھے ہی نہین۔ اور اس [illegible] کا [illegible] اور کسی جگہ اُن کا نام و نشان تک نہ باقی رہے۔

باقی رہا حرام پور کا نواب۔ اس کے جرائم اتنے بڑے ہین۔ اور وہ ایسا [illegible] کار مجرم ہی کہ دنیا کی کوئی سزا اس کے گناہون کے ہم وزن نہین ہو سکتی۔ وہ [illegible] شیطان ہی۔ اور اس کا حشر بھی شیطان کے ساتھ ہوگا۔ عدالت انسانی کو اس سے بچانے کے لیے صرف اتنا حکم تو ضرور جاری کرتی ہی کہ اس کے قوا [illegible] منسلب کر دیے جائین اور آیندہ اس کی شہوت پرستی مین دیوثی کے سوا آیندہ [illegible] کی کوئی قوت نہ باقی رہے۔ چاہے دنیا بھر کے اطبا اور ڈاکٹرون کو جمع کرے مگر وہ قوت جو اس سے سلب کر دی گئی ہو پھر اسے نصیب ہوگی۔ رہی سزا تو وہ اس کے حق مین وہی تجویز کی جاتی ہو جو اس کے ہم مرتبہ شریر ازلی کے لیے خداوند جل و علی نے تجویز فرمائی تھی کہ "و ان علیک اللعنۃ الی یوم الدین" اور "فانک من المنظرین" یعنی تو دنیا مین باقی رہیگا اور قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی" لہذا اس کی آیندہ زندگی یہ ہوگی کہ ہر طرف سے اس پر لعنت برسے اور قیامت کے دن اپنے اعمال بد کی سزا پائے

جج اعلی اپنا یہ فیصلہ سنا کے اُٹھنے کو تھے کہ یکایک ایک بوڑھا سپاہی [illegible]

عدالت مین گھس آیا۔ اور چلا چلا کے کہنے لگا "حضور ایک عرض میری بھی سُن لین مین حرام پور کے گانون پسیاوان کا رہنے والا ہون۔ جو پُرانی پاسیون کی بستی ہو میری عمر ننانوے برس کی ہو۔ اس نواب اور اس خاندان کی حالت ہمیشہ دیکھتا رہا ہون اور مجھ سے زیادہ اس کا حال جاننے والا کوئی نہین ہو۔ اس کے گھرانے کی اصلیت تو مین نے اپنے دادا سے بچپن مین یہ سُنی تھی کہ ہماری بستی کے ایک پاسی کی لڑکی کو حرام کا حمل رہ گیا تھا۔ وہ عزیزون کے ڈر کے مارے بچے کو جن کے بستی کے باہر پھینک آئی۔ اُس زمانے مین ایک بڑے معزز خان صاحب یہان کے رئیس تھے انھون نے اُس بچے کو اُٹھوا منگایا اور پالا اور جب بڑا ہوا تو اُسی کو اپنا داروغہ اور اپنے سارے کاروبار کا مالک بنا دیا۔ اُن بڑے رئیس کے مرنے کے بعد وہی لڑکا اُن کی ریاست کا مالک ہو گیا جو ان نواب صاحب کا پردادا تھا۔ اُس مین دو باتین تھین ایک تو یہ کہ حرام کا لڑکا تھا اور دوسرے یہ کہ پاسی کا لڑکا تھا۔ اس لیے وہ دونون باتین ہمیشہ اس خاندان مین تھوڑی بہت ظاہر ہوتی رہین۔ جو اس خاندان سے تھا سخت حرام کار تھا۔ بہن۔ بیٹی۔ بہو کا فرق کبھی اس خاندان مین نہین رہا۔ بیٹے کی جورو باپ کی بھی جورو تھی۔ اور بہن بھائی اور میان بی بی مین مشکل سے فرق کیا جاتا۔ اور پاسی پن یہ تھا کہ تھوڑے بہت ظالم سب تھے۔ مگر وہ پُرانا خون جس قدر اس نئے حرام کار نواب کے بدن مین جوش پر ہو اس کے باپ دادا اور عزیزون مین نہ تھا جس کی وجہ سے جیسی حرام کاری اس نے کی کسی نے نہین کی تھی۔ اور جیسے ظلم اس نے کیے ہین کبھی کسی سے نہ ہو سکے۔"

جج۔ (ہنس کے) اسے حسن اتفاق یا ان نواب صاحب کی عالی نسبی کا تقاضا کہنا چاہیے کہ ہمارا یہ اجلاس بھی اُسی موضع پسیانوان مین ہو۔ جہان سے نواب صاحب کا آغاز ہوا۔ اور یہین سے اُن کا انجام بھی زمانے کو معلوم ہو گیا۔ لہٰذا اب مجرمون کی طرح یہ موضع پسیانوان بھی جو ہمارے اسرار کا حرم قرار پا گیا ہو دنیا کی نگاہون سے مخفی ہو کے اُسی باغ ارم سے جا ملے گا جو کبھی پہلے غائب ہوا تھا۔"

یہ کہہ کے تینون جج چلے گئے۔ اجلاس برخاست ہوا۔ سب لھنین اپنا اسباب اور زیور لے کے اپنے اپنے گھرون مین گئین۔ محمد منیر اور محمد سعید خان خوش خوش اپنے گھر آئے

دوسرے دن معلوم ہوا کہ جتنے مجرمون کا ذکر آچکا ہو اُن مین سے کسی کا پتہ نہین۔ سب دنیا سے فنا ہوگئے۔ صرف نواب باقی ہو۔ جو ہر طرف سے لعنت کی صدائین سنتا ہو۔ اور جھنجھلا جھنجھلا کے خود بھی اپنے اوپر لعنت بھیجنے لگتا ہو۔ پتہ لگاتا پھرتا ہو کہ موضع پسیانوان کہان ہو۔ وہ جج کیا ہوے۔ وہ وکلاے فریقین کدھر گئے۔ وہ مجاہدین کس کونے مین چھپے بیٹھے ہین۔ مگر کچھ سراغ نہین لگتا۔ اور طیش مین آکے اپنے مکانون کے ستونون سے سر ٹکرانے لگتا ہو۔ لہذا اب ہم بھی اُسے اُس کے حال مین چھوڑ کے اپنے ناظرین سے رخصت ہوتے ہین۔

مؤرخ!!

اعلیٰ لٹریچر اور خالص تاریخ کا ایک ماہانہ رسالہ جس مین مختلف مضامین نہین مکمل تاریخین سلسلہ وار شائع ہوتی ہین۔ اور ایسا انتظام کر دیا گیا ہو کہ چند روز کے اندر آپ کی زبان مین تمام قومون اور ملکون کی مبسوط اور ضخیم اور مفصل و واضح تاریخین پیدا ہو جائین گی۔

فی الحال مؤرخ مین مولانا شرر صاحب کی مشہور تاریخ "ارض مقدس" کے ۴۸ صفحے ہوتے ہین۔ اور اس کے بعد ۳۲ صفحون پر کاونٹ ڈی کی مشہور تاریخ "دولت ہسپانیہ عرب" کا ترجمہ۔ پورا رسالہ پانچ جز یعنی ۸۰ صفحون پر ہوتا ہو۔ مؤرخ کا سالانہ پانچ روپیہ رکھا گیا ہو۔ اور محصول ڈاک ۶ر ہے سالانہ پر مؤرخ جاری کر دیا جائیگا۔ نمونے کے لیے ۸ر مرحمت ہون ہمین حامیان زبان اردو اور مولنا شرر کے لٹریچر کے قدر دانون سے امید ہو کہ اس رسالے کی ضرور سرپرستی کرین گے۔ اس کا خریدنا زبان اردو کی سچی خدمت ہو۔ توجہ فرمایئے قدردانی کیجیے اور خود اپنی اور اپنی زبان کی خدمت کیجیے۔

المشتہر

محمد صدیق حسن سب ایڈیٹر دلگداز و ایڈیٹر مؤرخ گڑھ پرن بیگ خان لکھنو

دل افروز

ناولوں کے شائق خصوصاً مولنا شرر کے ناولوں کے شیدا اس رسالہ کو ضرور خرید فرمائیں گے جسمیں ہمیشہ دو نئے ناولوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہر ماہ ۱۱۲ صفحات ٹائیٹل کے علاوہ شائع ہوتے ہیں۔ اور ہر ناول کا ایک جزو ہوتا ہے۔ ایک ناول مولنا کا طبعزاد ہوتا ہے اور دوسرا انگریزی کے کسی ناول کا ترجمہ۔ سالانہ چندہ مع محصول ڈاک دو روپیہ آٹھ آنہ ہر سال اپریل سے دل افروز کا سال شروع ہوتا ہے۔ اور اپریل کا پرچہ دو روپیہ ایک آنہ (۲؍۱) پر وی۔پی بھیج کے سالانہ چندہ وصول کر لیا جاتا ہے نمونہ کے لیے ۳؍ اور گذشتہ نمبر جو چار ماہ سے پہلے کے ہوں فی پرچہ ۴؍

دلگداز

مولنا شرر کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے [illegible] ملک کو اعلیٰ لٹریچر سے بہرہ ور [illegible] خریداروں کو ایک سال خریدار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے سال بھی خریدار رہیں تو مولنا ممدوح کا ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے اور وہی سال ما بعد کے چندہ اور محصول ڈاک پر وی۔پی روانہ کر دیا جاتا ہے قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ہر دلگداز کا وی۔پی [illegible] کا اور ناول کا وی۔پی۔ اس کا محصول بڑھا کے بھیجا جاتا ہے ناول کی قیمت اور ضخامت اتنی ہوتی ہے کہ رسالہ خریداروں کو تقریباً مفت پڑ جاتا ہے

المشتہر ـــــــ منیجر دلگداز

مہذب بک ایجنسی

شائقین علم کو کتابوں کے فراہم کرنے میں اکثر دشواریاں پیش آتی ہیں اور بعض وقت سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے اس دشواری کے دور کرنے کیلئے یہ ایجنسی قائم کی گئی ہے تاکہ شائقین کو ہر فن ہر علم اور ہر قسم کی اردو۔ فارسی۔ عربی کتابیں بہت کفایت کے ساتھ فراہم کر دی جایا کریں۔ مفصل فہرست درخواست آنے پر روانہ کیجائیگی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ایجنسی بغیر کسی معاوضہ و اجرت کے کل کتابیں خریداروں کو جہاں تک ہو سکے دیتی ہے اور انکی اصلی قیمت پر اگر آپ کا علمی مذاق ہے اور مشاہیر ملک کی تصنیفات کے شائق ہیں تو اس کارخانہ کو اپنا خیرخواہ کفایت شعار خادم تصور فرمائیں اس سے خدمت لیں اور اس کی دستگیری کر کے ملکی علم و ادب کی سرپرستی فرمائیں تاجران کتب اپنی فہرستیں مرحمت فرمائیں۔ المشتہر

محمد صدیق حسن سب ایڈیٹر دلگداز و دل افروز لکھنؤ کٹرہ بزن بیگ خاں لکھنؤ

دلگداز!

مولانا شرر کا مشہور ادبی و تاریخی رسالہ جس نے زبان اردو کے علمی خزانے کو اعلیٰ لٹریچر سے بھر دیا خریداروں کو ایک سال خرید ار رہنے کے بعد اگر وہ دوسرے برس بھی خریدار رہیں تو مولانا ممدوح کا ایک نیا ناول مفت نذر کیا جاتا ہے۔ اور وہی سال مابعد کے چندے اور محصول ڈاک پر وی پی روانہ کر دیا جاتا ہے قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ دلگداز کا وی پی عہ کا اور ناول کا وی پی اس کا محصول بڑھا کے عہ کا بھیجا جاتا ہے۔

دلگداز کی مکمل جلدین

جلد سنہ ۱۹۰۴ء	عہ	جلد سنہ ۱۹۱۲ء	عہ
جلد سنہ ۱۹۰۵ء	عہ	جلد سنہ ۱۹۱۴ء	عہ
جلد سنہ ۱۹۰۶ء	عہ	جلد سنہ ۱۹۱۵ء	عہ
جلد سنہ ۱۹۰۷ء	عہ	جلد سنہ ۱۹۱۶ء	عہ
		جلد سنہ ۱۹۱۷ء	عہ

دلگداز کی نامکمل جلدین

جلد سنہ ۱۹۱۰ء	۸ر
جلد سنہ ۱۹۱۱ء	۱۲ آنہ
جلد سنہ ۱۹۱۳ء	عہ
جلد سنہ ۱۹۰۹ء	۱۰ آنہ

مینیجر دلگداز لکھنؤ

دل افروز

ناولوں کے شائق خصوصاً مولانا شرر کے ناولوں کے شیدا اس رسالے کو ضرور خرید فرمائیں جس میں ہمیشہ دو نئے ناولوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مجموعی صفحات ٹائٹیل کے علاوہ (۳۲) ہوتے ہیں۔ پہلا ناول مولانا کا طبع زاد ہوتا ہے۔ اور دوسرا انگریزی کے کسی ناول کا ترجمہ۔ سالانہ چندہ مع محصول ڈاک ۲ہر سال اپریل سے دل افروز کا سال شروع ہوتا ہے اور اپریل کا پرچہ دو روپیہ ایک آنہ (عہ) پر وی پی بھیج کے سالانہ چندہ وصول کر لیا جاتا ہے۔ نمونے کے واسطے ۲ر کا ٹکٹ آنا چاہیے۔

مینیجر دلگداز و دل افروز

مورخ!!!

اعلیٰ لٹریچر اور خالص تاریخ کا ایک ماہانہ رسالہ جس میں مختلف مضامین نہیں مکمل تاریخیں سلسلہ وار شایع ہوتی ہیں اور ایسا انتظام کر دیا گیا ہے کہ چند روز کے اندر آپ کی زبان میں تمام قوموں اور ملکوں کی مبسوط اور ضخیم اور مفصل تاریخیں پیدا ہو جائیں گی۔

فی الحال مورخ میں مولانا شرر صاحب کی مشہور تاریخ "ارض مقدس" کے ۴۸ صفحے ہوتے ہیں اور اس کے بعد ۳۲ صفحوں پر کانڈی کی مشہور تاریخ "دولت ہسپانیہ عرب" کا ترجمہ پورا رسالہ پانچ جز یعنی ۸۰ صفحوں پر ہوتا ہے۔ مورخ کا سالانہ چندہ پانچ روپیہ رکھا گیا ہے۔ اور محصول ڈاک ۶ر، صہ سالانہ پہ مورخ جاری کر دیا جائے گا۔ نمونے کے لیے ۸ر مرحمت ہوں ہمیں حامیان زبان اردو اور مولانا شرر کے لٹریچر کے قدر دانوں سے امید ہے کہ اس رسالے کی ضرور مربیانہ گری کریں گے۔ اس کا خریدنا زبان اردو کی سچی خدمت ہے توجہ فرمائیے قدر دانی کیجیے خود اپنی اور اپنی زبان کی خدمت کیجیے۔

المشتہر

محمد صدیق حسن اسسٹنٹ ایڈیٹر دلگداز و ایڈیٹر مورخ کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

تصانیف مولنا محمد عبدالحلیم صاحب شرر

تاریخ و سوانح عمریاں

(۱) جنید بغدادی - حضرت جنید کے حالات - عہ/
(۲) ابوبکر شبلی - حضرت شبلی کے حالات - عہ/
(۳) تاریخ سندھ - عرب کے فتوحات سندھ کی محققانہ تاریخ جلد اول عہ/
(۴) عصر قدیم - اقوام سلف کی نہایت واضح تاریخ - عہ/
(۵) حروب صلیبیہ - انگریزی سے ترجمہ دوسری کشتی عہ/
(۶) سقلیہ میں اسلام - صقلیہ کی مختصر اسلامی تاریخ - ۱۲/
(۷) عرب قبل از اسلام - تاریخ ارض مقدس کی تیسری جلد عہ/
(۸) خواجہ معین الدین چشتی - حضرت خواجہ اجمیری کے حالات ۶/
(۹) سکینہ بنت حسین - جناب سکینہ بنت امام حسین - ۶/
(۱۰) افسانہ قیس - مجنون عامری کے حالات - ۳/
(۱۱) حسن بن صباح - بانی فرقہ باطنیہ اسماعیلیہ ۶/
(۱۲) قرۃ العین - ایک مجتہد زادی - ۳/
(۱۳) شیرین ملکہ عجم - فرہاد خسرو کی نامور معشوقہ - ۳/
(۱۴) ملکہ زنوبیہ - سلف کی ایک عربی شہزادی ملکہ ۳/

ناول

(۱۵) جویائے حق - حضرت رسول صلعم کی سوانحعمری بطور ناول عہ/
(۱۶) ایام عرب - سلطنت عباسیہ کے زمانے کا ایک تاریخی واقعہ - دو حصے عہ/
(۱۷) مفتوح فاتح - ایک نہایت دلچسپ تاریخی ناول عہ/
(۱۸) الفانسو - ایک عاشقانہ تاریخی ناول - ۱۲/
(۱۹) بوقلمون محبت - ہندوستانی شریف نادو نوں کی بدکرامتی و جہالت کی اس سے اچھی تصویر نہیں ہو سکتی - عہ/
(۲۰) محسن کا ڈاکو - حرام پور کے نواب کی سرگذشت دو حصہ عہ/
(۲۱) اسرار دربار حرام پور - حرام پور کے نواب کے اور حالات - دو حصے - ۱۰/
(۲۲) غیب دان دولھن - حیرت انگیز غیب دانی - عہ/
(۲۳) رومتہ الکبری - روم پر گاتھ لوگوں کا حملہ عہ/
(۲۴) ماہ ملک - غوریوں کا عروج - عہ/
(۲۵) لعبت چین - مولنا شرر کا تازہ تاریخی ناول عہ/
(۲۶) ایام عرب - جاہلیت عرب کی کامل تصویر دو حصہ عہ/
(۲۷) مقدس نازنین - ایک حسینہ کا پوپ بن جانا - عہ/
(۲۸) شوقین ملکہ - دوسری صلیبی لڑائی - عہ/
(۲۹) قیس و لبنیٰ - عہد صحابہ کا ایک سچا عشق - عہ/
(۳۰) فلورا فلورنڈا - اندلس میں سلطنت عرب عہ/
(۳۱) آغا صادق کی شادی - ایک عجیب قصہ ۱۰/
(۳۲) فلپانا - عہد صحابہ کا ایک سچا واقعہ - عہ/
کاغذ ولایتی - عہ/
(۳۳) فردوس بریں - جیتے جی جنت کی سیر عہ/
(۳۴) یوسف نجمہ - جگ بیتی یعنی آپ بیتی - عہ/

متفرقات

(۳۵) الحکم الرفاعیہ - سید احمد رفاعی کی پرمغز نصیحتوں کا ترجمہ ۳/
(۳۶) اسیری بابل - مولنا شرر کا ایک دلچسپ ڈراما - ۳/
(۳۷) سرسید کی دینی بزرگی - ۲/
(۳۸) ہندوستان کی موسیقی - مولنا شرر کا لکچر ۴/
(۳۹) اردو سے ہندوؤں کا تعلق - ۴/
(۴۰) زمانہ اور اسلام - مولنا شرر کی مشہور نظم - ۳/
(۴۱) شب وصل - ۱/
(۴۲) شب غم - ۱/

متفرق مطبوعات دلگداز پریس

(۴۳) اتالیق بی بی - میاں کی حرکتوں پر بی بی کی مزیدار نکتہ چینی - ۴/
(۴۴) پاداش عمل - ایک نہایت دلچسپ ناول موسوم ... کا ترجمہ حصہ اول عہ/
حصہ دوم عہ/ حصہ سوم عہ/
(۴۵) دولت ہسپانیہ - ترجمہ تاریخ کانڈی
حصہ اول عہ حصہ دوم عہ/ حصہ سوم عہ/
(۴۶) منتخب مضامین شبنم یعنی مولنا شرر کے ان دلچسپ مضامین کا انتخاب جنہوں نے زبان اردو میں ایک نئی روح پھونکی - فی جلد ۱۰/

حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ